قطر الندیٰ کوئز

(قطر الندی-سوال وجواب کے انداز میں)

تالیف

ابو محمد عبد اللہ جمال الدین ابن ہشام انصاریؒ (م:۷۶۱ھ)



محمد فرید حبیب ندوی

امام بخاریؒ ریسرچ اکیڈمی، علی گڑھ

قطر الندیٰ کوئز

(قطر الندی- سوال و جواب کے انداز میں)

تالیف

ابو محمد عبد اللہ جمال الدین ابن ہشام انصاریؒ (م:۷۶۱ھ)

مرتب

محمد فرید حبیب ندوی

(مدرسۃ العلوم الاسلامیہ، علی گڑھ)

نظر ثانی

مفتی رحمت اللہ ندوی

(دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

ناشر

امام بخاریؒ ریسرچ اکیڈمی، علی گڑھ

طبع دوم مارچ ۲۰۱۹ء

نام کتاب : قطر الندیٰ کوئز

نام مؤلف : ابن ہشام انصاری

نام مرتب: محمد فرید حبیب ندوی (9012621589)

صفحات : ۲۵۲

تعداد اشاعت: ۱۱۰۰

کمپوزنگ : عبدالرحمن ارریاوی (8797158758)

طباعت : مشکوۃ پرنٹرس، علی گڑھ

طبع اول: مارچ ۲۰۱۵ء

ناشر : امام بخاری ریسرچ اکیڈمی، علی گڑھ

محمد غزالی ندوی
07895074457

ملنے کے پتے

۱۔ امام بخاری ریسرچ اکیڈمی، علی گڑھ

۲۔ مکتبہ شباب، شباب مارکیٹ، لکھنؤ

۳۔ مکتبہ دارین، لکھنؤ

۴۔ پاریکھ بک ڈپو، نزد ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۵۔ مکتبہ احسان، لکھنؤ

انتساب

دادا مرحوم، دادی مرحومہ اور والدین کے نام

جن کی مہربانیوں اور دعاؤں کی بدولت میں اس لائق ہوا۔

تمام اساتذہ کرام بالخصوص استاذ محترم قاری عبدالعزیز صاحب کے نام

جن کی دعائیں ہمیشہ میرے ساتھ رہیں۔

مادر علمی انجمن معاون الاسلام، سنبھل کے نام

جس کی آغوش میں گزارے ہوئے لمحات

لوح دل پر آج بھی نقش ہیں۔

☆☆☆

فہرست مضامین

۱	عرض ناشر	۱۰
۲	پیش لفظ	۱۱
۳	مقدمہ	۱۳
۴	کلمے کا بیان	۱۷
۵	اسم کا بیان	۱۷
۶	معرب اور مبنی کا بیان	۱۷
۷	مبنی علی الکسر کا بیان	۱۸
۸	مبنی علی الفتح کا بیان	۲۰
۹	مبنی علی الضم کا بیان	۲۰
۱۰	مبنی علی السکون کا بیان	۲۱
۱۱	فعل ماضی کا بیان	۲۱
۱۲	امر کا بیان	۲۳
۱۳	ھلم ،ھات اور تعال کا بیان	۲۴
۱۴	مضارع کا بیان	۲۵
۱۵	حرف کا بیان	۲۶
۱۶	مختلف فیہ حروف کا بیان	۲۶
۱۷	کلام کی بحث	۳۰
۱۸	کلام کی مختلف صورتیں	۳۰
۱۹	اعراب کا بیان	۳۱
۲۰	وہ ابواب جن پر فروعی علامتیں آتی ہیں	۳۲
۲۱	پہلا باب: اسماء ستہ	۳۲

۲۲	دوسرا باب: تثنیہ	۳۵
۲۳	تیسرا باب: جمع مذکر سالم	۳۶
۲۴	چوتھا باب: جمع بالالف والتاء	۳۸
۲۵	پانچواں باب: غیر منصرف	۳۹
۲۶	چھٹا باب: مضارع کے پانچ صیغے	۴۱
۲۷	ساتواں باب: مضارع معتل الآخر	۴۱
۲۸	تقدیری اعراب کا بیان	۴۲
۲۹	مضارع کا رافع کیا ہے؟	۴۳
۳۰	نواصب مضارع کا بیان	۴۵
۳۱	پہلا ناصب: لن	۴۵
۳۲	دوسرا ناصب: کی	۴۶
۳۳	تیسرا ناصب: إذن	۴۶
۳۴	چوتھا ناصب: أن	۴۷
۳۵	وہ مسائل جہاں أن کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہوتا ہے	۵۱
۳۶	حتیٰ کا بیان	۵۱
۳۷	أو کا بیان	۵۳
۳۸	ف سببیہ کا بیان	۵۴
۳۹	واوِ معیت کا بیان	۵۵
۴۰	جوازم مضارع	۵۶
۴۱	پہلا جازم: طلب	۵۶
۴۲	دوسرا اور تیسرا جازم: لم اور لمّا	۵۸
۴۳	چوتھا اور پانچواں جازم: لام امر اور لاء نہی	۵۹
۴۴	دو فعلوں کو جزم دینے والے حروف	۶۰
۴۵	معرفہ اور نکرہ کا بیان	۶۱
۴۶	معرفہ کی قسمیں	۶۱

۴۷	پہلی قسم: اسم ضمیر	۶۱
۴۸	دوسری قسم: علم	۶۴
۴۹	تیسری قسم: اسم اشارہ	۶۶
۵۰	چوتھی قسم: اسم موصول	۶۸
۵۱	پانچویں قسم: الف لام	۷۲
۵۲	چھٹی قسم: مضاف الی المعرفہ	۷۵
۵۳	مبتدا اور خبر کا بیان	۷۵
۵۴	مبتدا کی دوسری قسم	۸۰
۵۵	مبتدا کی تقدیم وتاخیر کا حکم	۸۱
۵۶	خبر کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے؟	۸۳
۵۷	نواسخ کا بیان	۸۵
۵۸	افعال ناقصہ کا بیان	۸۶
۵۹	افعال ناقصہ کی تقدیم وتاخیر کا بیان	۸۷
۶۰	کان کے استعمالات	۹۰
۶۱	کان کا نون کب حذف کیا جا سکتا ہے؟	۹۱
۶۲	کان کو حذف کرنے کا بیان	۹۲
۶۳	مشابہات لیس	۹۴
۶۴	حروف مشبہ بالفعل کا بیان	۹۵
۶۵	حروف مشبہ بالفعل مخفف ہو کر عمل کرتے ہیں یا نہیں؟	۹۷
۶۶	حروف مشبہ بالفعل کی تقدیم وتاخیر کا بیان	۱۰۱
۶۷	اِن مکسورہ کہاں کہاں آتا ہے؟	۱۰۱
۶۸	اِن کی خبر پر لام مفتوح داخل کرنے کا حکم	۱۰۲
۶۹	مشابہات حروف مشبہ بالفعل	۱۰۳
۷۰	لاء نفی جنس کے اسم کا بیان	۱۰۴
۷۱	لا مکررہ کے احکام	۱۰۵

۷۲	افعال قلوب کا بیان	۱۰۶
۷۳	فاعل کا بیان	۱۱۰
۷۴	فاعل کے احکام	۱۱۱
۷۵	فعل کو مؤنث لانے کے احکام	۱۱۲
۷۶	فاعل کے حذف ہونے کی جگہیں	۱۱۴
۷۷	فاعل کی تقدیم وتاخیر کا حکم	۱۱۵
۷۸	مفعول کی وجوبی تقدیم	۱۱۵
۷۹	مفعول کی وجوبی تاخیراور فاعل کی وجوبی تقدیم	۱۱۶
۸۰	افعال مدح وذم	۱۱۷
۸۱	نائب فاعل کا بیان	۱۱۸
۸۲	ظرف اور مصدر کو نائب فاعل بنانے کی شرطیں	۱۱۹
۸۳	فعل کے تغیرات	۱۲۰
۸۴	اشتغال کا بیان	۱۲۱
۸۵	باب اشتغال کے اسم کی حالتیں	۱۲۲
۸۶	تنازع کا باب	۱۲۷
۸۷	مفاعیل کا بیان	۱۳۰
۸۸	ا۔ مفعول بہ کا بیان	۱۳۱
۸۹	منادیٰ کا بیان	۱۳۲
۹۰	منادیٰ مضاف الی الیاء کا حکم	۱۳۳
۹۱	منادیٰ کے تابع کا حکم	۱۳۶
۹۲	منادیٰ مکرر کا حکم	۱۳۸
۹۳	ترخیم کا بیان	۱۳۹
۹۴	ترخیم کی قسمیں	۱۴۲
۹۵	مستغاث کا بیان	۱۴۴
۹۶	مندوب کا بیان	۱۴۵

۹۷	۲۔ مفعول مطلق کا بیان	۱۴۶
۹۸	۳۔ مفعول لہ کا بیان	۱۴۸
۹۹	۴۔ مفعول فیہ کا بیان	۱۵۰
۱۰۰	اسماء زمان ومکان کا حکم	۱۵۰
۱۰۱	۵۔ مفعول معہ کا بیان	۱۵۲
۱۰۲	حال کا بیان	۱۵۶
۱۰۳	تمیز کا بیان	۱۵۸
۱۰۴	مستثنیٰ کا بیان	۱۶۳
۱۰۵	مجرورات کا بیان	۱۶۷
۱۰۶	مجرور بالاضافہ کی قسمیں	۱۶۹
۱۰۷	فعل کی طرح عمل کرنے والے اسماء:	۱۷۳
۱۰۸	(۱) اسم فعل	۱۷۳
۱۰۹	(۲) مصدر	۱۷۵
۱۱۰	(۳) اسم فاعل	۱۸۰
۱۱۱	(۴) مبالغے کے اوزان	۱۸۳
۱۱۲	(۵) اسم مفعول	۱۸۵
۱۱۳	(۶) صفت مشبہ	۱۸۵
۱۱۴	(۷) اسم تفضیل	۱۹۰
۱۱۵	توابع کا بیان:	۱۹۳
۱۱۶	پہلی قسم: نعت	۱۹۳
۱۱۷	دوسری قسم: تاکید	۱۹۸
۱۱۸	نعت اور تاکید کا فرق	۲۰۴
۱۱۹	تیسری قسم: عطف بیان	۲۰۵
۱۲۰	چوتھی قسم: عطف نسق	۲۰۸
۱۲۱	پانچویں قسم: بدل	۲۱۵

۱۲۲	بدل اضراب، بدل غلط اور بدل نسیان کا بیان	۲۱۷
۱۲۳	عدد کا بیان	۲۱۸
۱۲۴	غیر منصرف کا بیان	۲۲۰
۱۲۵	فعل تعجب کا بیان	۲۲۸
۱۲۶	فعل تعجب اور اسم تفضیل بنانے کی شرطیں	۲۳۲
۱۲۷	وقف کا بیان	۲۳۳
۱۲۸	ہمزۂ قطعی و وصلی کا بیان	۲۳۸
۱۲۹	ہمزۂ وصل کی حرکات کا بیان	۲۳۹
۱۳۰	ترجمۂ اشعار	۲۴۱

☆☆☆

عرض ناشر

''قطر الندی کوئز'' کا دوسرا ایڈیشن پیش خدمت ہے۔ اشاعت کے وقت اندازہ نہ تھا کہ کتاب طلبہ کے درمیان اس قدر مقبول ہوگی۔ یہ بس اللہ کا کرم ہے۔ کئی مہینوں سے کتاب کی اشاعت دوم کا مطالبہ ہورہا تھا؛ لیکن بعض ناگزیر مجبوریوں کے پیش نظر یہ کام ٹلتا رہا۔ اب محض اللہ کے فضل سے یہ کتاب دوسری بار زیور طبع سے آراستہ ہورہی ہے۔ اس پر ہمارا دل شکر الٰہی کے جذبات سے معمور ہے۔

اس کتاب کی ضرورت اس لیے تھی کہ عموماً طلبہ میں قطری الندی کو ایک مشکل و پیچیدہ کتاب سمجھا جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر طلبہ اسے ناقابل فہم سمجھ کر اس پر پوری توجہ نہیں دیتے۔ ہم نے یہ محسوس کیا کہ ایک ایسی کتاب مرتب کی جائے جو عام طرز کی شرح نہ ہو؛ بلکہ شروحات کے نقائص سے پاک ہو اور جو قطری الندی کو سہل الحصول بنادے۔ اس لیے اگر آپ قطر الندی کو سمجھنا چاہیں تو یہ کتاب اس میں معاون ثابت ہوگی۔

کتاب کی خصوصیات کچھ اس طرح سے ہیں:

کتاب 'شرح قطری الندی' کے تمام مسائل کا احاطہ کرتی ہے۔

زبان نہایت آسان اور سادہ ہے۔

عام شروحات میں جو طوالت ولفاظی ہوتی ہے، اس سے پاک ہے۔

تفہیم مسئلہ پر زور دیا گیا ہے، دیگر تفصیلات سے تعرض نہیں کیا گیا۔

کمزور طلبہ کے معیار کو سامنے رکھا گیا ہے؛ اس لیے ہر معیار کے طلبہ اس سے مستفید ہوسکتے ہیں۔

یہ نیا ایڈیشن صدیق مکرم مفتی رحمت اللہ صاحب ندوی (استاد: دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کی تنقیدی نظر سے گذرنے کے بعد منظر عام پر آرہا ہے۔ مفتی صاحب کی فن نحو پر اچھی نظر ہے۔ انھوں نے ازراہ نوازش کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھا اور بہت سی چیزوں کی اصلاح فرمائی۔ مفتی صاحب کی نظر سے گزرنے کے بعد کتاب کی قدر و قیمت پہلے سے بڑھ گئی ہے۔ اس علمی تعاون پر ہم ان کے بے حد مشکور ہیں۔ ہم ان تمام حضرات کے بھی شکرگذار ہیں، جن کا اس کتاب کی تیاری میں کسی بھی قسم کا تعاون رہا۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ یہ نیا ایڈیشن پہلے سے بھی زیادہ مفید و نافع ثابت ہو۔ آمین۔

۳؍مارچ ۲۰۱۹ء

محمد غزالی ندوی

پیش لفظ

الحمد لله والصلاة والسلام علی سیدنا محمّد رسول الله ﷺ وعلی آله وصحبه ومن تبعهم إلی یوم الدین: أما بعد.

دو سال قبل ہمارے مدرسے میں صرف ونحو کوئز کا مسابقہ ہوا تھا۔ جس کا نتیجہ بہت اچھا رہا، مگر اندازہ یہ ہوا کہ اس طرح کے مسابقوں کی تیاری کے لئے کوئی کتاب دستیاب نہیں۔ سال رواں (٢٠١٥ء میں) بھی مدرسے کے ذمہ داروں نے صوبائی سطح پر تقریری وتحریری اور دوسرے مسابقوں کے ساتھ ایک مقابلہ صرف ونحو کا بھی رکھا ہے۔ یہ مقابلے مارچ کے دوسرے ہفتے میں ہونے والے ہیں۔ محترم ومکرم جناب مولانا محمد غزالی ندوی صاحب مدظلہ کا اسی وقت سے اصرار تھا کہ اس طرح کی کوئی کتاب تیار کی جائے، اور حسنِ اتفاق کہ ''قطر الندیٰ'' کی تدریس میرے ہی ذمہ تھی، جس کی وجہ سے اس کام کی تکمیل کا حکم بھی مجھے ہی دیا گیا۔

میں نے کوشش کی ہے کہ سوال وجواب آسان تر اسلوب وزبان میں لکھے جائیں۔ ابتدائی صفحات کی ترتیب کے دوران عالیہ اولی کے طلبہ کو وقتاً فوقتاً یہ سوال جواب دے دیتا۔ وہ پڑھنے کے بعد اگر کوئی تعبیر یا لفظ مشکل لگتا، اس کی نشاندہی کر دیتے اور میں اس میں ترمیم کر دیتا۔ اسی طرح جن طلبہ نے گذشتہ سال یہ کتاب پڑھی تھی، ان میں سے بھی چند نے اس پر نظر ڈالی، جس سے بڑی حد تک ایک تجربہ ہوا، اور طلبہ کے معیار کے حساب سے اسلوب وتعبیرات میں تسہیل کی جاتی رہی؛ لیکن اخیر کے صفحات میں یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا تھا۔ چند ایک مواقع پر ''معین الهدیٰ شرح قطر الندیٰ'' سے (جو ہمارے فاضل دوست مولانا توحید عالم ندوی کی کاوش ہے) استفادہ کیا ہے۔ آخر میں تمام اشعار کا ترجمہ بھی ہے، جو اسی کتاب سے ماخوذ ہے۔ (دوسرے ایڈیشن میں اس میں بعض اصلاحات کردی گئی ہیں)۔

تسہیل کی پوری کوشش کے باوجود بہت سے مواقع ابھی بھی تشنہ رہ گئے ہوں گے۔ اس سلسلے میں اس کتاب کے تمام مدرسین، بالخصوص طلبہ سے گذارش ہے کہ نشاندہی فرمائیں۔ خندہ پیشانی سے آپ کے مشوروں کو قبول کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کہیں مسئلہ کی تفہیم میں چوک ہوگئی ہو، تو اس پر

بھی متنبہ فرمائیں۔

اس کتاب سے استفادے کا کیا طریقہ ہو؟ بڑی حد تک اس کا جواب مولانا محمد غزالی صاحب کے مقدمے میں آگیا ہے۔ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے جو خود آزمودہ ہے کہ سبق پڑھانے سے ایک دن پہلے طلبہ کو اگلے دن کے سبق پر مشتمل سوال وجواب کا مطالعہ کرنے کا مشورہ/حکم دیا جائے،اور پھر پڑھانے کے بعد اگلے دن انہیں سن لیا جائے۔

اللہ تعالی کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ محض اسی کی توفیق اور صرف اسی کے فضل سے یہ کام تکمیل تک پہنچا۔میں ان تمام حضرات کا بھی شکر گذار ہوں،جن کا اس کتاب کی تیاری میں کسی بھی طرح کا تعاون رہا،بالخصوص مولانا محمد غزالی ندوی صاحب کا،جن کی توجہ سے یہ کام شروع کیا گیا۔ان کا اصرار ہی اس کتاب کی تالیف کا سبب ہے؛ بلکہ میری ہر تحریر وکاوش کے پیچھے ان کا ہی خلوص واصرار کارفرما ہوتا ہے۔ اپنے مدرسے کے مہتمم جناب ڈاکٹر محمد طارق ایوبی ندوی مدظلہ کا بھی میں سپاس گزار ہوں،جن کی بدولت مدرسے میں علمی ماحول قائم ہے۔محترم بار بار مجھے لکھنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں۔اسی طرح برادرم عبدالرحمٰن ندوی کا بھی شکرگزار ہوں کہ کتابت وتزئین کاری کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیئے، فجزاهم الله أحسن الجزاء۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے اور مصنف ومرتب اور جملہ معاونین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔آمین!

۲۸ رفروری ۲۰۱۵

محمد فرید حبیب ندوی

مدرسۃ العلوم الاسلامیہ،علی گڑھ،یو،پی

مقدمہ

مولانا محمد غزالی ندوی مدظلہ
(استاذ: مدرسۃ العلوم الاسلامیہ، علی گڑھ،
وڈائریکٹر: امام بخاری ریسرچ اکیڈمی، علی گڑھ)

عربی قواعد کو جانے بغیر نہ تو ہم اچھی عربی بول سکتے ہیں اور نہ ہی عربی تحریروں کو صحیح طور سے سمجھ سکتے ہیں۔ عام طور پر مدارس کے جن طلبہ کی عربی میں اچھی صلاحیت نہیں ہوتی ہے، ان کو ہمیشہ ہر کتاب میں مذاکرہ کرانے والے طلبہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ وہ کسی کتاب میں اپنے دوسرے ساتھیوں کی مدد کے بغیر کامیاب نہیں ہو پاتے۔ اس کے مقابلے میں بعض طلبہ شروع سے ہی عربی پر خصوصی توجہ دیتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اچھی طرح سے عربی سمجھ لیتے ہیں۔ نتیجۃً ان کو تفسیر بھی صحیح سے سمجھ میں آتی ہے، حدیث وفقہ بھی اور دوسری کتابیں بھی۔ وجہ صرف یہ ہے کہ عربی زبان کا سیکھنا تمام اسلامی علوم کے حاصل کرنے کی کنجی ہے۔ اگر آپ کو عربی آتی ہے تو آپ سب کچھ حاصل کرلیں گے اور اگر آپ کو عربی نہیں آتی تو آپ کو کچھ نہیں آئے گا۔

عربی قواعد میں مہارت پیدا کرنے کے لئے بہت سی کتابیں ہیں۔ ان میں ایک بہت اہم کتاب ''قطر الندیٰ'' ہے۔ اسے پڑھنے کے بعد انسان نحو کے تقریباً تمام ہی مسائل سے واقف ہو جاتا ہے۔ علامہ ابن ہشام انصاری نے اس میں بہت اچھے انداز سے نحو کے تمام مسائل کو جمع کر دیا ہے۔ عربی زبان کے ماہرین نے ہمیشہ اس کے پڑھنے پڑھانے، سمجھنے سمجھانے پر خصوصی توجہ دی ہے۔

ہمارے فاضل دوست جناب مولانا محمد فرید حبیب ندوی صاحب نے اس کتاب کے تمام مسائل کو سوالات جوابات کی شکل میں مرتب کر دیا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے اس طرح کے کام کی بہت سخت ضرورت تھی۔ نحو کے مسائل کو قطر الندی میں پڑھنے کے بعد جب طلبہ اس کو سوال وجواب کی شکل میں پڑھ لیں گے، تو مسائل ذہن میں محفوظ ہو جائیں گے اور کسی نحوی مسئلہ کا کوئی پہلو اگر اچھی طرح سمجھ میں نہ آیا ہوگا، تو وہ سمجھ میں آجائے گا۔

سوال کرنے کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے انسان کا دماغ پورے طور پر مسئلے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور پھر اگر جواب معلوم نہ ہو، تو اپنی ناواقفیت کا احساس پیدا ہوتا ہے، پھر جب جواب بتایا جاتا ہے تو وہ اچھی طرح ذہن میں بیٹھ جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں اگر کوئی بات آپ سوال کے بغیر بتائیں تو نہ تو دماغ پورے طور پر متوجہ ہوتا ہے اور نہ ہی ناواقفیت کا احساس پیدا ہوتا ہے، اس وجہ سے وہ پوری بات ذہن میں نہیں بیٹھتی، کچھ اجزا سمجھ میں آتے ہیں کچھ نہیں، کچھ یاد رہتے ہیں، کچھ نہیں۔

مندرجہ ذیل عبارت پڑھیے:

"شیخ مفتی لطف اللہ کوئلی ہندوستان کے منفرد و چیدہ اساتذہ میں تھے۔ ۱۲۴۴ھ میں ضلع علی گڑھ کے پلکھنہ گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں ہی پائی۔ اس کے بعد مفتی عنایت اللہ احمد کاکوری کے پاس آئے اور ان سے علمی استفادہ کیا۔ ایک طویل مدت تک مدرسہ فیض عام کانپور میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر علی گڑھ آ گئے۔ یہاں بھی تدریسی سلسلہ جاری رہا۔ اخیر عمر میں حیدرآباد کے نواب کی درخواست پر حیدرآباد تشریف لے گئے، اور دارالعلوم میں صدارت کے عہدہ پر جلوہ افروز ہوئے۔ ندوۃ العلماء کے بڑے حامیوں میں سے تھے۔ ۱۳۳۴ھ میں علی گڑھ میں وفات پائی"۔

اب اوپر کی عبارت کو پھر سے دیکھے بغیر مندرجہ ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

شیخ مفتی لطف اللہ کوئلی کس سنہ میں پیدا ہوئے؟

کس شہر اور کس گاؤں میں پیدا ہوئے؟

استاذ کا نام کیا تھا؟

تدریسی خدمات کہاں انجام دیں؟ کس سنہ میں اور کہاں وفات پائی؟

اگر صحیح سے دیکھیں تو یہ سات سوالات ہیں؛ لیکن آپ اوپر کی عبارت دیکھے بغیر شاید تین سوالوں کے جوابات بھی نہ دے سکیں، کیوں؟ اس لئے کہ عبارت پڑھتے وقت آپ کی مکمل توجہ اس پر نہ تھی؛ اس لئے ساری چیزیں یاد نہ رہ سکیں۔ یہ ساری چیزیں اگر سوال کے انداز میں پوچھی گئی ہوتیں تو آپ کی مکمل توجہ ان پر ہو جاتی، اور جب ان کا جواب دیا جاتا تو ساری چیزیں ذہن میں محفوظ ہو جاتیں۔

اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کی تعلیم میں اس طریقہ کا بارہا استعمال کیا ہے۔ اکثر آپ صحابہ کرامؓ کو خود کچھ بتانے سے پہلے ان سے سوال کرتے، مثلاً: أتدرون ما الغيبة؟ صحابہؓ

کہتے: اللہ ورسولہ أعلم، اللہ اوراس کے رسول کو بہتر معلوم ہے۔ پھر آپ جواب ارشاد فرماتے۔ اس طرح یہ چیزیں صحابہؓ کے ذہن میں نقش ہو جاتی تھیں۔

نحو کے مسائل طلبہ کے ذہن میں بٹھانے کے لئے مولانا فرید صاحب کی یہ کوشش لائق تحسین ہے۔ خود طلبہ بھی اس سے نحو میں مہارت پیدا کر سکتے ہیں اور اساتذہ بھی ان سوالات کے ذریعے بچوں کے ذہنوں میں نحو کے قواعد راسخ کر سکتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہر سبق پڑھانے کے بعد اس سبق سے متعلق سوالات طلبہ کو دے دیے جائیں اور یہ تاکید کی جائے کہ دوسرے دن ان سوالات کے جوابات لکھ کر دکھائیں، یا لکھنے کی بجائے انھیں یاد کرنے کا حکم دیا جائے۔ اسی طرح صرف ونحو کے مقابلے بھی کرائے جاسکتے ہیں۔ نحو کے مسائل کے سلسلے میں اس کتاب سے تیاری کرنے کا مشورہ دیا جاسکتا ہے۔ یہ مقابلے درجے کی سطح پر بھی کرائے جاسکتے ہیں، مدرسے کی سطح پر بھی، اور شہر وصوبے کی سطح پر بھی۔ اس طرح کے مقابلے طلبہ کی تعلیمی بیداری میں بہت بڑا کردار ادا کریں گے۔

آج اسکولوں میں پہلی کلاس کی سطح سے ہی تمام تعلیمی مضامین، انگریزی، سائنس، حساب، عام معلومات میں صوبائی سطح پر مقابلے ہوتے ہیں۔ ان مقابلوں کو Olympiad کا نام دیا جاتا ہے۔ اس میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ پورے صوبے میں پہلی کلاس میں سائنس میں اول کون رہا، سیکنڈ پوزیشن کس نے حاصل کی اور سوم کون آیا، یہی حال دوسرے درجوں اور دوسرے تعلیمی مضامین انگریزی، حساب وغیرہ کا ہوتا ہے۔ مقابلوں کے نتائج جب آتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ فلاں اسکول کے فرسٹ کلاس کا بچہ پورے یوپی میں حساب میں فرسٹ آیا ہے، اور فلاں اسکول کا فلاں بچہ سائنس میں فرسٹ آیا ہے۔ اس طرح پہلی کلاس ہی سے مقابلہ کا مزاج بنا دیا جاتا ہے۔ ہمارے مدارس میں صرف لے دے کر بس تقریر، مقالہ نویسی، نعت خوانی کے ہی مقابلے ہوتے ہیں۔ ہمارے مدارس آخر ہر درجے کی سطح پر فقہ، حدیث، تفسیر، عربی ادب، صرف ونحو کے مقابلے کیوں نہیں کراتے؟۔

تذکرہ آیا ہے تو عرض کر دوں کہ عصری مدارس میں ہائی اسکول کے بعد اگر آپ انٹرمیڈیٹ کرنا چاہیں اور سائنس کو بطور مضمون لینا چاہیں تو مقابلے میں بیٹھنا پڑتا ہے۔ پھر بارہویں کرنے کے بعد ڈاکٹری یا انجینئرنگ کرنا چاہیں تو یہاں بھی مقابلے کا سامنا ہوتا ہے۔ اگر آپ ڈاکٹر بن گئے اور MD کرنا چاہیں تو یہاں بھی مقابلے میں بیٹھنا پڑتا ہے۔ ان مقابلوں کی وجہ سے محنت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور صلاحیت مند افراد وجود میں آتے ہیں۔ ہمارے یہاں ان مقابلوں کا کوئی وجود نہیں ہے، اور اس کے بہت سے اسباب ہیں، جن کے سلسلے میں ہمارے ارباب مدارس معذور ہیں؛ لیکن کم از کم طلبہ کے

درمیان ہر درجے کی سطح پر صرف ونحو، فقہ وحدیث کے مقابلے تو کرائے جاسکتے ہیں۔ اللہ کرے کہ اس سلسلے میں بیداری پیدا ہو اور کوئی صاحب اٹھ کھڑے ہوں۔ اگر ایسا ہو جائے تو ایک تعلیمی انقلاب کی ابتدا ہوگی۔

ہمارے مدرسۃ العلوم الاسلامیہ علی گڑھ میں صرف ونحو کوئز کی ابتدا کی جا چکی ہے۔ دو سال پہلے بھی یہاں مدرسے کی سطح پر دوسرے مقابلوں کے ساتھ ساتھ صرف ونحو کا مقابلہ کرایا گیا تھا۔ اب پھر ۱۲، ۱۳، مارچ ۲۰۱۵ء میں مدرسے کے ذمہ داران صوبائی سطح پر بھی یہ مقابلے منعقد کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ تمام مدارس اس طرح کے مقابلے کرائیں۔ ان شاء اللہ اس طرح کے مقابلوں میں نحو کی تیاری میں یہ کتاب بہت مددگار ثابت ہوگی، نیز ضرورت ہے کہ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول حدیث اور اصول فقہ کے بھی کوئز کے طرز پر مقابلے ہوں اور ان مضامین کے لئے بھی اس طرز کی کتابیں لکھی جائیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافع ومقبول اور مصنف ومرتب کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین!

۲۵ر فروری ۲۰۱۵ء

محمد غزالی ندوی

ڈائریکٹر: امام بخاری ریسرچ اکیڈمی، علی گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمے کا بیان

سوال: کلمے کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: کلمے کی تین قسمیں ہیں: اسم، فعل اور حرف۔

سوال: یہ کیسے پتہ چلا کہ کلمے کی صرف تین ہی قسمیں ہیں؟

جواب: کلام عرب کے ماہرین نے عربوں کی گفتگو اور بول چال کا خوب گہرائی سے جائزہ لیا تو انہیں صرف یہی تین قسمیں نظر آئیں۔ اگر کوئی قسم اور ہوتی تو ضرور وہ اس سے بھی واقف ہو جاتے۔

اسم کا بیان

سوال: اسم کی کتنی اور کیا علامتیں ہیں؟

جواب: اسم کی تین علامتیں ہیں: الف لام، تنوین اور مسند الیہ ہونا۔

معرب اور مبنی کا بیان

سوال: اعراب و بناء کے اعتبار سے اسم کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: معرب اور مبنی۔

سوال: مبنی کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مبنی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے آخر پر عامل کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے؛ بلکہ وہ ایک ہی حالت میں رہتا ہے۔

سوال: معرب کا کیا مطلب ہے؟

جواب: معرب وہ ہے جس کے آخر پر عامل کا اثر پڑتا ہے۔ اسی وجہ سے جیسے جیسے عامل بدلتا ہے، ویسے ویسے معرب کا آخر بھی بدلتا رہتا ہے۔

سوال: اگر تبدیلی کلمے کے آخر میں نہ ہو؛ بلکہ درمیان میں ہو تو کیا ایسے کلمے کو بھی معرب کہا جائے گا؟

جواب: نہیں۔ معرب ہونے کے لئے تبدیلی کلمے کے آخر میں ہونا چاہیے۔

سوال: اگر تبدیلی تو آخر میں ہو رہی ہو، مگر وہ کسی عامل کی وجہ سے نہ ہو، تو کیا اسے بھی معرب کہیں گے، جیسے "حیث" کی 'ث' پر ضمہ بھی پڑھ سکتے ہیں، فتحہ بھی اور کسرہ بھی، چاہے عامل ایک ہی ہو؟

جواب: نہیں، "حیث" معرب نہیں؛ بلکہ مبنی ہوگا؛ کیوں کہ یہ تبدیلی کسی عامل کی وجہ سے نہیں ہے۔ اور معرب ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ تبدیلی عامل کی وجہ سے ہو۔

سوال: مبنی کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: مبنی کی چار قسمیں ہیں: مبنی علی الکسر، مبنی علی الضم، مبنی علی الفتح اور مبنی علی السکون۔

مبنی علی الکسر کا بیان

سوال: مبنی علی الکسر کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: متفق علیہ اور مختلف فیہ۔

سوال: متفق علیہ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: متفق علیہ کا مطلب ہے کہ سارے ہی اہل عرب اُس کلمے کو مبنی علی الکسر پڑھتے ہوں، جیسے هؤلاءِ۔

سوال: مختلف فیہ کا مطلب کیا ہے؟

جواب: مختلف فیہ کا مطلب یہ ہے کہ کچھ اہل عرب اُس کلمے کو مبنی علی الکسر پڑھتے ہوں اور کچھ معرب پڑھتے ہوں، جیسے: حذامِ، قطامِ اور فعالِ کے وزن پر آنے والے مؤنث اعلام۔

سوال: فعالِ کے وزن پر آنے والے مؤنث اعلام کے بارے میں کن لوگوں کے درمیان اختلاف ہے؟

جواب: اہل حجاز اور بنو تمیم کے درمیان۔

سوال: اہل حجاز کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل حجاز اس طرح کے تمام اعلام کو مبنی علی الکسر پڑھتے ہیں، جیسے: جاء تنی حذامِ، رأیت حذامِ، مررت بحذامِ۔ شاعر نے کہا ہے ؎

(۱) فلو لا المزعجات من اللیالی — لما ترک القطا طیب المنام

إذا قالت حذامِ فصدقوها — فإن القول ما قالت حذامِ

اس شعر میں "حذامِ" کو دونوں جگہ مجرور پڑھا گیا ہے، باوجود اس کے کہ دونوں جگہ فاعل ہے۔

سوال: بنو تمیم کی کیا رائے ہے؟

جواب: بنوتمیم کے لوگوں میں اس بارے میں خود دو گروہ ہو گئے ہیں۔

سوال: بنوتمیم کے دونوں گروہوں کی کیا رائے ہے؟

جواب: ایک گروہ مذکورہ اعلام کو غیر منصرف کا اعراب دیتا ہے۔

سوال: دوسرا گروہ کیا کہتا ہے؟

جواب: اس کا کہنا یہ ہے کہ اگر فعالِ کے وزن پر آنے والا علم ایسا ہے جس کا آخری حرف ''ر'' ہے، تب تو مبنی علی الکسر ہوگا جیسے وبارِ، ورنہ غیر منصرف ہوگا، جیسے حذامِ ، قطامِ۔

سوال: أمسِ کا کیا قاعدہ ہے؟

جواب: أمسِ کبھی تو زمانۂ گذشتہ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، اس وقت یہ معرب ہوتا ہے اور اس پر ''ال'' بھی داخل ہوتا ہے، اور کبھی گذشتہ کل کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور اکثر اسی معنی میں مستعمل ہے۔ بہرحال جب اسے گذشتہ کل کے معنی میں استعمال کیا جائے، تو اس کے اعراب کے بارے میں اختلاف ہے۔

سوال: أمسِ کے بارے میں نحویین کا کیا اختلاف ہے؟

جواب: اہل حجاز اسے مبنی علی الکسر پڑھتے ہیں، جیسے: مضی أمسِ، اعتكفت أمسِ، ما رأيته مذ أمسِ۔

شاعر نے کہا ہے ۔

(۲) منع البقاء تقلب الشمس وطلوعها من حيث لا تمسی
وطلوعها حمراء صافيةً وغروبها صفراء كالورس
اليوم أعلم ما يجیء به ومضی بفصل قضاء ه أمس

سوال: أمسِ کے بارے میں بنوتمیم کی کیا رائے ہے؟

جواب: بنوتمیم میں سے کچھ اس کو غیر منصرف کا اعراب دیتے ہیں، جیسے: مضیٰ أمسُ، اعتكفت أمسَ، ما رأيته مذ أمسَ۔

شاعر نے کہا ہے۔

(۳) لقد رأيت عجباً مذ أمسا عجائزاً مثل السعالی خمسا
يأكلن ما فی رحلهن همسا لا ترك الله لهم ضرساً
ولا لقين الدهر إلا تعساً

اوران میں سے کچھ حالت رفعی میں ضمہ کا اعراب دیتے ہیں اور حالت نصبی وجری میں مبنی علی الکسر مانتے ہیں۔

سوال: أمس کے بارے میں زجّاجی کی کیا رائے ہے؟

جواب: زجاجی کہتے ہیں کہ بعض اہل عرب اسے مبنی علی الفتح بھی پڑھتے ہیں۔

سوال: کیا یہ بات درست ہے؟

جواب: نہیں۔صحیح بات یہ ہے کہ اسے مبنی علی الفتح کوئی نہیں پڑھتا۔

مبنی علی الفتح کا بیان

سوال مبنی علی الفتح کب ہوتا ہے؟

جواب: أحد عشر سے تسعة عشر تک، سوائے اثنا عشر کے۔

سوال: اثنا عشر مبنی علی الفتح ہے یا معرب، اگر معرب ہے تو اس پر کیا اعراب آتا ہے؟

جواب: یہ معرب ہے، اور اس پر تثنیہ کا اعراب آتا ہے۔

مبنی علی الضم کا بیان

سوال: قبلُ اور بعدُ کی کتنی حالتیں ہیں؟

جواب: ان دونوں کی چار حالتیں ہیں، تین میں معرب ہوتے ہیں اور ایک میں مبنی علی الضم۔

سوال: معرب والی پہلی حالت کیا ہے؟

جواب: دونوں مضاف ہوں اور مضاف الیہ لفظاً موجود ہو، اس صورت میں اگر ان سے پہلے حرف جر ہوگا تو یہ مکسور ہوں گے، جیسے: من بعد ما أهلكنا القرون الأولى ، ورنہ ظرفیت کی بنیاد پر منصوب ہوں گے، جیسے: كذبت قبلهم قوم نوح۔

سوال: معرب والی دوسری حالت کیا ہے؟

جواب: یہ کہ مضاف الیہ کو حذف کر دیا جائے اور ذہن میں اس کے لفظ کو موجود مانا جائے، اس صورت میں بھی اوپر ذکر کیے گئے دونوں اعراب دیے جاسکتے ہیں؛ البتہ اس صورت میں تنوین نہیں آسکتی؛ کیوں کہ مضاف الیہ اگرچہ لفظاً موجود نہیں، مگر نیۃً موجود ہے، اور مضاف پر تنوین نہیں آتی ہے، جیسے

(۴) ومن قبل نادىٰ كل مولىً قرابةً فما عطفت مولىً عليه العواطف

سوال: معرب والی تیسری حالت کیا ہے؟

جواب: یہ کہ قبلُ اور بعدُ اضافت سے خالی ہوں اور مضاف الیہ کو نیۃً موجود نہ مانا جائے، اس صورت میں بھی دونوں اعراب دیے جاسکتے ہیں اور اب تنوین بھی دی جائے گی؛ کیوں کہ اس وقت ان کی حیثیت اسم تام کی ہوگی، اور اسم تام اگر مضاف نہ ہو تو اس پر تنوین آتی ہے۔ جیسے

(۵) فساغ لی الشراب وكنت قبلاً أكاد أغصّ بالماء الفرات

سوال: مبنی علی الضم والی حالت کونسی ہے؟

جواب: یہ کہ مضاف الیہ کو حذف کردیا جائے اور اس کے مفہوم کو تو ملحوظ رکھا جائے، مگر کسی خاص لفظ کو نہیں۔ اس صورت میں یہ کلمات مبنی علی الضم ہوں گے، جیسے لله الأمر من قبلُ ومن بعدُ۔

سوال: قبل اور بعد کی طرح اور کن الفاظ پر یہ اعراب آتا ہے؟

جواب: شش جہات پر دلالت کرنے والے اسماء، اور أولُ، دونُ، وراءُ وغیرہ پر۔ جیسے شاعر نے کہا ہے

(٦) لعمرك ما أدری وإنی لأوجل علیٰ أینا تغدو المنية أول

(٧) إذا أنا لم أومن عليك ولم يكن لقاؤك إلا من وراء وراء

مبنی علی السکون کا بیان

سوال: مبنی علی السکون کی مثال کیا ہے؟

جواب: کمْ، مَنْ وغیرہ، جیسے: جاءنی منْ قام، رأیت منْ قام، مررت بمنْ قام، تینوں حالتوں میں "منْ" ساکن ہے، اسی طرح کہا جائے گا: کمْ مالُك، کمْ عبداً ملکت، بکمْ درهمٍ اشتریت۔

سوال: ان تینوں حالتوں میں "کمْ" کا محل اعراب کیا ہے؟

جواب: پہلی مثال میں مرفوع ہے۔ امام سیبویہ کے نزدیک مبتدا ہونے کی وجہ سے اور امام اخفش کے نزدیک خبر ہونے کی وجہ سے۔ دوسری مثال میں منصوب ہے اور تیسری مثال میں مجرور ہے، مگر مبنی ہونے کی وجہ سے ہر حالت میں اس پر سکون ہی ہے۔

فعل ماضی کا بیان

سوال: فعل کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین: ماضی، مضارع اور امر۔

سوال: ماضی کی کیا علامت ہے؟

جواب: ماضی کی علامت یہ ہے کہ اس پر تاء تانیث ساکنہ آسکتی ہو، جیسے قام سے قامتْ۔

سوال: ماضی معرب ہوتا ہے یا مبنی؟

جواب: مبنی ہوتا ہے اور تین حالتوں پر مبنی ہوتا ہے، اصلاً تو مبنی علی الفتح ہوتا ہے، مگر جب اس سے واؤ جمع لاحق ہو جائے تو ضمہ پر مبنی ہوتا ہے، جیسے: قَعَدُوْا، اور جب ضمیر مرفوع متحرک لاحق ہو جائے تو سکون پر مبنی ہوتا ہے، جیسے: قُمْتُ۔

سوال: نِعْمَ اور بِئْسَ اسم ہیں یا فعل؟

جواب: جمہور کے نزدیک یہ دونوں فعل ہیں، کوفیین اور فراء کے نزدیک یہ دونوں اسم ہیں۔

سوال: اسم کے قائلین کی کیا دلیل ہے؟

جواب: ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں کلموں پر اہل عرب حرف جر داخل کرتے ہیں، اور حرفِ جر صرف اسم پر داخل ہوتا ہے۔ ان دونوں پر حرف جر داخل ہونے کی مثال بعض اہل عرب کا یہ قول ہے: واللہ ما ھی بنعم الولد، اور نعم السیر علی بئس العیر۔ ان دونوں جملوں میں نعم اور بئس دونوں پر حرف جر داخل ہوا ہے۔

سوال: جمہور نحویین اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

جواب: جمہور کہتے ہیں کہ حرف جر دراصل ان دو کلموں پر داخل نہیں ہوا ہے؛ بلکہ یہاں جملے کا کچھ حصہ محذوف ہے، پوری عبارت اس طرح ہے، واللہ ما ھی بولد مقول فیہ نعم الولد۔ ”ولد“ اور ”مقول فیہ“ موصوف صفت کو حذف کر دیا گیا اور ان دونوں کی جگہ صفت کے معمول ”نعم الولد“ کو رکھ دیا گیا، تو دراصل حرف جر موصوف ”ولد“ پر داخل ہوا ہے نہ کہ نعم پر۔ یہی تاویل دوسرے جملے میں بھی ہے، اس کی تقدیر ہے: نعم السیر علی عیر مقول فیہ بئس العیر، یہ بالکل ایسا ہی ہے، جیسے شعر ؎

(۸) واللہ ما لیلی بنام صاحبہ ولا مخالط اللیان جانبہ

میں ”واللہ ما لیلی بنام صاحبہ“ میں ”نام“ پر حرف جر داخل کیا ہے، مگر کسی کے نزدیک بھی ”نام“ اسم نہیں ہے؛ کیوں کہ یہاں بھی دراصل حرف جر کسی اور لفظ پر داخل ہے، جسے حذف کر دیا گیا ہے، تقدیر ہے: واللہ ما لیلی بلیل مقول فیہ نام صاحبہ۔

سوال: لیس کے بارے میں نحویین کیا کہتے ہیں؟

جواب: امام فارسی نے لیس کو ما نافیہ کی طرح حرف نفی مانا ہے، ابو بکر بن شقیر کی بھی یہی رائے ہے۔

سوال: عسی کے بارے میں کیا اختلاف ہے؟

جواب: کوفیین کے نزدیک یہ لعل کی طرح حرف ترجی ہے، ابن السراج بھی یہی کہتے ہیں۔

سوال: ان چاروں کلمات کے بارے میں جمہور نحویین کیا کہتے ہیں؟

جواب: جمہور کے نزدیک یہ چاروں افعال ہیں۔

سوال: جمہور کی کیا دلیل ہے؟

جواب: جمہور کی دلیل یہ ہے کہ ان چاروں کلمات پر تاء تانیث ساکنہ داخل ہوتی ہے، حدیث شریف میں ہے "من توضأ یوم الجمعة فبها ونعمت" اور اہل عرب کا قول ہے "بئست المرأة حمالة الحطب" اور کہا جاتا ہے: "لیست هند مفلحة"۔ "عست هند أن تتزوج"۔

امر کا بیان

سوال: امر کی کیا پہچان ہے؟

جواب: جس فعل میں طلب کے معنی پائے جائیں اور وہ یائے مخاطبہ کو قبول کر سکے، وہ امر ہے۔

سوال: اگر کوئی کلمہ طلب کے معنی پر تو دلالت کرتا ہو؛ لیکن یائے مخاطبہ اس پر داخل نہ ہو سکتی ہو جیسے صَهْ، مَهْ وغیرہ تو کیا اس کو امر کہا جائے گا؟

جواب: نہیں۔

سوال: اور اگر کسی کلمہ میں یائے مخاطبہ لگی ہو، مگر اس میں طلب کے معنی نہ پائے جاتے ہوں، جیسے: "تقومین" تو کیا اسے امر مانا جائے گا؟

جواب: نہیں۔ امر وہی ہوتا ہے جس میں یہ دونوں باتیں پائی جائیں: ایک طلب کے معنی، اور دوسرے یاء مخاطبہ کو قبول کرنا۔

سوال: امر مبنی ہوتا ہے یا معرب؟

جواب: امر مبنی ہوتا ہے اور اس کی کئی قسمیں ہیں۔ اصلاً تو امر مبنی علی السکون ہوتا ہے، جیسے اضربْ، اذھبْ؛ لیکن اگر اس کے آخر میں حرف علت ہو تو آخری حرف کے حذف پر مبنی ہوتا ہے، جیسے: اغزُ، اخشَ، ارمِ، اور اگر امر تثنیہ یا جمع مذکر حاضر یا واحد مؤنث حاضر کا صیغہ ہو تو نون کے

حذف پر مبنی ہوتا ہے، جیسے: قوما، قوموا، قومی۔

سوال: امر کے مبنی ہونے کے اعتبار سے کتنے حالات ہوئے؟

جواب: تین: مبنی علی السکون، مبنی علی حذف الحرف الاخیر، اور مبنی علی حذف النون۔

هَلُمَّ، هَاتِ اور تَعَالَ کا بیان

سوال: هلمّ کے بارے میں نحویین کی کیا رائے ہے؟

جواب: اس سلسلے میں بنو تمیم اور اہل حجاز کا اختلاف ہے۔

سوال: اہل حجاز کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل حجاز کہتے ہیں کہ هلمّ اسم فعل ہے، اور ہمیشہ اسی شکل میں رہتا ہے، مسند الیہ کے (صیغوں کے) اعتبار سے تثنیہ یا جمع نہیں آتا ہے، جیسے: والقائلین لإخوانهم هلمّ إلینا، قل هلمّ شهداء کم۔ دونوں جگہ جمع کے لیے هلمّ واحد ہی آیا ہے۔

سوال: ان حضرات کی دلیل کیا ہے؟

جواب: کہتے ہیں کہ اگر چہ یہ کلمہ طلب کے معنی پر دلالت کرتا ہے، مگر اس پر یائے مخاطبہ نہیں آتی ہے، اور امر ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس پر یائے مخاطبہ آسکتی ہو۔

سوال: بنو تمیم کیا کہتے ہیں؟

جواب: کہتے ہیں کہ هلمّ فعل امر ہے۔

سوال: بنو تمیم کی کیا دلیل ہے؟

جواب: ان کے نزدیک چونکہ هلمّ واحد، تثنیہ، جمع، اور مذکر و مؤنث تمام صیغوں کو قبول کرتا ہے، جیسے: هلم، هلموا، هلمی، هلممن وغیرہ، تو یہ حضرات کہتے کہ اس کے اندر طلب کے معنی بھی ہیں اور یہ یائے مخاطبہ بھی قبول کرتا ہے، اس وجہ سے یہ امر ہے۔

سوال: قرآن سے کس کے قول کی تائید ہوتی ہے؟

جواب: اہل حجاز کے قول کی؛ کیوں کہ قرآن میں هلمّ ایک ہی صیغے سے استعمال ہوا ہے، اس پر تثنیہ، جمع وغیرہ کی علامتیں نہیں داخل ہوئی ہیں، مثالیں اوپر گذر چکی ہیں۔

سوال: هلمّ لازم ہے یا متعدی؟

جواب: دونوں طرح سے مستعمل ہے، قرآن کی مذکورہ دو آیتوں میں سے ایک میں لازم استعمال

ہوا ہے اور ایک میں متعدی۔

سوال: ھاتِ اور تعالَ اسم فعل ہیں یا امر؟

جواب: بعض نحویوں نے ان دونوں کو بھی اسم فعل شمار کیا ہے، مگر صاحب کتاب کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ یہ دونوں فعل امر ہیں؛ کیوں کہ دونوں میں طلب کے معنی بھی پائے جاتے ہیں اور دونوں یائے مخاطبہ کو بھی قبول کرتے ہیں، کہا جاتا ہے: ھاتِی، تعالَی۔

سوال: ھاتِ کی ''ت'' پر کیا اعراب آتا ہے؟

جواب: ہمیشہ مکسور ہوتی ہے، سوائے اس کے کہ جمع مذکر کا صیغہ ہو تو مضموم ہوتی ہے، قرآن میں ہے: قل ھاتُوا برھانکم۔

سوال: تعالَی کی ''ل'' پر کیا اعراب آتا ہے؟

جواب: ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے، خواہ کوئی بھی صیغہ ہو، قرآن میں ہے: قل تعالَوا أتل، اور فتعالَینَ أمتعکن۔

سوال: ایک شاعر نے کہا ہے ؎

(۹) تعالِی أقاسمك الھموم تعالِی

اس میں دونوں جگہ لام کو مکسور استعمال کیا ہے؟

جواب: قاعدے کے خلاف ہونے کی وجہ سے نحویین نے اس شعر کو غلط بتایا ہے۔

مضارع کا بیان

سوال: مضارع کی کیا علامت ہے؟

جواب: مضارع کی علامت یہ ہے کہ اس پر ''لم'' کا داخل ہونا صحیح ہو، اور حروف مضارع میں سے کوئی ایک حرف بھی اس کے شروع میں ہو۔

سوال: شروع کے اعتبار سے مضارع کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کہ مضارع کا ابتدائی حرف کبھی مضموم ہوتا ہے اور کبھی مفتوح۔

سوال: مضموم کب ہوتا ہے؟

جواب: جس فعل کا ماضی چار حرفی ہو تو اس کے مضارع کا ابتدائی حرف مضموم ہوتا ہے، جیسے: دحرج سے یدحرج، أکرم سے یکرم۔

سوال: مضارع کا ابتدائی حرف مفتوح کب ہوتا ہے؟

جواب: جب ماضی تین حرفی یا چار سے زیادہ ہو، چار حرفی نہ ہو، جیسے: ضرب سے یضرب اور استخرج سے یستخرج۔

سوال: آخر کے اعتبار سے مضارع کا کیا حکم ہے؟

جواب: آخر کے اعتبار سے مضارع کی تین حالتیں ہیں: کبھی مبنی علی السکون ہوتا ہے، کبھی مبنی علی الفتح اور کبھی معرب ہوتا ہے۔

سوال: مضارع مبنی علی السکون کب ہوتا ہے؟

جواب: جب مضارع سے جمع مؤنث کا نون ملا ہو، (یعنی مضارع جمع مؤنث حاضر یا جمع مؤنث غائب کا صیغہ ہو) تو مضارع کا آخری حرف مبنی علی السکون ہوگا، جیسے: یقمن، تقمن، قرآن میں ہے، والوالدات یرضعن، والمطلقات یتربصن۔

سوال: مضارع مبنی علی الفتح کب ہوتا ہے؟

جواب: جب مضارع کے آخر سے نون تاکید لفظاً اور حقیقۃً ملا ہوا ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ دیکھنے میں تو نون ملا ہوا لگے، مگر حقیقت میں دونوں کے درمیان کوئی اُور حرف ہو جو حذف ہوگیا ہو۔ اگر ایسا ہوا تو مضارع معرب ہوگا۔ پس اگر حقیقۃً اور لفظاً دونوں طرح اس کے آخر سے نون تاکید ملا ہوا ہو تو مضارع مبنی علی الفتح ہوگا، جیسے: کلا لینبذن۔

سوال: مضارع معرب کب ہوتا ہے؟

جواب: مذکورہ دونوں حالتوں کے علاوہ مضارع معرب ہوتا ہے۔

سوال: معرب ہونے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس پر لم آجائے تو مجزوم ہو جائے، اور اگر لن وغیرہ آجائے تو مفتوح ہو جائے، اور دونوں سے خالی ہو تو مرفوع ہو، جیسے: یقوم۔ لن یقوم۔ لم یقم۔

حرف کا بیان

سوال: حرف کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس میں اسم اور فعل کی علامتیں نہ ہوں، جیسے: ھل، بل۔

مختلف فیہ حروف کا بیان

سوال: کچھ حروف ایسے ہیں جن کے حرف ہونے نہ ہونے کے بارے میں نحویین کا اختلاف ہے، وہ

کون سے حروف ہیں؟

جواب: وہ چار ہیں: إذما، مهما، ما مصدریہ اور لمّا رابطہ۔

سوال: إذما کے بارے میں کیا اختلاف ہے؟

جواب: سیبویہ وغیرہ کے نزدیک یہ حرف ہے اور إن شرطیہ کی طرح ہے۔ مبرّد اور ابن السرّاج کے نزدیک یہ اسم ہے اور متیٰ کی طرح ظرف زمان ہے، اور إذما کے معنی متیٰ کے ہیں۔

سوال: مبرد اور ابن السراج کی کیا دلیل ہے؟

جواب: یہ دونوں کہتے ہیں کہ "ما" کے داخل ہونے سے پہلے "إذ" اسم تھا، لہذا اب بھی اسم ہی رہنا چاہیے؛ کیوں کہ تبدیلی کا نہ ہونا ہی اصل ہے، اور تبدیلی کے پائے جانے کی کوئی دلیل نہیں۔

سوال: سیبویہ وغیرہ کی طرف سے اس کا کیا جواب دیا گیا ہے؟

جواب: یہ حضرات جواب میں کہتے ہیں کہ تبدیلی تو ہو چکی ہے؛ کیوں کہ ما کے داخل ہونے سے پہلے إذ ماضی کے لئے تھا اور اب مستقبل کے معنی پر دلالت کر رہا ہے، لہذا تبدیلی تو ہو چکی ہے۔

سوال: مهما کے بارے میں کیا اختلاف ہے؟

جواب: جمہور کے نزدیک اسم ہے اور سہیلی اور ابن یسعون کے نزدیک حرف ہے۔

سوال: جمہور کی کیا دلیل ہے؟

جواب: قرآن کی آیت "مهما تأتنابه من آيةٍ" میں به کی "ہ" ضمیر مهما کی طرف لوٹ رہی ہے اور ضمیر صرف اسم کی طرف ہی لوٹتی ہے۔

سوال: سہیلی اور ابن یسعون کی کیا دلیل ہے؟

جواب: زہیر کا یہ شعر۔

(۱۰) مهما تكن عندامرئ من خليقة وإن خالها تخفى على الناس تُعلم

ان دونوں حضرات کے نزدیک اس شعر کی توجیہ کچھ اس طرح ہے کہ "خليقة" تکن کا اسم ہے اور من زائدہ ہے، اس طرح تكن ضمیر سے خالی ہے اور یہ "ت" مؤنث کی علامت ہے جو خليقة کی وجہ سے آئی ہے۔

سوال: مذکورہ شعر میں ان دونوں حضرات کے نزدیک مهما کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: دونوں کہتے ہیں کہ مهما کی اعراب میں کوئی جگہ نہیں، اسی وجہ سے یہ حرف ہے، اور اعراب میں جگہ اس وجہ سے نہیں کہ مهما اس شعر میں صرف مبتدا ہی بن سکتا تھا، مگر یہاں یہ بھی

ممکن نہیں؛ کیوں کہ اگر اسے مبتدا مانیں تو بعد والا جملہ اس کی خبر ہوگا، اور جب جملہ خبر بنتا ہے تو کسی رابط کا ہونا ضروری ہوتا ہے جو خبر کو مبتدا سے جوڑ سکے، اور یہاں جملے میں کوئی رابط ہے نہیں۔ اور جب یہ مبتدا بھی نہیں بن سکتا تو اس کا کوئی محل اعراب بھی نہیں۔

سوال: جمہور ان دونوں کی مذکورہ دلیل کا کیا جواب دیتے ہیں اور شعر کی توجیہ کس طرح کرتے ہیں؟

جواب: جمہور فرماتے ہیں کہ تکن میں جو "ت" ہے، وہ تانیث کی علامت نہیں؛ بلکہ ضمیر مستتر ہے، اور تکن کا اسم ہے۔ "من خليقة" مهما کی تفسیر ہے، جیسے "ماننسخ من آية "میں" من آية" "ما" کی تفسیر ہے۔ اور مهما مبتدا ہے اور بعد والا جملہ خبر۔ (اس طرح تکن میں ایک ضمیر ہے جو خبر کو مبتدا سے جوڑ رہی ہے)۔

سوال: ما مصدریہ کے بارے میں کیا اختلاف ہے؟

جواب: سیبویہ کے نزدیک أن مصدریہ کی طرح حرف ہے، جب کہ اخفش اور ابن السراج کے نزدیک "الذی" موصولہ کی طرح اسم ہے جو حدث یعنی مصدری معنی پر دلالت کرتا ہے۔

سوال: ما مصدریہ کی کوئی مثال قرآن سے پیش کیجئے؟

جواب: ودّوا ما عنتّم"۔ یہ ودوا عنتكم کے معنی ہے۔

سوال: کوئی شعر بھی پیش کیجیے؟

جواب: (۱۱) یسر المرء ما ذهب الليالى وكان ذهابهن له ذهاباً

اس میں ما ذهب الليالى "ذهاب الليالى" کے معنی میں ہے۔

سوال: مذکورہ دونوں مثالوں کی یہ توجیہ تو سیبویہ کے مطابق ہوئی۔ اخفش اور ابن السراج کے نزدیک ان کی توجیہ کیا ہوگی؟

جواب: آیت کے معنی ہوں گے "ودّوا العنت الذی عنتموه" اور شعر کے معنی ہوں گے: یسر المرء الذی ذهبه الليالى۔

سوال: اخفش اور ابن السراج کی مذکورہ توجیہ پر کیا اعتراض کیا گیا ہے؟

جواب: ان دونوں حضرات کے نزدیک ما مصدریہ "الذی" کی طرح ہے، اور ظاہر ہے کہ جب ایسا ہے تو اس کے صلہ میں ایک ضمیر کی بھی ضرورت پڑے گی، اب مشکل یہ ہے کہ ہر جگہ اس طرح کی ضمیر نہیں لائی جاسکتی، جیسے: أعجبنى ماقعدته اور أعجبنى ما قمته نہیں کہا جاسکتا۔

سوال: اس میں کیا خرابی ہے؟

جواب: اصل خرابی تو یہ ہے کہ اہل عرب سے ایسا سنا نہیں گیا، اگر یہ صحیح ہوتا تو ضرور سنا گیا ہوتا، اور ایک خرابی یہ بھی ہے کہ قیام اور قعود لازم ہیں، ایسی صورت میں ان کے لئے مفعول کی ضمیر آئے گی، جب کہ لازم کا نہ مفعول آتا ہے اور نہ ہی اس پر دلالت کرنے والی کوئی ضمیر۔

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ "أعجبني ما قمته" تو نہیں سنا گیا ہے؛ لیکن "أعجبني ما قمت" سنا گیا ہے، تو ہوسکتا ہے کہ یہاں ضمیر حذف کردی گئی ہو؟

جواب: اصل یہ ہے کہ ضمیر مذکور ہو نہ کہ محذوف، اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ ضمیر حذف کردی گئی ہے۔ اور بغیر دلیل کے یہ بات قابل قبول نہیں۔

سوال: "لمّا" کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: لمّا کی تین قسمیں ہیں، لمّا نافیہ، لمّا ایجابیہ اور لمّا رابطہ۔

سوال: لمّا نافیہ کیا ہے؟

جواب: لم نافیہ کی طرح فعل مضارع کو جزم دیتا ہے، جیسے: لما يقض ما أمره۔

سوال: لمّا ایجابیہ کیا ہے؟

جواب: یہ إلا کے معنی میں آتا ہے، جیسے: عزمت عليك لما فعلت كذا، یعنی عزمت عليك إلا فعلت كذا، معنی ہیں: میں چاہتا ہوں کہ ضرور بالضرور تم ایسا کرو۔

سوال: لما رابطہ کیا ہے؟

جواب: جو دو جملوں کو جوڑتا ہے، اس طور پر کہ ایک کا وجود دوسرے کے وجود پر موقوف ہو، جیسے: لما جاء ني أكرمته، لمّا نے اکرام کے وجود کو آنے سے جوڑ دیا۔

سوال: لما رابطہ کے بارے میں نحویین کا کیا اختلاف ہے؟

جواب: سیبویہ کے نزدیک یہ حرف ہے، اور فارسی وغیرہ بعض نحویین کے نزدیک حين کے معنی میں اسم ظرف ہے۔

سوال: فارسی کی بات کا سیبویہ نے کیا جواب دیا ہے؟

جواب: سیبویہ کہتے ہیں کہ اسم کا کوئی نہ کوئی محل اعراب ضرور ہوتا ہے، مگر آیت "فلما قضينا عليه الموت ما دلهم" میں لما کا کوئی محل اعراب نہیں، جس سے ثابت ہوا کہ یہ حرف ہے۔

سوال: مذکورہ آیت میں لما کا کوئی محل اعراب کیوں نہیں؟

جواب: اس لئے کہ یہاں کوئی ایسا عامل نہیں جو لمّا میں عمل کر سکے۔

سوال: ''قضینا'' کو عامل بنانے میں کیا حرج ہے؟

جواب: جو لوگ لمّا کو حرف کہتے ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ لمّا اپنے مابعد کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ مذکورہ آیت میں لمّا مضاف ہوگا اور ''قضینا'' مضاف الیہ، اور یہ قاعدہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف میں عمل نہیں کرتا۔

سوال: دلّ کو عامل بنانے میں کیا حرج ہے؟

جواب: دلّ ما نافیہ کے بعد آرہا ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ ما نافیہ کے بعد والا عامل ما نافیہ کے ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ''دلّ'' کو عامل نہیں بنایا جا سکتا۔

سوال: حروف مبنی ہوتے ہیں یا معرب؟

جواب: تمام حروف مبنی ہوتے ہیں۔

کلام کی بحث

سوال: کلام کسے کہتے ہیں؟

جواب: کلام ''لفظ مفید'' کو کہتے ہیں۔

سوال: لفظ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایسی آواز جو بعض حروف پر مشتمل ہو، اور اگر کسی حرف کی آواز نہ نکلے؛ لیکن وہ کسی دوسرے ایسے لفظ کی تقدیر میں ہو، جس کی آواز نکلتی ہو، جیسے ''اذھب'' میں ضمیر پوشیدہ ہے، جس کی کوئی آواز ظاہر نہیں ہوتی؛ لیکن یہ ''أنت'' کی تقدیر میں ہے، اور ''أنت'' کی آواز نکلتی ہے، لہٰذا اس طرح کی ضمیر مستتر کو بھی لفظ کہا جائے گا۔

سوال: مفید سے کیا مراد ہے؟

جواب: جس پر اکتفا کرنا صحیح ہو اور جس سے پوری بات سمجھ میں آجائے، جیسے: قام زید۔

سوال: اگر کسی نے کوئی مفید جملہ لکھ دیا یا کسی کی طرف کھڑے ہونے کا صرف اشارہ کیا تو کیا یہ کلام ہوگا؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ دونوں صورتوں میں آواز نہیں پائی گئی، جب کہ کلام کے لئے آواز کا ہونا شرط ہے۔

کلام کی مختلف صورتیں

سوال: کلام کتنے کلموں سے مرکب ہوتا ہے؟

جواب: کم از کم دو سے اور زیادہ سے زیادہ پانچ سے۔

سوال: اس طرح کلام کے مرکب ہونے کی کل کتنی صورتیں ہوتی ہیں؟

جواب: چھ۔

سوال: کس طرح؟

جواب: اس طرح کہ کلام میں یا تو (۱) دو اسم ہوں گے، یا (۲) ایک فعل اور ایک اسم، یا (۳) دو جملے، یا (۴) ایک فعل اور دو اسم، یا (۵) ایک فعل اور تین اسم، یا (۶) ایک فعل اور چار اسم۔

سوال: جو کلام دو اسموں سے مرکب ہوتا ہے اس کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: چار: (۱) وہ دونوں اسم یا تو مبتدا خبر ہوں گے، جیسے: زید قائم، (۲) یا ایک اسم مبتدا ہوگا اور دوسرا اسم فاعل جو خبر کے قائم مقام ہوگا، جیسے: أقائم الزيدان، (۳) یا ایک اسم مبتدا ہوگا اور دوسرا اسم نائب فاعل جو خبر کے قائم مقام ہوگا، جیسے: أمضروب الزيدان، (۴) یا ایک اسم اسمِ فعل ہوگا اور دوسرا اس کا فاعل، جیسے: هيهات العقيق۔

سوال: جو کلام ایک فعل اور ایک اسم سے مرکب ہوگا اس کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) فعل کے ساتھ جو اسم ہے وہ فاعل ہو، جیسے: قام زيد (۲) وہ نائب فاعل ہو، جیسے: ضُرب زيد۔

سوال: جس کلام میں دو جملے ہوتے ہیں اس کی کتنی صورتیں ہوتی ہیں؟

جواب: اس کی بھی دو صورتیں ہیں: (۱) وہ دونوں جملے شرط اور جزاء ہوں، جیسے: إن قام زيد قمت، (۲) وہ دونوں جملے قسم اور جواب قسم ہوں، جیسے: أحلف بالله لزيد قائم۔

سوال: جو کلام ایک فعل اور دو اسموں سے مرکب ہوتا ہے اس کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: ایک: جیسے: كان زيد قائماً۔

سوال: جو کلام ایک فعل اور تین اسموں سے مرکب ہوتا ہے اس کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: ایک: جیسے: علمت زيداً فاضلاً۔

سوال: جو کلام ایک فعل اور چار اسموں سے مرکب ہوتا ہے اس کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: ایک: جیسے: أعلمت زيداً عمرواً فاضلاً۔

اعراب کا بیان

سوال: اعراب کسے کہتے ہیں؟

جواب: اعراب ایک اثر اور نشان ہوتا ہے جو عامل کی وجہ سے کسی کلمے کے آخر میں آتا ہے، کبھی تو یہ

نشان ظاہر ہوتا ہے اور نظر آتا ہے، اور کبھی یہ نشان تقدیری اور چھپا ہوا ہوتا ہے، جیسے :جاء زیدٌ، رأیت زیداً، مررت بزیدٍ میں عامل کی وجہ سے ''زید'' پر ایک اثر پڑ رہا ہے کبھی پیش کی شکل میں، کبھی زبر کی شکل میں، کبھی زیر کی شکل میں، اور نظر بھی آ رہا ہے۔ اور جیسے جاء الفتی، رأیت الفتی، مررت بالفتی، ان تینوں جملوں میں بھی عامل کی وجہ سے ''الفتی'' پر ایک اثر پڑ رہا ہے، مگر وہ نظر نہیں آ رہا ہے، یعنی وہ اثر تقدیری ہے، پہلے میں ضمہ مقدر ہے، دوسرے میں فتحہ اور تیسرے میں کسرہ۔

سوال: وہ اثر یعنی اعراب کتنی نوعیتوں کا ہوتا ہے؟

جواب: چار: رفع، نصب، جر اور جزم۔

سوال: ان چاروں نوعیتوں کے اعراب کی وہ کیا علامتیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ کونسی نوعیت کا اعراب ہے؟

جواب: وہ علامتیں دو قسم کی ہیں، کچھ اصلی علامتیں ہیں اور کچھ فروعی۔

سوال: اصلی علامتیں کیا ہیں؟

جواب: حالت رفعی کی علامت ضمہ، حالت نصبی کی علامت فتحہ، حالت جر کی علامت کسرہ اور حالت جزم کی علامت حرکت کا حذف ہونا ہے۔

سوال: فروعی علامتوں کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مطلب یہ کہ جیسے حالت رفعی کا پتہ ضمے سے اور حالت نصبی کا پتہ فتحہ سے چلتا ہے، مگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ضمے اور فتحے کے بجائے یہ پہچان کسی اور چیز سے ہوتی ہے، جیسے اسماء ستہ میں حالت رفعی کی پہچان ضمہ کے بجائے ''واؤ'' سے ہوتی ہے۔

وہ ابواب جن پر فروعی علامتیں آتی ہیں

سوال: فروعی علامتوں کے کتنے ابواب ہیں؟

جواب: فروعی علامتوں کے الگ الگ سات باب ہیں۔

پہلا باب: اسماء ستہ مکبّرہ

سوال: پہلا باب کونسا ہے جس پر فروعی علامتیں آتی ہیں؟

جواب: وہ چھ معتل اسماء ہیں جو مضاف ہوں، وہ یہ ہیں: أب، أخ، حم، ھن، فو اور ذو۔

سوال: ان کا کیا اعراب ہوتا ہے؟

جواب: حالت رفعی میں ضمے کی جگہ ''واؤ''، حالت نصبی میں فتحہ کی جگہ ''الف'' اور حالت جر میں کسرے کی جگہ ''یاء'' سے اعراب دیا جاتا ہے، مثال: جاء نی أبوه، رأیت أباه، مررت بأبیه۔

سوال: ان حروف کو مذکورہ اعراب دینے کے لئے کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: تین شرطیں ہیں۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: یہ اسماء مفرد ہوں۔

سوال: اگر یہ اسماء تثنیہ ہوں تو کیا اعراب آئے گا؟

جواب: تثنیہ ہونے کی صورت میں تثنیہ ہی کا اعراب آئے گا، جیسے: جاء نی أبوان، رأیت أبوین، مررت بأبوین۔

سوال: اگر یہ جمع تکسیر ہوں تو کیا اعراب آئے گا؟

سوال: ان کو اصل کے مطابق حرکت کے ذریعہ اعراب دیا جائے گا، یعنی حالت رفعی میں ضمہ، حالت نصبی میں فتحہ اور حالت جر میں کسرہ، مثال: جاء نی آباؤك، رأیت آبائَك، مررت بآبائِك۔

سوال: اگر یہ اسماء جمع صحیح ہوں تو کیا اعراب ہوگا؟

جواب: جمع صحیح کی صورت میں حالت رفعی میں واؤ اور حالت نصبی وجری میں ''ی'' کے ساتھ اعراب آئے گا، جیسے: جاء نی أبون، رأیت أبین، مررت بأبین۔

سوال: ان چھ اسماء میں سے کس کس کی جمع صحیح آتی ہے؟

جواب: صرف تین کی، أب، أخ اور حم۔

سوال: ان اسماء کو مذکورہ اعراب دینے کی دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: یہ اسماء مکبرہ ہوں، ان کی تصغیر نہ لائی گئی ہو۔

سوال: اگر ان کی تصغیر لائی گئی ہو تو کیا اعراب آئے گا؟

جواب: اعراب بالحرکت آئے گا، جیسے: جاء نی أبیُك، رأیت أبیَّك، مررت بأبیِّك۔

سوال: تیسری شرط کیا ہے؟

جواب: یہ مضاف ہوں، اور مضاف الیہ یاء متکلم نہ ہو۔

سوال: اگر مضاف نہ ہوں تو کیا اعراب آئے گا؟

جواب: اعراب بالحرکت آئے گا، جیسے: هذا أب، رأيت أباً، مررت بأبٍ۔

سوال: اگر یہ اسماء یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو کیا اعراب آئے گا؟

جواب: اس صورت میں اعراب بالحرکت آئے گا اور وہ مقدر ہوگا، یعنی ضمہ، فتحہ اور کسرہ نظر نہیں آئے گا، جیسے: هذا أبي، رأيت أبي، مررت بأبي۔

سوال: حم کے کیا معنی ہیں؟

جواب: ''حم'' عورت کے سسرالی رشتے داروں کو کہتے ہیں، جیسے شوہر کا باپ، اس کا چچا، اور اس کا چچازاد بھائی، گرچہ کبھی کبھی اس کا اطلاق بیوی کے رشتہ داروں پر بھی ہوتا ہے۔

سوال: ''هن'' کے کیا معنی ہیں؟

جواب: اس کے تین معنی بیان کئے گئے ہیں، (۱) یہ ہر چیز کے لئے اسم جنس کے طور پر استعمال ہوتا ہے، جیسے: فرس، رجل وغیرہ۔ (۲) جس چیز کو صراحۃً کہنے میں قباحت سمجھی جاتی ہے اس کے لئے کنایہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ (۳) خاص عورت کی شرمگاہ کے لئے آتا ہے۔

سوال: ''هن'' کو جب بغیر اضافت کے استعمال کیا جائے تو کیا اعراب ہوگا؟

جواب: اس کے تمام اخوات کی طرح اس کا لام کلمہ محذوف ہوگا اور اعراب بالحرکت آئے گا، آپ کہیں گے: هذا هنٌ، رأيت هناً، مررت بهن، جیسے کہتے ہیں: أعجبني غدٌ، رأيت غداً، مررت بغدٍ۔

سوال: اگر ''هن'' اضافت کے ساتھ استعمال ہو تو کیا اعراب آئے گا؟

جواب: اس سلسلے میں اختلاف ہے۔

سوال: کیا اختلاف ہے؟

جواب: جمہور عرب اضافت کی صورت میں بھی اس کا لام کلمہ حذف کر کے اعراب بالحرکت دیتے ہیں، جیسے: جاء هنُك، رأيت هنَك، مررت بهنِك، اور بعض اہل عرب أب اور أخ کے قاعدے کے مطابق استعمال کرتے ہیں اور اس کو تینوں حروف کے ذریعے اعراب دیتے ہیں، مثال: هذا هنوك، رأيت هناك، مررت بهنيك۔

سوال: کونسی لغت بہتر ہے؟

جواب: پہلی لغت فصیح ہے، دوسری بہت قلیل الاستعمال ہے، صرف امام سیبویہ نے اس کو ذکر کیا ہے، امام فرّاء اور زجاجی کو تو اس لغت سے واقفیت ہی نہیں ہو پائی، اسی وجہ سے ان دونوں نے اسے اسماء ستہ مکبرہ میں شمار ہی نہیں کیا ہے۔ ان کے نزدیک ان اسماء کی تعداد پانچ ہے۔

دوسرا باب: تثنیہ

سوال: تثنیہ پر کیا اعراب آتا ہے؟

جواب: حالت رفعی میں ضمہ کی جگہ الف اور حالت نصبی و جری میں فتحہ و کسرہ کی جگہ ''ی'' ماقبل مفتوح کے ذریعہ اعراب دیا جاتا ہے، جیسے: جاء نی الزیدان، رأیت الزیدین، مررت بالزیدین۔

سوال: نحویین نے تثنیہ کے اعراب پر کتنے الفاظ کو محمول کیا ہے؟

جواب: چار الفاظ کو: دو کو شرط کے ساتھ اور دو کو بغیر کسی شرط کے۔

سوال: وہ دو کون سے الفاظ ہیں جن پر شرط کے ساتھ تثنیہ کا اعراب آتا ہے؟

جواب: کلا اور کلتا۔

سوال: ان دونوں کو تثنیہ کا اعراب دینے کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: شرط یہ ہے کہ ان کی اضافت ضمیر کی طرف ہو، جیسے: جاء نی کلاھما، رأیت کلیھما، مررت بکلیھما، مؤنث کے لئے: جاء تنی کلتاھما، رأیت کلتیھما، مررت بکلتیھما۔

سوال: اگر ان کی اضافت اسم ظاہر کی طرف ہو تو کیا اعراب آئے گا؟

جواب: اس صورت میں ان کا اعراب ہر حالت میں الف کے ساتھ ہوگا، آپ کہیں گے: جاء کلا أخویك، رأیت كلا أخويك، مررت بكلا أخويك، اور مؤنث کے لیے جاء ت کلتا أختيك، رأیت کلتا أختيك، مررت بکلتا أختيك۔

سوال: جن دو لفظوں پر بغیر کسی شرط کے تثنیہ کا اعراب آتا ہے وہ کیا ہیں؟

جواب: اثنان اور اثنتان، ان پر ہر حال میں تثنیہ کا اعراب آئے گا، خواہ یہ بغیر اضافت کے استعمال ہوں جیسے: جاء نی اثنان واثنتان، رأیت اثنین واثنتین، مررت باثنین واثنتین، یا اسم ضمیر کی طرف مضاف ہوں جیسے: جاء اثناھم، رأیت اثنیھم، مررت

باثنيهم یااسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں جیسے: جاء ني اثنا أخويك، رأيت اثني أخويك، مررت باثني أخويك، ہر حال میں تثنیہ ہی کا اعراب آئے گا۔

سوال: اگر اثنا اور اثنتا ''عشرة'' کے ساتھ مرکب استعمال ہوں تو کیا اعراب آئے گا؟

جواب: تب بھی تثنیہ ہی کا اعراب آئے گا، جیسے: جاء نی اثنا عشر، رأیت اثنی عشر، مررت باثنی عشر۔

تیسرا باب: جمع مذکر سالم

سوال: جمع مذکر سالم پر کیا اعراب آتا ہے؟

جواب: حالت رفعی میں واؤ کے ساتھ، حالت نصبی اور جری میں ''ی'' ماقبل مکسور کے ساتھ، جیسے: جاء نی الزیدون، رأیت الزیدین، مررت بالزیدین۔

سوال: جمع مذکر سالم کے اعراب پر کتنے الفاظ محمول کئے گئے ہیں؟

جواب: چند الفاظ ہیں۔

سوال: پہلا لفظ کیا ہے؟

جواب: أولو: جیسے: ولا یأتل أولو الفضل منکم والسعة أن یؤتو أولی القربی، اس آیت میں دو جگہ ''أولـو'' استعمال ہوا ہے، پہلی جگہ حالت رفعی میں ہے، دوسری جگہ حالت نصبی میں، حالت جر کی مثال: إن فی ذلك لذکری لأولی الألباب۔

سوال: دوسرا لفظ کیا ہے؟

جواب: عشرون اور اس کے اخوات یعنی دہائیاں، نوّے تک، جیسے: جاء نی عشرون، رأیت عشرین، مررت بعشرین، اسی طرح باقی دہائیوں میں کہیں گے۔

سوال: تیسرا لفظ کیا ہے؟

جواب: أھلون، جیسے: شغلتنا أموالنا وأھلونا، میں مرفوع ہے، من أوسط ما تطعمون أھلیکم میں منصوب ہے، إلی أھلیھم أبدآ میں مجرور ہے۔

سوال: چوتھا لفظ کیا ہے؟

جواب: وابلون، یہ وابل کی جمع ہے، جس کے معنی موسلا دھار بارش کے ہیں۔

سوال: پانچواں لفظ کیا ہے؟

جواب: أرضـــون، یہ ’’ر‘‘ کے فتحہ کے ساتھ ہے، ہاں ضرورت شعری کی وجہ سے اسے ساکن بھی کیا جاسکتا ہے۔

سوال: چھٹا لفظ کیا ہے؟

جواب: سنون اور اس کا باب۔

سوال: سنون کے باب سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہر وہ اسم ثلاثی ہے جس کا لام کلمہ حذف کر دیا گیا ہو، اور اس کے عوض تاء تانیث ساکنہ لگادی گئی ہو، اور اس سے جمع مکسر نہ آتی ہو، جیسے ’’سنة‘‘ کہ اس کی اصل سـنـو یا سنه تھی، ’’سنو‘‘ سے واؤ اور ’’سنه‘‘ سے ’’هاء‘‘ حذف کر کے تاء تانیث لگادی گئی، اب اس لفظ کی جمع تکسیر تو آتی نہیں ہے (صرف جمع مؤنث سالم آتی ہے)؛ لیکن اہل عرب نے اس کی جمع مکسر بنانی چاہی تو اس کو جمع مذکر کے وزن پر لا کر جمع تکسیر بنائی، تا کہ اس کو حالت رفعی میں واؤ اور حالت نصبی وجری میں یاء نون کے ذریعہ اعراب دیا جاسکے، اور لام کلمہ جو حذف ہو گیا ہے، اس کی تلافی ہو جائے۔ اسی طرح ’’عضة‘‘ سے ’’عضون‘‘ اور ’’عزة‘‘ سے ’’عزون‘‘ بنائی گئی، قرآن میں ہے، الـذيـن جـعـلـوا القرآن عضين، اور عن اليمين وعن الشمال عزين۔

سوال: ساتواں لفظ کیا ہے؟

جواب: بنون۔

سوال: آٹھواں لفظ کیا ہے؟

جواب: علیّون اور اسی طرح کے دوسرے الفاظ۔

سوال: علیون کی طرح دوسرے الفاظ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز یا کسی شخص کا نام جمع مذکر سالم کے وزن پر رکھ دیا جائے، اور اس وقت اس سے جمع کے معنی مراد نہ ہوں؛ بلکہ مفرد ہی مراد ہو، جیسے ’’علیون‘‘ سے جنت کا اعلی درجہ مراد ہے جو کہ مفرد ہے نہ کہ جمع۔ اصلاً یہ ’’عِلّيّ‘‘ کی جمع ہے؛ لیکن اس وقت اس سے جمع کے معنی مراد نہیں ہیں، لہذا اسے جمع سالم کا اعراب دیا جائے گا، قرآن میں ہے: کـلا إن كتاب الأبرار لفي عليين، وما أدرٰك ما عليون۔

سوال: اگر کسی شخص کا نام جمع مذکر سالم کے وزن پر رکھ دیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: تب بھی یہی حکم ہے، مثلاً کسی شخص کا نام "زیدون" رکھ دیا جائے تو یہی اعراب دیا جائے گا، آپ کہیں گے، ھذا زیدون، رأیت زیدین، مررت بزیدین۔

چوتھا باب: جمع بالالف والتاء

سوال: جمع بالالف والتاء پر کیا اعراب آئے گا؟

جواب: حالت رفعی میں ضمے کے ساتھ، اور حالت نصبی وجری میں کسرے کے ساتھ، جیسے: جاءت الهندات، رأيت الهندات، مررت بالهندات۔ قرآن میں ہے: خلق الله السمٰوٰت، اور: اصطفى البنات۔

سوال: مؤنث کی کئی قسمیں ہوتی ہیں، مذکورہ اعراب کیا کسی خاص قسم پر آتا ہے یا سب پر؟

جواب: ہر قسم پر یہی اعراب آتا ہے اگر اس کی جمع الف تاء زائدہ سے بنائی گئی ہو، چاہے مؤنث معنوی ہو جیسے "هند" کی جمع هندات، چاہے مؤنث لفظی ہو جیسے طلحة کی جمع طلحات، چاہے مؤنث لفظی ومعنوی دونوں ہو جیسے فاطمة کی جمع فاطمات، یا الف مقصورہ ہو جیسے حبلى کی جمع حبليات، یا الف ممدودہ ہو جیسے صحراء کی جمع صحراوات، چاہے مذکر ہی کی جمع ہو جیسے اصطبل کی جمع اصطبلات اور حمام کی جمع حمامات۔

سوال: کبھی جمع بالالف والتاء میں واحد کا وزن سلامت رہتا ہے اور کبھی ٹوٹ جاتا ہے، کیا دونوں طرح کی جمع پر یہی اعراب آتا ہے؟

جواب: جی ہاں، دونوں صورتوں میں یہی اعراب آتا ہے، چاہے واحد کا وزن سلامت رہے، جیسے: ضخمة کی جمع ضخمات، یا واحد کا وزن ٹوٹ گیا ہو، جیسے: سجدة کی جمع سَجَدات، کہ واحد میں جیم ساکن ہے اور جمع میں متحرک۔ اسی طرح حبلى کی جمع حبلَيات میں واحد کے الف کو جمع میں یاء سے بدل دیا گیا ہے، اور جیسے: صحراء کی جمع صحراوات، کہ ہمزہ کو واؤ سے بدل دیا گیا ہے۔

سوال: اس جمع کی یہ شرط ہے کہ الف اور تاء زیادہ ہوں، اگر اصلی ہوں تو کیا حکم ہے؟

جواب: اصلی ہونے کی صورت میں یہ اعراب نہیں آئے گا۔

سوال: بیت کی جمع أبيات اور ميت کی جمع أموات پر یہ اعراب آئے گا یا نہیں؟

جواب: نہیں، کیوں کہ دونوں میں "ت" اصلی ہے، لہذا حالت نصبی میں فتحہ ہی آئے گا، کہا جائے گا:

سكنت أبياتاً اور قرآن میں ہے: وكنتم أمواتاً فأحياكم۔

سوال: قاضي کی جمع قضاة اور غازی کی جمع غزاة پر یہ اعراب آئے گا یا نہیں؟

جواب: نہیں، کیوں کہ "ت" اگر چہ زائد ہے، مگر الف اصلی ہے، جو پہلی مثال میں "ی" اور دوسری مثال میں "واؤ" سے بدلا ہوا ہے؛ کیوں کہ ان کی اصل قُضَيَةٌ اور غُـزَوَةٌ ہے۔ اسی وجہ سے اصل اعراب کے مطابق حالت نصبی میں فتحہ ہی آئے گا، رأيت قضاةَ، رأيت غزاةَ۔

پانچواں باب: غیر منصرف

سوال: غیر منصرف کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس میں نو اسباب میں سے دو سبب پائے جائیں، جیسے: فاطمة کہ اس میں تعریف اور تانیث ہے، یا ایسا ایک سبب پایا جائے جو دو کے قائم مقام ہو، جیسے مساجد اور مصابيح کہ یہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہیں۔ اور جمع منتہی الجموع دو سببوں کے قائم مقام ہوتی ہے۔

سوال: اس جمع کو جمع منتہی الجموع کیوں کہتے ہیں؟

جواب: اس وجہ سے کہ یہاں آ کر جمع کا سلسلہ رک جاتا ہے، اب اس کے بعد اس کی مزید جمع نہیں بنائی جا سکتی، مثال کے طور پر كلب کی جمع أكلب آتی ہے، اور أكلب کی جمع أكالب، لیکن اب أكالب کی جمع اور نہیں بنائی جا سکتی، اسی طرح فلس کی جمع أفلس آتی ہے، اور أفلس کی أفالس، مگر اب اس کے اوپر جمع نہیں بنائی جا سکتی۔

سوال: جمع منتہی الجموع کو دو سببوں کے قائم مقام کیوں مانا جاتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ اس میں جمع مکرر ہوتی ہے، جس کی وجہ سے یہ جمع دو جمعوں کے برابر ہو گئی، اس طرح دو جمع دو سبب کے قائم مقام ہو گئیں۔

سوال: جمع منتہی الجموع کے علاوہ اور کونسا سبب دو کے قائم مقام ہوتا ہے؟

جواب: الف مقصورہ اور الف ممدودہ۔

سوال: الف مقصورہ اور الف ممدودہ دو سببوں کے قائم مقام کیوں ہوتے ہیں؟

جواب: ان میں ایک سبب تو تانیث ہے، اور دوسرا سبب لزوم تانیث، یعنی تانیث کا لازم ہونا کہ یہ تانیث سے الگ نہیں ہو سکتے، تو اس طرح لزوم تانیث دوسرے سبب کے قائم مقام ہو گیا۔

سوال: غیر منصرف پر کیا اعراب آتا ہے؟

جواب: حالت رفعی اور نصبی میں تو اصل کے مطابق آتا ہے؛ لیکن حالت جری میں کسرے کی جگہ فتحہ آتا ہے، جیسے: مررت بفاطمة، ومساجد، ومصابيح، وصحراء، قرآن میں ہے، وأوحينا إلى إبراهيم وإسماعيل وإسحاق ويعقوب، اور يعملون له ما يشاء من محاريب وتماثيل۔

سوال: کیا کسی بھی صورت میں غیر منصرف پر کسرہ نہیں آتا ہے؟

جواب: دو صورتیں مستثنی ہیں، ان میں کسرہ آجاتا ہے۔

سوال: وہ دو صورتیں کیا ہیں؟

جواب: ایک یہ کہ غیر منصرف پر الف لام آجائے جیسے: وأنتم عاكفون في المساجد، اور دوسرے یہ کہ اس کی اضافت اضافت کردی جائے، جیسے: في أحسن تقويم، ان دونوں صورتوں میں اس پر کسرہ آجاتا ہے، جیسا کہ ان دونوں مثالوں میں ''المساجد'' اور ''أحسن'' پر کسرہ آیا ہے، حالانکہ دونوں غیر منصرف ہیں۔

سوال: غیر منصرف کی اضافت ہوجائے تو اس پر کسرہ آجاتا ہے اس کی مثال ''بأفضلكم'' سے دینا بہتر ہے یا ''مررت بعثماننا'' سے؟

جواب: ''بأفضلكم'' سے دینا بہتر ہے، اس لئے کہ ''مررت بعثماننا'' میں ایک خرابی لازم آرہی ہے، وہ یہ کہ کوئی اسم غیر منصرف جب ہی ہوتا ہے جب اس میں دو سبب پائے جائیں، عثمان میں ایک سبب تو علمیت ہے اور دوسرا الف نون زائدتان؛ لیکن جب اس کی اضافت کردی جائے گی تو اس میں سے علمیت ختم ہوجائے گی؛ کیوں کہ علم کی اضافت اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کو نکرہ نہ کردیا جائے۔ اب جب عثمان اضافت کی وجہ سے نکرہ ہوجائے گا تو علمیت ختم ہوجائے گی اور وہ منصرف ہوجائے گا، اور مثال غیر منصرف کی دینا ہے نہ کہ منصرف کی۔ لیکن ''أفضل'' میں ایسی کوئی خرابی نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کی اضافت کی جائے یا نہ کی جائے اس میں دونوں سبب وزن فعل اور وصف ہر وقت موجود رہیں گے۔

سوال: غیر منصرف پر الف لام داخل ہونے کی مثال ''الأفضل'' سے دینا بہتر ہے یا شعر

(۱۲) رأيت الوليد بن اليزيد مباركاً شديداً بأعباء الخلافة كاهله

میں ''اليزيد'' سے؟

جواب: ''الأفـضـل'' سے دینا بہتر ہے؛ اس لئے کہ ''الیـزیـد'' سے ہوسکتا ہے کہ عام کوئی بھی یزید مراد ہو تو وہ نکرہ ہو جائے گا، اسی وجہ سے اس پر ''أل'' داخل کیا تا کہ معرفہ ہو جائے، اس لیے کہ قاعدہ یہ ہے کہ عَلَم پر الف لام اسی وقت داخل ہوتا ہے، جب اس سے کوئی خاص شخص مراد نہ ہو، یا پھر الف لام زائد ہوتا ہے۔ اور جب یہ نکرہ ہو جائے گا تو اس میں صرف وزن فعل باقی رہ جائے گا اور یہ منصرف ہو جائے گا، جب کہ یہاں مثال غیر منصرف کی دینا ہے نہ کہ منصرف کی، برخلاف ''الأفضل'' کے کہ اس میں ایسی کوئی خرابی نہیں، الف لام داخل ہو یا نہ ہو، اس میں دونوں سبب (وصف اور وزن فعل) ہر حال میں موجود رہیں گے۔

سوال: اگر ''الیزید'' میں الف لام زائدہ مانیں، کیا تب بھی یہ خرابی لازم آئے گی؟

جواب: نہیں۔

چھٹا باب: مضارع کے پانچ صیغے

سوال: چھٹا باب کونسا ہے جس پر فروعی اعراب آتا ہے؟

جواب: مضارع کے یہ پانچ صیغے: یقومان، تقومان، یقومون، تقومون اور تقومین۔

سوال: ان پر کیا اعراب آتا ہے؟

جواب: حالت رفعی میں نون باقی رہتا ہے اور یہ نون ضمہ کی نیابت کرتا ہے، جیسے: أنتم تقومون، اور حالت نصبی وجری میں نون حذف ہو جاتا ہے اور نون کا حذف ہونا فتحہ اور سکون کے قائم مقام ہوتا ہے، جیسے: لن تقوموا، اور لم تقوموا، قرآن میں ہے: فإن لم تفعلوا ولن تفعلوا۔

ساتواں باب: مضارع معتل الآخر

سوال: ساتواں باب کونسا ہے جس پر فروعی اعراب آتا ہے؟

جواب: وہ فعل مضارع جس کا آخری حرف حرفِ علت ہو جیسے: یغزو، یرمی، یخشی۔

سوال: اس پر کیا اعراب آتا ہے؟

جواب: حالت رفعی اور نصبی میں حرف علت باقی رہتا ہے اور حالت جزم میں حذف ہو جاتا ہے، اور آخری حرف کا حذف ہونا حرکت کے حذف کے قائم مقام ہوگا، جیسے: لم یغز، لم یخش، لم یرم۔

تقدیری اعراب کا بیان

سوال: جن کلمات کا اعراب تقدیری ہوتا ہے ان کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: پانچ۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: وہ کلمات جن میں تمام حرکتیں مقدر ہوتی ہیں، اس وجہ سے کہ ان کا آخری حرف حرکت قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، یہ وہ کلمات ہیں جن کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے: جاء الفتی، رأیت الفتی، مررت بالفتی، پہلی مثال میں ضمہ مقدر ہے، دوسری میں فتحہ اور تیسری میں کسرہ۔

سوال: دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: وہ کلمات جن میں تمام حرکتیں اس وجہ سے مقدر ہوں کہ ان کے آخر میں یاء متکلم لگ جائے، جیسے: غلامی، أخی، أبی، ان میں حرکات مقدر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ''ی'' اپنے ماقبل کسرہ چاہتی ہے، جس کی وجہ سے حرکاتِ اعراب اس پر ظاہر نہیں ہوتیں۔

سوال: تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: جس میں ثقل کی وجہ سے ضمہ اور کسرہ مقدر ہو، یہ اسم منقوص ہے یعنی وہ اسم جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو جیسے: جاء القاضی، مررت بالقاضی، فتحہ اس میں ظاہر ہوتا ہے جیسے: رأیت القاضیَ۔

سوال: چوتھی قسم کیا ہے؟

جواب: جس میں دشواری کی وجہ سے ضمہ اور فتحہ مقدر ہوتا ہے، یہ وہ فعل ہے جس کے آخر میں حرف علت الف ہو جیسے: یخشیٰ زید، لن یخشیٰ عمرو، پہلی مثال میں ضمہ اور دوسری مثال میں فتحہ مقدر ہے، اور اس میں جزم ظاہر ہوتا ہے اس طرح کہ آخری حرف حذف ہو جاتا ہے جیسے: لم یخشَ۔

سوال: پانچویں قسم کیا ہے؟

جواب: جس میں صرف ضمہ مقدر ہوتا ہے، یہ وہ فعل ہے جس کے آخر میں حرف علت واو یا ''ی'' ہو جیسے: زید یدعو، زید یرمی، اس میں فتحہ ظاہر ہوتا ہے جیسے: لن یدعوَ، لن یرمیَ، جزم بھی ظاہر

ہوتا ہے اس طرح کہ آخری حرف حذف ہوجاتا ہے جیسے: لم یدع،لم یرمِ۔

نوٹ- اسماء اور افعال دونوں میں یاء پر فتحہ ظاہر ہوتا ہے جیسے: إن القاضیَ،لن یقضیَ،قرآن میں ہے: أجیبوا داعیَ اللہ،لن یؤتِیَھم اللہ أجراً ،اور صرف افعال میں ''ی'' کی طرح واوَ پر بھی ظاہر ہوتا ہے جیسے:لن ندعوَ،قرآن میں ہے،لن ندعوَ من دونہ الھاً۔

مضارع کا رافع کیا ہے؟

سوال: مضارع کب مرفوع ہوتا ہے؟

جواب: تمام نحویین کا اتفاق ہے کہ مضارع جب ناصب وجازم سے خالی ہوتو مرفوع ہوگا جیسے: یقوم زید،یقعد عمرو۔

سوال: مضارع کو رفع دینے والی کیا چیز ہے؟

جواب: اس میں نحویین کا شدید اختلاف ہے۔

سوال: امام فرّاء اور ان کے اصحاب کا کیا کہنا ہے؟

جواب: امام فراء وغیرہ کہتے ہیں کہ مضارع کا ناصب وجازم سے خالی ہونا ہی عامل رافع ہے۔

سوال: امام کسائی کیا کہتے ہیں؟

جواب: فرماتے ہیں کہ حروف مضارع ہی مضارع کو رفع دیتے ہیں۔

سوال: ثعلب کیا کہتے ہیں؟

جواب: وہ کہتے ہیں کہ چوں کہ مضارع حرکات وسکنات میں اسم کے مشابہ ہوتا ہے،اور اسم اصلاً مرفوع ہوتا ہے،اس لیے مضارع اسم کی مشابہت کی وجہ سے ہی مرفوع ہوتا ہے۔

سوال: بصریین کیا کہتے ہیں؟

جواب: بصریین کہتے ہیں کہ اسم کی جگہ پر مضارع کا آنا ہی اس کے لئے رافع ہے،(جیسے زید یضرب ہے،کہ یہ زید ضارب کی طرح ہے،یعنی ''یضرب'' ''ضارب'' کی جگہ پر ہے،) لہذا جب مضارع اسم کی جگہ پر آتا ہے،تو اسم کا سب سے قوی اعراب رفع اس کو دیا جائے گا۔

سوال: بصریین کی کیا دلیل ہے؟

جواب: بصریین کہتے ہیں کہ مضارع کا اسم کی جگہ پر آنا ہی اس کے مرفوع ہونے کا سبب ہے،اسی وجہ

سے جہاں مضارع اسم کی جگہ پر نہیں آسکتا، وہاں مرفوع نہیں ہوتا ہے، جیسے جب مضارع پر أن ،لـن یا لم ،لما وغیرہ داخل ہوتے ہیں تو اس پر رفع نہیں آسکتا؛ کیوں کہ ان حروف کے بعد اسم نہیں آسکتا، (یعنی ان حروف کے بعد مضارع اسم کی جگہ پر نہیں ہوتا ہے) اسی وجہ سے مرفوع بھی نہیں ہوتا ہے۔

سوال: ان میں سب سے صحیح قول کونسا ہے؟

جواب: پہلا قول صحیح ہے کہ مضارع ناصب وجازم سے خالی ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے، اور یہی نحویین کی زبان زد ہے۔

سوال: کسائی کی بات کیوں صحیح نہیں؟

جواب: اس وجہ سے کہ حروف مضارع خود مضارع میں عمل کیسے کرسکتے ہیں، جب کہ کسی چیز کا جزء خود اس چیز میں عمل نہیں کرتا، اور اس وجہ سے بھی کہ اگر مرفوع ہونے کی یہی وجہ ہوتی تو مضارع لن اور لم کے داخل ہونے کے وقت بھی مرفوع ہوتا؛ کیوں کہ حروف مضارع تو اس وقت بھی اس کے شروع میں ہوتے ہیں۔

سوال: ثعلب کی بات کیوں غلط ہے؟

جواب: اس وجہ سے کہ اگر اسم سے مشابہت کی وجہ سے مرفوع مان لیا جائے تو یہ مشابہت صرف مرفوع ہونے کی ہی حالت میں نہیں ہوتی؛ بلکہ مضارع جب منصوب یا مجزوم ہوتا ہے، اس وقت بھی اسم سے مشابہ ہوتا ہے، تو مشابہت کی وجہ سے اعراب کا تقاضا مجموعی طور پر ہے یعنی اس کا تقاضا ہے کہ مضارع ہر حالت میں مرفوع ہو؛ کیوں کہ مشابہت تو ہر حالت میں ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر مضارع پر حرف ناصب یا جازم داخل ہو، تب بھی اسم کی مشابہت کی وجہ سے مرفوع ہو، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔

سوال: بصریین کا قول کیوں غلط ہے؟

جواب: بصریین نے کہا تھا کہ جن حروف کے بعد اسم نہیں آتا ہے، وہاں مضارع مرفوع نہیں ہوتا ہے، یہ بات ”ھلا یقوم“ جیسی مثال سے غلط ثابت ہوجاتی ہے، اس لئے کہ ”ھلا“ حرف تحضیض ہے، اور حروف تحضیض کے بعد بھی اسم نہیں آتا ہے، تو اس کا تقاضا تھا کہ مضارع یہاں مرفوع نہ ہوتا، حالانکہ اس کے بعد مرفوع ہوتا ہے، تو پتہ چلا کہ اسم کی جگہ پر آنا مضارع کے لئے رافع نہیں۔

نواصب مضارع کا بیان

سوال: فعل مضارع کو نصب دینے والے حروف کتنے ہیں؟

جواب: چار ہیں: أن ،لن ، کَیْ ، إذن۔

پہلا ناصب: لَنْ

سوال: لن کیا معنی دیتا ہے؟

جواب: مضارع کو مستقبل اور منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔

سوال: کیا لن کے اندر ہمیشگی اور دوام کے معنی بھی پائے جاتے ہیں؟

جواب: نہیں، البتہ زمخشری کا اختلاف ہے۔

سوال: کیا لن کے اندر نفی میں تاکید کا مفہوم بھی ہوتا ہے؟

جواب: نہیں، زمخشری کا اختلاف ہے۔

سوال: پھر ''لن أقوم'' کا کیا مطلب ہوگا؟

جواب: جیسا کہ گذرا کہ '' لـن '' کے اندر ہمیشہ دوام کا مفہوم نہیں ہوتا ہے، کبھی ہو بھی سکتا ہے اور کبھی نہیں بھی، چنانچہ اس جملے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میں کبھی بھی کھڑا نہیں ہوں گا، اور یہ بھی کہ کچھ وقت تک کھڑا نہیں ہوں گا، بعد میں ہوسکتا ہوں۔

سوال: کیا لن میں دعا کا مفہوم بھی ہوتا ہے؟

جواب: نہیں، البتہ ابن السراج کا اختلاف ہے، ان کے مطابق اس میں دعا کا مفہوم ہوتا ہے۔

سوال: ابن السراج کی کیا دلیل ہے؟

جواب: قرآن کی یہ آیت ''قال رب بما أنعمت علیّ فلن أکون ظهیراً للمجرمین ''۔ ابن السراج کے نزدیک آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے میرے رب! مجھے ایسا بنا دیجیے کہ میں کسی مجرم کی مدد نہ کرسکوں، یعنی آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا کی۔

سوال: جمہور اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

جواب: جمہور کہتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے یہ دعا کی ہو؛ بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس میں محض نفی ہو اور حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے یہ عہد کیا ہو کہ میں ایسا نہیں کروں گا، یعنی یہ دعا نہیں؛ بلکہ حضرت موسیٰؑ کی طرف سے ایک عہد ہے۔

سوال: لن کی اصل کیا ہے؟ کیا یہ لا اور أن سے مرکب ہے، جس میں ہمزہ کو تخفیفاً حذف کر دیا گیا ہو اور الف کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے؟

جواب: نہیں، لن اصلاً لن ہی ہے۔

سوال: کیا لن کی اصل ''لا'' ہے کہ الف کو نون سے بدل دیا گیا ہو؟

جواب: نہیں، ایسا بھی نہیں، ہاں امام فراء کے نزدیک ایسا ہی ہے۔

دوسرا ناصب: کَیْ

سوال: کَیْ کے ناصبہ ہونے کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: یہ کہ وہ مصدریہ ہو، أن کی طرح۔

سوال: کَیْ کن صورتوں میں مصدریہ ہوتا ہے؟

جواب: جب اس پر لام تعلیل داخل ہو، یا تو لفظاً جیسے قرآن میں ہے: لکی لا تأسوا، لکیلا یکون علی المؤمنین حرج، یا تقدیراً، جیسے جئتك کی تکرمنی کہ اصل ہے لکی تکرمنی۔

سوال: جئتك کی تکرمنی میں کَیْ مصدریہ ہے یا تعلیلیہ؟

جواب: اگر کَیْ سے پہلے لام تعلیل پوشیدہ مانا جائے گا تو مصدریہ ہوگا، اور اگر کَیْ سے پہلے لام تعلیل مقدر نہ مانیں، تو یہ (لام تعلیل کی طرح) تعلیلیہ ہوگا، اور لازمی طور پر اس کے بعد أن پوشیدہ مانا جائے گا۔

تیسرا ناصب: إذن

سوال: إذن کس معنی میں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: سیبویہ نے کہا ہے کہ إذن جواب اور جزاء دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

سوال: کیا ہر جگہ جواب اور جزاء دونوں معنی پائے جاتے ہیں؟

جواب: شلوبین کہتے ہیں کہ ہر جگہ دونوں معنی پائے جاتے ہیں، فارسی کہتے ہیں کہ اکثر تو دونوں معنی پائے جاتے ہیں، مگر کبھی کبھی صرف جواب کے لئے بھی آتا ہے۔

سوال: فارسی کی کیا دلیل ہے؟

جواب: فارسی کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے ''أحبك'' تو آپ اس کے جواب میں کہتے ہیں ''إذن أظنك

صادقاً"، تو یہاں پر اس سے جزاء مراد نہیں؛ کیوں کہ یہ حال کے معنی میں ہے، اگر جزاء مراد ہوتی تو مستقبل کے معنی میں ہوتا۔

سوال: إذن کتنی شرطوں کے ساتھ نصب دیتا ہے؟

جواب: تین شرطوں کے ساتھ۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: شروع کلام میں واقع ہو، اگر آپ زید إذن کہیں اور اس کے بعد فعل مضارع لائیں تو أُكْرِمُهُ کو رفع دیں گے، کیوں کہ إذن یہاں شروع کلام میں نہیں ہے۔

سوال: دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: اس کے بعد والا فعل مستقبل کے معنی میں ہو، لہذا اگر آپ سے کوئی کچھ کہے اور آپ اس کے جواب میں "إذن تصدق" کہیں تو فعل مضارع مرفوع ہوگا؛ کیوں کہ یہاں فعل مضارع حال کے معنی میں ہے۔

سوال: تیسری شرط کیا ہے؟

جواب: یہ کہ إذن اور فعل مضارع کے درمیان قسم کے علاوہ کسی اور چیز سے فصل نہ ہو، جیسے إذن أكرمك۔

سوال: اگر قسم سے فصل ہو تو کیا ہوگا؟

جواب: تب بھی منصوب ہوگا، جیسے إذن والله أكرمك، شاعر نے کہا ہے۔

(۱۳) إذن والله نرميَهم بحرب تشيب الطفل من قبل المشيب

اس میں "نرمِيَهُم" منصوب ہے باوجود یہ کہ إذن اور مضارع کے درمیان قسم سے فصل ہے۔

سوال: اگر قسم کے علاوہ کسی اور لفظ سے فصل ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں مضارع مرفوع ہوگا، جیسے إذن يا زيد أكرمك، إذن في الدار أكرمك، إذن يوم الجمعة أكرمك۔ سب میں مضارع کو رفع دیا جائے گا۔

چوتھا ناصب: أن مصدریہ

سوال: أن کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین: مفسرہ، زائدہ اور مصدریہ۔

سوال: أن مفسرہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مفسرہ وہ ہے جس سے پہلے ایسا جملہ ہو جس میں قول کے معنی ہوں، اس کے حروف نہ ہوں، جیسے "کتبت إلیہ أن یفعل کذا" یہ اس وقت ہوگا جب کہ آپ أن سے "أی" کے معنی مراد لیں۔

سوال: زائدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو أن قسم اور لَو کے درمیان آئے، جیسے أقسم باللہ أن لو یأتینی لأکرمنہ۔

سوال: أن مصدریہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو اپنے بعد والے فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے۔

سوال: مضارع کو اِن میں سے کونسا أن نصب دیتا ہے؟

جواب: صرف أن مصدریہ۔

سوال: کیا أن مصدریہ صرف ظاہر ہو کر عمل کرتا ہے یا پوشیدہ ہو کر بھی؟

جواب: دونوں طرح۔

سوال: أن مصدریہ کی ماقبل کے اعتبار سے کتنی حالتیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی حالت کیا ہے؟

جواب: اس سے پہلے ایسا فعل ہو جو یقین پر دلالت کرے، یعنی افعال یقین میں سے کوئی فعل ہو۔

سوال: یہ أن کونسا ہوگا؟

جواب: یہ أن مخففہ ہوگا، مصدریہ نہ ہوگا۔

سوال: أن مخففہ کے بعد فعل مضارع کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایک تو مضارع کو مرفوع پڑھنا ہوگا، اور دوسرے یہ کہ حروف تنفیس (س، سوف)، حرف نفی، قد اور لَو میں سے کسی ایک سے فصل کرنا ہوگا۔ حرف تنفیس کی مثال: علم أن سیکون، حرف نفی کی مثال: أفلا یرون أن لا یرجع إلیھم قولاً، قد کی مثال: علمت أن قد یقوم زید، لو کی مثال: أن لو یشاء اللہ لھدی الناس جمیعاً۔

سوال: أن لو یشاء اللہ میں أن سے پہلے کونسا فعل یقین ہے؟

جواب: أفلم ییأس الذین آمنوا میں ییأس فعل یقین ہے؛ اس لیے کہ ییأس کے معنی یعلم

کے ہیں۔

سوال: اس بات کی کیا دلیل ہے کہ ییأس ''یعلم'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: قبیلہ نخع اور ہوازن کی لغت میں ییأس، یعلم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، سحیم نے کہا ہے:

(۱۴) أقول لهم بالشعب إذ یأسروننی ألم تیأسوا أنی ابن فارس زهدم

اس شعر میں ''تیأسوا''، تعلموا کے معنی میں ہے۔ نیز مذکورہ بالا آیت میں ابن عباسؓ کی قراءت میں ''أفلم ییأس'' کی جگہ ''أفلم یتبین'' مروی ہے، اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس آیت میں ییأس، یعلم کے معنی میں ہے۔

سوال: ییأس کے یعلم کے معنی میں استعمال ہونے کے بارے میں فراء کی کیا رائے ہے؟

جواب: کہتے ہیں کہ ییأس، یعلم کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ یہ رائے ضعیف ہے۔

سوال: دوسری حالت کیا ہے؟

جواب: یہ کہ أن سے پہلے افعال ظن میں سے کوئی فعل ہو۔

سوال: اس صورت میں یہ کونسا أن ہوگا؟

جواب: اسے أن مخففہ بھی مان سکتے ہیں اور أن مصدریہ بھی۔

سوال: قیاس کے مطابق کونسا راجح ہے؟

جواب: أن مصدریہ ماننا راجح ہے۔

سوال: اگر أن مخففہ مانیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: مرفوع پڑھنا اور مذکورہ چار حروف میں سے کسی ایک کے ذریعے سے فصل کرنا ہوگا۔

سوال: اگر أن مصدریہ مانیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: مضارع کو منصوب پڑھنا واجب ہے۔ قرآن کی اس آیت کو ''الم أحسب الناس أن یترکوا'' میں تمام قراء نے أن مصدریہ مان کر منصوب ہی پڑھا ہے۔

سوال: ''وحسبوا أن لا تکون فتنة'' میں مضارع پر کیا اعراب ہے اور کیوں؟

جواب: بعض نے اُن کو مخففہ مان کر مضارع کو مرفوع پڑھا ہے اور بعض نے اُن کو مصدریہ مان کر منصوب پڑھا ہے۔

سوال: تیسری حالت کیا ہے؟

جواب: جب أن سے پہلے نہ افعال یقین میں سے کوئی ہو اور نہ افعال ظن میں سے کوئی ہو۔

سوال: اس صورت میں یہ کونسا أن ہوگا؟
جواب: اس صورت میں اس کا مصدریہ ہونا متعین ہے، اور مضارع کو نصب دینا واجب ہے، جیسے
''والذی أطمع أن یغفر لی خطیئتی''۔
سوال: أن پوشیدہ ہو کر بھی عمل کرتا ہے اور مضمر ہو کر بھی۔ یہ بتائیے کہ اس کے مضمر ہو کر عمل کرنے کی کتنی صورتیں ہیں؟
جواب: دو: کبھی اس کا اضمار جائز ہوتا ہے اور کبھی واجب۔ جائز کا مطلب یہ ہے کہ اگر چاہو تو ظاہر بھی کر سکتے ہو اور چاہو تو مضمر رکھ کر بھی عمل دلا سکتے ہو۔
سوال: جائز کتنے مسائل میں ہے؟
جواب: دو مسئلوں میں۔
سوال: پہلا مسئلہ کیا ہے؟
جواب: یہ کہ أن ایسے حرف عطف کے بعد آئے جس سے پہلے اسم خالص (یعنی اسم صریح) ہو، جیسے ''وما کان لبشر أن یکلمه الله إلا وحیاً أو من وراء حجاب أو یرسل رسولاً ''۔ قراء سبعہ میں سے بعض نے ''یرسل ''کو منصوب پڑھا ہے اور اس سے پہلے أن کو پوشیدہ مانا ہے، تقدیر ہے ''أو أن یرسل ''۔ اس مثال میں أو حرف عطف سے پہلے ''وحیاً'' اسم خالص ہے جس پر ''أو یرسل '' کا عطف ہو رہا ہے۔ یہاں أن کو مضمر رکھ کر نصب دیا گیا ہے۔ اگر قاعدے کی رو سے ظاہر کیا جاتا تو گنجائش تھی۔ اسی طرح نیچے دئے گئے شعر میں بھی ''تقرّ'' کو منصوب پڑھا گیا ہے، اس سے پہلے أن مضمرہ کی وجہ سے۔

(۱۵) ولبس عباءة وتقرّ عینی　　　أحب إلی من لبس الشفوف

سوال: دوسرا مسئلہ کیا ہے جس میں أن کو مضمر رکھنا جائز ہوتا ہے؟
جواب: جب أن لام جر کے بعد آئے۔ لام جر سے مراد وہ لام جو مجرور رہو۔
سوال: لام جر تعلیلیہ بھی ہوتا ہے، عاقبت کے لئے بھی ہوتا ہے اور کبھی زائدہ بھی، کیا تینوں کے بعد أن کا یہی حکم ہے؟
جواب: ہاں، لام جر چاہے تعلیلیہ ہو جیسے ''وأنزلنا إلیك الذکر لتبین للناس ''اور ''إنا فتحنا لك فتحاً مبیناً لیغفر لك الله '' یا عاقبت کا ہو جیسے ''فالتقطه آل فرعون لیکون لهم عدواً وحزناً '' (یہاں لام عاقبت کا ہے، کیوں کہ فرعون نے اس لئے نہیں

اٹھایا تھا کہ موسیٰ اس کے دشمن بنیں، اس نے تو آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے اٹھایا تھا، مگر انجام یہ ہوا کہ وہ دشمن بن گئے) اور چاہے لام زائدہ ہو جیسے "إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت "۔تینوں صورتوں میں مضارع منصوب ہوگا، اور أن کو مضمر رکھنا اور ظاہر کرنا دونوں صورتیں جائز ہوں گی۔

سوال: کَیْ جارہ کے بعد أن کا کیا حکم ہے؟

جواب: أن کا اضمار واجب ہے، ظاہر نہیں کر سکتے۔

سوال: اگر لام جر سے "لا" ملا ہوا ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں أن کو ظاہر کرنا واجب ہے، جیسے "لئلّا يعلم أهل الكتاب "۔(اس جگہ "لا" زائد ہے؛ کیوں کہ معنی ہیں ليعلم أهل الكتاب)۔

سوال: جس لام جر سے پہلے کان ماضی منفی ہو تو اس لام کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: جب لام جر سے پہلے کان ماضی منفی ہو تو ایسے لام کو لام جحود کہتے ہیں۔

سوال: لام جحود کے بعد أن کا کیا حکم ہے؟

جواب: أن کا اضمار واجب ہے، اب چاہے "کان" لفظاً اور معنیً دونوں اعتبار سے ماضی منفی ہو جیسے "وما كان الله ليعذبهم وأنت فيهم " یا صرف معنیً ماضی منفی ہو، لفظاً نہ ہو، جیسے "لم يكن الله ليغفرلهم " کہ یہاں لفظاً تو مضارع ہے مگر "لم" کی وجہ سے ماضی منفی ہو گیا ہے۔دونوں صورتوں میں اضمار واجب ہے۔

سوال: لام کے بعد أن کی کل کتنی حالتیں ہوئیں؟

جواب: تین:(۱) لام جحود کے بعد اضمار واجب ،(۲) "ل" سے "لا" ملا ہوا ہو ،تو اظہار واجب،(۳) باقی صورتوں میں اضمار اور اظہار دونوں جائز، جیسے "وأمرنا لنسلم لرب الغلمين "میں مضمر ہے اور "وأمرت لأن أكون "میں ظاہر ہے۔

وہ مسائل جہاں أن کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہوتا ہے!

سوال: أن کو چار جگہ فعل مضارع کے بعد پوشیدہ رکھنا واجب ہوتا ہے، وہ کون سی جگہیں ہیں؟

جواب: حتی کے بعد، أو کے بعد، فاسببیہ کے بعد اور واوٗ معیت کے بعد۔

حتیٰ کا بیان

سوال: حتی کے بعد مضارع کی کتنی حالتیں ہیں؟

جواب: دو: کبھی مرفوع ہوتا ہے اور کبھی منصوب۔ منصوب أن کے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

سوال: منصوب کب ہوتا ہے؟

جواب: جب حتی کے بعد والا فعل حتی سے پہلے والے فعل کے مقابلے میں مستقبل کے معنی میں ہو۔ جیسے: ''لن نبرح عليه عاكفين حتى يرجع إلينا موسى''۔ اسی طرح: وزلزلوا حتى يقول الرسول ،زلزال پہلے ہوا اور رسول نے بعد میں کہا۔ اس لیے دونوں موقعوں پر أن مضمرہ کی وجہ سے نصب آیا ہے۔

سوال: جس حتی کے بعد مضارع منصوب ہوتا ہے وہ حتی کس لفظ کے معنی دیتا ہے؟

جواب: کبھی تو کَیْ (تا کہ) کے معنی دیتا ہے، اور کبھی إلى (تک) کے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دونوں معنی مطابق بیٹھتے ہیں۔

سوال: کَیْ کے معنی کب دیتا ہے؟

جواب: جب حتی سے پہلے والا فعل بعد والے کے لئے سبب ہو، یعنی ما قبل سبب اور ذریعہ ہو اور ما بعد نتیجہ اور مسبب، جیسے: أسلم حتى تدخل الجنة ،اسلام لے آؤ تا کہ جنت میں داخل ہو سکو، یہاں کَیْ کے معنی میں ہے؛ کیوں کہ اسلام دخول جنت کے لئے سبب ہے۔

سوال: إلى کے معنی میں کب ہوتا ہے؟

جواب: جب بعد والا پہلے والے فعل کی غایت (انتہا) ہو، یعنی پہلے والا فعل جاری رہے گا جب تک کہ دوسرا فعل نہ پایا جائے، جیسے: لن نبرح عليه عاكفين حتى يرجع إلينا موسى، یہاں إلى کے معنی میں ہے۔

سوال: دونوں معنی کے درست ہونے کی مثال؟

جواب: فقاتلوا التي تبغي حتى تفيء إلى أمر الله ،اس میں إلى کے معنی کی بھی گنجائش ہے، اگر یہ مفہوم لیا جائے کہ اس سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آوے۔ اور کَـــیْ کے معنی کی بھی گنجائش ہے، اگر یہ مفہوم لیا جائے کہ اس سے لڑو تا کہ وہ امر الٰہی کی طرف لوٹ آئے۔

سوال: ان جیسی جگہوں پر مضارع پر جو نصب آتا ہے وہ حتی کی وجہ سے آتا ہے یا أن مضمرہ کی وجہ سے؟

جواب: کوفیین کے نزدیک نصب حتیٰ کی وجہ سے آتا ہے اور جمہور کے نزدیک نصب حتـــی کی وجہ سے نہیں؛ بلکہ أن مضمرہ کی وجہ سے آتا ہے۔

سوال: جمہور کی کیا دلیل ہے؟

جواب: فرماتے ہیں کہ حتی اسم کو جر دیتا ہے جیسے: حتى حين، اب اگر مضارع کے لئے بھی اسے ناصب مان لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ایک ہی لفظ کبھی فعل میں عمل کر رہا ہے اور کبھی اسم میں، جب کہ عربی میں اس کی کوئی نظیر نہیں کہ ایک لفظ دو چیزوں میں عمل کرے۔

سوال: حتی کے بعد مضارع کے مرفوع ہونے کے لئے کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: تین: پہلی یہ کہ مابعد ماقبل کا نتیجہ ہو، یعنی مابعد کا وجود ماقبل پر منحصر ہو، اسی وجہ سے: سرت حتى تطلع الشمس میں رفع نہیں آئے گا؛ کیوں کہ طلوع شمس چلنے پر موقوف نہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ فعل مضارع حال کے معنی میں ہو، استقبال کے معنی میں نہ ہو، جیسے آپ اس وقت یہ کہیں جس وقت شہر میں داخل ہو رہے ہوں: سرت حتى أدخلها۔ تیسری شرط یہ ہے کہ حتی کے پہلے جملہ تام ہو، اگر ناقص ہوگا تو بعد والا فعل منصوب ہوگا نہ کہ مرفوع، جیسے: سيري حتى أدخلها، میں فعل منصوب ہوگا؛ اس لئے کہ اس سے پہلے جملہ تام نہیں ہے۔

سوال: حال تحقیقی اور حال تقدیری کیا ہے؟

جواب: حال تحقیقی کی مثال تو گذر چکی، کہ جس وقت داخل ہو رہے ہوں، اس وقت آپ یہ کہیں: سرت حتى أدخلها۔ حال تقدیری کا مطلب یہ ہے کہ آپ وہ کام کر تو پہلے چکے ہیں، مگر جس وقت اس کو بیان کر رہے ہیں، اس وقت اس طرح تصور کریں جیسے کہ ابھی کر رہے ہیں، اس کو حال تقدیری کہتے ہیں۔

سوال: مضارع کے مرفوع ہونے میں حال تقدیری کا بھی اعتبار ہوگا یا نہیں؟

جواب: ہوگا، چنانچہ بعض قراء نے حتى يقول الرسول کو ضمے کے ساتھ پڑھا ہے، اس معنی میں کہ زلزال اور قول گذر تو چکے، مگر جس وقت ان کو بیان کیا گیا تو ماضی کو حال تصور کر کے بیان کیا گیا، اس لئے یہ حال تقدیری ہے۔

أو کا بیان

سوال: أو کے بعد أن کب پوشیدہ ہوتا ہے؟

جواب: جب أو، إلى یا إلا کے معنی میں ہو۔

سوال: أو بمعنی إلى کی مثال کیا ہے؟

جواب: لألزمنك أو تقضيني حقي، یہاں أو، إلی کے معنی میں ہے، (میں تجھے چمٹا رہوں گا یہاں تک کہ تو میرا حق ادا کردے)۔ اور شاعر کا شعر ہے۔

(۱۶) لأستسهلن الصعب أو أدرك المنیٰ   فما انقادت الآمال إلا لصابر

سوال: أو بمعنی إلا کی مثال؟

جواب: لأقتلن الكافر أو يسلم، یعنی إلا أن يسلم۔ اور شاعر کا شعر ہے۔

(۱۷) وكنت إذا غمزت قناة قوم   كسرت كعوبها أو تستقيما

یعنی إلا أن تستقيما۔

ف سببیہ کا بیان

سوال: ف سببیہ کے بعد أن کب پوشیدہ ہوتا ہے؟

جواب: جب "ف" سے پہلے نفی محض یا طلب بالفعل ہو۔

سوال: نفی محض سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایسی نفی جو مثبت نہ ہوگئی ہو، جیسے ما تزال تأتينا فتحدثنا، اور ما تأتينا إلا فتحدثنا کہ دونوں میں نفی ہے، مگر پہلی مثال میں دو نفی ہوگئیں جس سے اثبات کے معنی پیدا ہوگئے، اور دوسری مثال میں إلا نے نفی کو مثبت کے معنی میں کردیا۔

سوال: نفی محض کی مثال؟

جواب: لا يقضى عليهم فيموتوا، ف سببیہ سے پہلے نفی محض ہے اس لئے یموتوا منصوب ہے اور علامت نصب نون کا حذف ہونا ہے۔

سوال: طلب بالفعل سے کیا مراد ہے؟

جواب: طلب بالفعل میں کئی امور شامل ہیں، جیسے: امر، نہی، تحضیض، تمنی، ترجی، دعا، استفہام اور عرض، اگر ان میں سے کوئی بھی ف سببیہ سے پہلے ہوگا تو اس کے بعد مضارع منصوب ہوگا۔

سوال: امر کی مثال؟

جواب: (۱۸) يا ناق سيري عنقاً فسيحاً   إلى سليمان فنستريحا

سوال: نہی کی مثال؟

جواب: ولا تطغوا فيه فيحل عليكم غضبي۔

سوال: تحضیض کی مثال؟

جواب: لولا أخرتني إلى أجل قريب۔

سوال: تمنی کی مثال؟

جواب: يا ليتني كنت معهم فأفوز۔

سوال: ترجی کی مثال؟

جواب: لعلي أبلغ الأسباب۔

سوال: دعا کی مثال؟

جواب: (۱۹) رب وفقني فلا أعدل عن سنن الساعين في خير سنن

سوال: استفہام کی مثال؟

جواب: (۲۰)هل تعرفون لباناتي فأرجو أن تقضى فيرتد بعض الروح للجسد

سوال: عرض کی مثال؟

جواب: (۲۱)يا ابن الكرام ألا تدنو فتبصر ما قد حدثوك، فما راءٍ كمن سمعا

سوال: اگر طلب فعل کے ذریعہ نہ ہو بلکہ اسم فعل کے ذریعہ ہو تو کیا اس صورت میں بھی ف سبیہ کے بعد مضارع منصوب ہوگا؟

جواب: نہیں، البتہ امام کسائی کے نزدیک اسم فعل کا بھی حکم فعل کی طرح ہوگا، اور ابن جنی اور ابن عصفور فرماتے ہیں کہ جو اسماءِ افعال فعل کے وزن پر ہوں گے جیسے نـــزالِ اور دراكِ تو ان کے بعد ف سببیہ کی وجہ سے مضارع منصوب ہوگا ورنہ نہیں۔

واوِ معیت کا بیان

سوال: واوِ معیت کے بعد مضارع کب منصوب ہوتا ہے؟

جواب: جب واوٗ معیت سے پہلے نفی محض اور طلب بالفعل ہو۔ تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔ مثال: ولما يعلم الله الذين جاهدوا منكم ويعلم الصبرين ۔اور يا ليتنا نرد ولا نكذب بآيات ربنا ونكون من المؤمنين۔ اسی طرح یہ اشعار ؎

(۲۲) ألم أك جاركم ويكون بيني وبينكم المودة والإخاء

(۲۳) لا تنه عن خلق وتأتي مثله عارٌ عليك إذا فعلت عظيم

سوال: لا تأكل السمك وتشرب اللبن میں وتشرب کو کتنی طرح پڑھ سکتے ہیں؟
جواب: تین طرح: مرفوع، منصوب، اور مجزوم۔
سوال: منصوب کب پڑھیں گے؟
جواب: جب واؤ کو واوِ معیت سمجھا جائے اور اس کے بعد اَن پوشیدہ مانا جائے، اور مفہوم یہ ہو کہ دونوں چیزیں بیک وقت استعمال نہ کریں۔
سوال: مرفوع کب پڑھیں گے؟
جواب: جب پہلی چیز کو منع کریں اور دوسری چیز کی اجازت دیں، یعنی لا تأكل السمك ولك شرب اللبن۔
سوال: مجزوم کب پڑھیں گے؟
جواب: دوسرے والے کا پہلے والے پر عطف کر کے یعنی: لا تأكل السمك ولا تشرب اللبن یعنی جب دونوں میں سے ہر ایک سے روکیں، کہ نہ یہ کھا سکتے ہو اور نہ وہ پی سکتے ہو۔

جوازم مضارع

سوال: فعل مضارع کو جزم دینے والے حروف کتنی قسم کے ہیں؟
جواب: دو: کچھ ایک فعل کو جزم دیتے ہیں اور کچھ دو فعلوں کو۔
سوال: ایک فعل کو جزم دینے والے کتنے ہیں؟
جواب: پانچ: طلب، لم، لما، لاء نہی اور لام طلبیہ۔

پہلا جازم: طلب

سوال: طلب کی وجہ سے کب جزم آتا ہے؟
جواب: جب طلب کے بعد والا فعل مضارع ''ف'' سے خالی ہو اور اس فعل مضارع سے طلب کی جزاء مقصود ہو۔ یعنی فعل مضارع کا وجود طلب پر منحصر ہو، بالکل ویسے ہی جیسے جزاء شرط پر موقوف ہوتی ہے، مثال: قل تعالوا أتل، تلاوت ''آنے'' پر موقوف ہے، اور دونوں شرطیں پائی جارہی ہیں، مضارع ''ف'' سے بھی خالی ہے اور اس سے جزاء بھی مراد ہے، اس لئے مجزوم ہے، اور علامت جزم ''واؤ'' کا حذف ہونا ہے۔ دوسری مثال شعر

(۲۴) قفا نبك من ذكرى حبيب ومنزل بسقط اللوى بين الدخول فحومل

سوال: اگر مضارع سے پہلے طلب نہ ہو، نفی یا خبر مثبت ہو تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس کو رفع دینا واجب ہوگا، کسی بھی حال میں جزم نہیں آ سکتا، جیسے ماتأتینا تحدثنا اور أنت تأتینا تحدثنا۔

سوال: مندرجہ ذیل دونوں جگہوں پر مضارع سے پہلے طلب نہیں ہے، مگر پھر بھی مضارع مجزوم ہے، اتقی الله امرؤ فعل خیراً یثب علیه، اور قرآن کی آیت "هل أدلکم علی تجارة تنجیکم من عذاب ألیم، تؤمنون بالله ورسوله وتجاهدون فی سبیل الله بأموالکم وأنفسکم، ذلکم خیرٌ لکم إن کنتم تعلمون، یغفرْ لکم"۔ اس کی کیا توجیہ ہے؟

جواب: لفظاً تو یہ خبر مثبت ہے اور طلب نہیں ہے، مگر حقیقت میں (معنیً) یہ طلب ہی ہے؛ کیوں کہ پہلی مثال میں اتقی "لیتق" کے معنی میں ہے، اور دوسری مثال میں تؤمنون وتجاهدون "آمنوا" اور "جاهدوا" کے معنی میں ہے، تو چونکہ معنیً طلب ہے اس وجہ سے مضارع مجزوم ہے۔

سوال: مذکورہ قرآن کی آیت میں اگر "یغفرلکم" کو "هل أدلکم" کا جواب بنایا جائے تو اس صورت میں جزم کا قاعدہ بھی پایا جارہا ہے کہ مضارع سے پہلے استفہام (طلب) ہے۔ کیا اس کی گنجائش ہے؟

جواب: نہیں! اس لئے کہ اس صورت میں معنی غلط ہورہے ہیں، کیوں کہ گناہوں کی معافی ایمان اور جہاد کا نتیجہ ہے نہ کہ محض بتادینے کا اور اس تأویل کے حساب سے مطلب ہوجائے گا کہ میں تمہیں ...بتادوں تو اللہ تمہاری مغفرت کردے گا، حالانکہ محض بتادینے سے مغفرت کا وعدہ نہیں۔

سوال: اگر طلب کے بعد آنے والے فعل سے جزاء مقصود نہ ہو تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: مضارع مرفوع ہوگا، جیسے خذ من أموالهم صدقة تطهرهم، میں "تطهرهم" مرفوع ہے، اس لئے کہ مفسرین نے اس کو صدقہ کی صفت بنایا ہے، اس کی جزاء نہیں مانا ہے۔

سوال: اگر "تطهرهم" کو جزاء مان کر جزم دیا جائے تو کیا گنجائش ہے؟

جواب: قاعدہ کی رو سے تو گنجائش ہے، مگر قراء میں سے کسی نے جزم کے ساتھ پڑھا نہیں ہے۔ اس کے برعکس فهب لی من لدنك ولیاً یرثنی، میں بھی دونوں کی گنجائش ہے اور قراء نے "یرثنی" دونوں طرح پڑھا بھی ہے، یعنی کو "ولیاً" کی صفت بنا کر مرفوع بھی پڑھا ہے اور "هب" کی جزاء مان کر مجزوم بھی۔

سوال: ائتنی برجل یحب الله ورسوله میں بھی کیا "یحب" کو جزاء اور صفت دونوں

بنانے کی گنجائش ہے جیسے هب لی من لدنك وليا يرثنی میں تھی؟

جواب: نہیں، اس میں صرف صفت ہی بنا سکتے ہیں؛ کیوں کہ جزاء بنا کر جزم دینے کی صورت میں مفہوم یہ نکلے گا کہ میرے پاس ایک شخص لاؤ، تا کہ وہ اللہ اور رسول سے محبت کرے، گویا اس کا لانا محبتِ خدا اور محبتِ رسول کا سبب بن جائے گا، جب کہ ایسا نہیں ہے، قائل تو یہ کہنا چاہ رہا ہے کہ ایسا شخص لے کر آؤ جس میں خدا اور رسول کی محبت پائی جاتی ہو۔

سوال: نہی کے جواب میں مضارع کو جزم دینے کی کیا شرط ہے؟

جواب: اس کی شرط یہ ہے کہ اس کی جگہ پر ''إن لا'' کا آنا صحیح ہو، اور اس سے معنی میں خرابی نہ پیدا ہوتی ہو جیسے: لا تكفر تدخل الجنة، اگر اس جگہ إن لا تكفر تدخل الجنة کہا جائے تو معنی میں کوئی خرابی نہ ہوگی، لہذا اس جگہ مضارع مجزوم ہوگا، مگر '' لا تكفر تدخل النار '' میں جزم صحیح نہ ہوگا؛ کیوں کہ اگر اس جگہ ''إن لا تكفرتدخل النار '' کہا جائے تو معنی گڑبڑ ہو جائیں گے۔

سوال: ولا تمنن تستكثر میں ''تستكثر'' پر کیا اعراب آئے گا؟

جواب: تمام قراء نے بالاتفاق اس کو رفع دیا ہے، اس لیے کہ یہاں ''إن لا تمنن'' کہنا صحیح نہیں ہو رہا ہے؛ کیوں کہ اس صورت میں مطلب ہوگا کہ اگر تم احسان نہیں کرو گے تو زیادہ کی امید کرو گے، جب کہ یہ معنی مراد نہیں ہیں۔

سوال: پھر اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: تستكثر حال ہے، مطلب ہے کہ زیادہ کی امید کرتے ہوئے احسان نہ کرو۔

سوال: جب جزم دینا صحیح نہیں، تو پھر حسن بصری رحمہ اللہ نے جزم کے ساتھ کیوں پڑھا ہے؟

جواب: تین توجیہیں ہو سکتی ہیں: (۱) ''تمنن'' کا بدل مان کر، یعنی لا تمنن لا تستكثر مطلب ہوگا کہ جو دے رہے ہو، اسے زیادہ مت سمجھو۔ (۲) نیۃً وقف کر کے سکون دیا اور پھر بغیر سانس توڑے وقف کی نیت کے ساتھ وصل کر کے پڑھ دیا۔ (۳) اس سے پہلے فأنذر، فكبر، فطهر، فاهجر کئی آیتوں کا آخری حرف مجزوم ہے، اس مناسبت کی وجہ سے ''تستكثر'' کو بھی مجزوم پڑھ دیا۔

دوسرا اور تیسرا جازم: لم اور لمّا

سوال: لم اور لما کتنی باتوں میں مشترک ہوتے ہیں؟

جواب: چار باتوں میں: حرفیت، مضارع کے ساتھ خاص ہونے میں، مضارع کو جزم دینے اور اسے ماضی کے معنی میں کر دینے میں۔

سوال: لم اور لما کتنی باتوں میں مختلف ہوتے ہیں؟

جواب: چار باتوں میں، (۱) لما کے ذریعہ نفی ہمیشہ حال تک برقرار ہوتی ہے، جبکہ لم کے ذریعہ کبھی تو نفی حال تک برقرار رہتی ہے اور کبھی نہیں، جیسے ''لم یلد'' میں نفی ابھی تک برقرار ہے، اور ''لم یکن شیئا مذکوراً'' میں تا حال برقرار نہیں؛ بلکہ ایک وقت تھا جب انسان کچھ بھی نہیں تھا، مگر اب تو ایک مکرم اشرف المخلوق کی شکل میں موجود ہے۔

سوال: لما یقم ثم قام کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس میں تناقض اور تضاد ہے۔ جب ابھی تک کھڑا نہیں ہوا تو پھر کیسے کھڑا ہو گیا؟

سوال: دوسری کس چیز میں دونوں مختلف ہوتے ہیں؟

جواب: (۲) لما کے اندر خود بخود اس بات کی توقع ہوتی ہے کہ جو فعل ابھی تک وجود میں نہیں آیا ہے وہ مستقبل میں آجائے گا، جیسے ''لما یذوقوا عذاب'' کہ ابھی تک عذاب نہیں چکھا۔ ''ابھی تک'' خود دلالت کر رہا ہے کہ مستقبل میں چکھیں گے، جب کہ لم کے اندر یہ معنی نہیں ہوتے؟

سوال: لما کے یہ معنی کس نے ذکر کئے ہیں؟

جواب: زمخشری نے۔

سوال: دونوں میں تیسرا اختلاف کیا ہے؟

جواب: لما کے بعد فعل مضارع حذف کیا جا سکتا ہے جب کہ لم کے بعد نہیں، جیسے کوئی پوچھے، هل دخلتَ البلد؟ آپ جواب میں کہہ سکتے ہیں، قاربتُها ولمّا؛ لیکن ''قاربتها ولم'' نہیں کہہ سکتے۔

سوال: چوتھا اختلاف کیا ہے؟

جواب: لما کے ساتھ حرف شرط نہیں آسکتا، جب کہ لم کے ساتھ آسکتا ہے، چنانچہ إن لم تقم قمت تو کہہ سکتے ہیں، مگر إن لما تقم قمت نہیں کہہ سکتے۔

چوتھا اور پانچواں جازم: لام امر اور لاء نہی

سوال: چوتھا جازم کیا ہے؟

جواب: لامِ امر جیسے لينفق ذو سعة من سعته۔ اور "ليقض علينا ربك"۔

سوال: پانچواں جازم کیا ہے؟

جواب: لاءِ نہی، جیسے لا تشرك بالله۔ لا تؤاخذنا۔

دو فعلوں کو جزم دینے والے حروف

سوال: دو فعلوں کو جزم دینے والے کتنے حروف ہیں؟

جواب: گیارہ۔

سوال: کون کون سے؟

جواب: إن، جیسے: إن يشأ يذهبكم، أين جیسے: أينما تكونوا يدرككم الموت، أي جیسے: أياً ما تدعو فله

الأسماء الحسنى، من جیسے: من يعمل سوءاً يجز به، ما جیسے: وما تفعلوا من خير يعلمه الله۔

شعر (۲۵) أغرّكِ منى أن حبك قاتلى وأنك مهما تأمري القلب يفعل

متى جیسے (۲۶) متىٰ أضع العمامة تعرفونى

أيان (۲۷) فأيان ما تعدل به الريح تنزل

حيثما جیسے (۲۸) حيثما تستقم يقدر لك الله نجاحاً فى غابر الأزمان

إذما جیسے

(۲۹) وإنك إذما تأت ما أنت آمرٌ به تلف من إياه تأمر آتيا

أنى جیسے: (۳۰) فأصبحت أنى تأتها تستجر بها تجد.....

سوال: اگر طلب کے بعد آنے والا فعل جزاء نہ بن سکتا ہو یعنی اس پر جزم نہ آسکتا ہو تو کیا کیا جائے گا؟

جواب: اس صورت میں فعل پر "ف" داخل کیا جائے گا۔

سوال: کن کن صورتوں میں جزم نہیں آسکتا ہے؟

جواب: طلب کے بعد آنے والا جملہ اسمیہ ہو جیسے: إن يمسسك بخير فهو على كل شيء قدير۔ یا جملہ فعلیہ ہو؛ لیکن فعل طلبی ہو (امر وغیرہ ہو) جیسے: قل إن كنتم تحبون الله فاتبعونى...... یا فعل جامد ہو، جیسے: إن ترن أنا أقل منك مالاً وولداً فعسى

ربی...... یا فعل پر لن داخل ہو، جیسے: وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ، یا اس پر ما داخل ہو، جیسے: ما أفاء الله علی رسوله منهم فما أوجفتم علیه. یا اس پر قد ہو، جیسے: إن یسرق فقد سرق أخ له ......یا اس پر حرف تنفیس ہو، جیسے: ومن یقاتل فی سبیل الله فیقتل أو یغلب فسوف نؤتیه أجراً عظیماً.

سوال: اگر طلب کے بعد جملہ اسمیہ ہو تو کیا اس پر ف کے علاوہ کچھ اور بھی داخل کر سکتے ہیں؟

جواب: ہاں جملہ اسمیہ پر "إذا فجائیہ" بھی داخل کر سکتے ہیں، جیسے: وإن تصبهم سیئة بما قدمت أیدیهم إذاهم یقنطون.

معرفہ اور نکرہ کا بیان

سوال: نکرہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ اسم جس کے اندر عموم ہو، یہ عموم ایسی جنس کے اندر بھی ہو سکتا ہے جو موجود ہو اور ایسی جنس کے اندر بھی جو موجود نہ ہو، مگر اس کا وجود مقدر ہو، (یعنی جنس مقدر)۔

سوال: عموم کا کیا مطلب ہے؟

جواب: عموم کا مطلب ہے کہ وہ جنس اپنے تمام افراد کو شامل ہو۔

سوال: جنس مقدر کی مثال دیجئے؟

جواب: جیسے "شمس" کہ یہ لفظ ہر اس سیارہ کے لئے وضع کیا گیا ہے، جس کی آمد سے تاریکی چھٹ جاتی ہو، اگرچہ ابھی تک ہمارے علم میں اس طرح کا ایک ہی سیارہ ہے؛ لیکن اگر اس طرح کے کچھ اور سیارے دریافت ہو جائیں تو یہ لفظ ان پر بھی صادق آئے گا۔

معرفہ کی قسمیں

سوال: معرفہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: چھ: اسم ضمیر، علَم، اسم اشارہ، اسم موصول، الف لام اور مضاف الی المعرفہ۔

پہلی قسم: اسم ضمیر

سوال: ضمیر کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو متکلم پر دلالت کرے، جیسے أنا، یا مخاطب پر دلالت کرے، جیسے أنت، یا غائب پر دلالت کرے جیسے هو۔

سوال: ضمیر کتنی طرح کی ہوتی ہے؟

جواب: دو: مستتر اور بارز۔

سوال: بارز کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس کی لفظاً کوئی صورت ہو، یعنی اس کا کوئی لفظ ہو، جیسے قمت کی ''تاء'' ایک لفظ ہے۔

سوال: مستتر کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس کی لفظاً کوئی صورت نہ ہو، یعنی وہ دیکھنے میں نظر نہ آتی ہو، جیسے قم کے اندر ایک ضمیر ''أنت'' ہے، مگر نظر نہیں آتی۔

سوال: مستتر کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: واجب الاستتار اور جائز الاستتار، یعنی یا تو ضمیر مستتر کا پوشیدہ ہونا واجب ہوگا، یا جائز ہوگا۔

سوال: واجب الاستتار سے کیا مراد ہے؟

جواب: واجب الاستتار کا مطلب یہ ہے کہ اس کی جگہ پر اسم ظاہر کا آنا ممکن نہ ہو، جیسے أقوم کی جگہ أقوم زید نہیں کہا جاسکتا، تقوم کی جگہ تقوم زید اور نقوم کی جگہ نقوم زید نہیں کہا جاسکتا۔

سوال: جائز الاستتار سے کیا مراد ہے؟

جواب: جس کی جگہ پر اسم ظاہر کا آنا ممکن ہو، جیسے زید یقوم ہے، آپ اس کی جگہ'' زید یقوم غلامه'' بھی کہہ سکتے ہیں، یعنی'' ھو''ضمیر مستتر کی جگہ''غلامه''اسم ظاہر آسکتا ہے۔

سوال: اتصال اور انفصال کے اعتبار سے ضمیر بارز کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: متصل، منفصل۔

سوال: متصل کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو الگ ہوکر نہ آسکتی ہو؛ بلکہ ہمیشہ کسی سے مل کر آتی ہو، جیسے ''قمت'' کی ''ت'' یا ''أكرمك'' کا ''ك''، کہ ''ت'' اور ''ك'' کبھی الگ نہیں ہوسکتے۔

سوال: منفصل کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو الگ ہو، جیسے: أنا، نحن، أنت، ھو۔

سوال: متصل کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین: متصل مرفوع، متصل منصوب اور متصل مجرور۔

سوال: ان تینوں کی مثالیں دیجیے؟

جواب: متصل مرفوع کی مثال: قمتُ کی ''ت'' جو مرفوع ہے۔ منصوب کی مثال 'أکرمك'' کا 'ك'' جو مفعول کی بنیاد پر منصوب ہے، مجرور کی مثال غلامه کی 'ہ'' جو مضاف الیہ کی بنا پر مجرور ہے۔

سوال: منفصل کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: مرفوع اور منصوب۔

سوال: کیا غیر منفصل ضمیروں میں مجرور نہیں ہوتی؟

جواب: نہیں۔

سوال: ضمیر مرفوع منفصل کتنی ہیں اور کون سی؟

جواب: بارہ ہیں: أنا، نحن، أنتَ ، أنتِ، أنتما، أنتم، أنتن، هو ، هی، هما، هم، هن۔

سوال: ضمیر منصوب منفصل کتنی ہیں اور کون سی؟

جواب: بارہ ہیں: إیای، إیانا، إیاك، إیاكِ، إیاكما، إیاكم، إیاكن، إیاه، إیاها، إیاهما، إیاهم، إیاهن۔

سوال: ضمیر منفصل کب استعمال کی جاتی ہے؟

جواب: جب تک ضمیر متصل کا آنا ممکن ہو، اس وقت تک منفصل نہیں لاتے۔ جہاں متصل نہ آسکتی ہو، وہیں منفصل لاتے ہیں، جیسے: '' قام أنا '' کہنا صحیح نہیں؛ کیوں کہ یہاں 'قمتُ '' کہہ سکتے ہیں، اور '' أکرمتُ إیاك '' کہنا بھی صحیح نہیں؛ کیوں کہ یہاں '' أکرمتك '' کہہ سکتے ہیں۔

سوال: ما قام إلا أنا، اور 'ما أکرمت إلا إیاك '' کہنا صحیح ہے؟

جواب: صحیح ہے؛ کیوں کہ إلا کی وجہ سے یہاں ضمیر متصل لانا دشوار ہے۔

سوال: یہ قاعدہ کہ ضمیر متصل کے امکان کے باوجود ضمیر منفصل نہیں لائی جاسکتی، کیا مطلق ہے یا اس میں کچھ استثناء ہے؟

جواب: اس سے دو صورتیں مستثنیٰ ہیں، اور ہر صورت کا الگ قاعدہ ہے۔

سوال: پہلی صورت کا کیا قاعدہ ہے۔

جواب: کسی جملے میں دو یا دو سے زیادہ ضمیریں ہوں، آخر کی دو ضمیروں میں سے دوسری (یعنی آخری) ضمیر کے مقابلے میں پہلی ضمیر زیادہ معرفہ ہو اور وہ پہلی ضمیر مرفوع نہ ہو، تو اس آخری ضمیر کو متصل بھی لا سکتے ہیں اور منفصل بھی، جیسے: سلنیه کو سلنی إیاه بھی کہہ سکتے

ہیں۔ خلتکه کو خلتك إياه بھی کہہ سکتے ہیں۔

سوال: دوسری صورت کا کیا قاعدہ ہے؟

جواب: ضمیر ''کان'' یا اس کے کسی اخوات کی خبر بن رہی ہو، اب چاہے اس ضمیر سے پہلے کوئی اور ضمیر بھی ہو، جیسے الصديق كنته کہ ''ہ'' سے پہلے ''ت'' بھی ہے، یا اس سے پہلے اور کوئی ضمیر نہ ہو جیسے: الصديق كانه زيد، تو اس صورت میں بھی متصل اور منفصل دونوں لا سکتے ہیں، چنانچہ ان دونوں مثالوں کو الصديق كنت إياه اور الصديق كان إياه زيد بھی کہہ سکتے ہیں۔

سوال: ان دونوں صورتوں میں ضمیر متصل لانا زیادہ بہتر ہے یا ضمیر منفصل؟

جواب: پہلی صورت میں اگر فعل افعال قلوب میں سے نہ ہو تب تو تمام نحویین کا اتفاق ہے کہ متصل ہی بہتر ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہر موقعہ پر متصل ہی آئی ہے: أنلزمكموها، إن يسألكموها۔ اور اگر فعل افعال قلوب میں سے ہو تو نحویین کا اختلاف ہے۔

سوال: کیا اختلاف ہے؟

جواب: جمہور کے نزدیک اس صورت میں ضمیر منفصل لانا زیادہ بہتر ہے، جیسے: خلتكه میں خلتك إياه راجح ہے، جب کہ ابن مالک نے اپنی کتابوں میں دونوں طرح استعمال کیا ہے، کہیں ضمیر متصل اور کہیں ضمیر منفصل۔

سوال: كان کے باب میں کیا رائے؟

جواب: جمہور کے نزدیک منفصل راجح ہے اور ابن مالک کے نزدیک متصل، چنانچہ انھوں نے اپنی تمام کتابوں میں متصل ہی استعمال کی ہے۔

دوسری قسم: علم

سوال: علم کی تعریف کیا ہے؟

جواب: علم وہ اسم ہے جو کسی خاص پر بولا جائے اور اس جیسی دوسری چیزیں اس میں شامل نہ ہوں۔

سوال: علم کی کل کتنی تقسیمیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی تقسیم کیا ہے۔ اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: علم کی دو قسمیں ہیں، علم شخصی، علم جنسی، یعنی کسی شخص کا علم ہوگا، تو اس کو علم شخصی کہا جاتا ہے اور

اگر کسی جنس کا علم ہوگا تو اس کو علم جنسی کہا جاتا ہے، علم شخصی کی مثال زید ، خالد، وغیرہ اور علم جنسی کی مثال: أسامة ، جو أسد کے علم کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اسی طرح ثعالة جو ثعلب کی جنس کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

سوال: علم کی دوسری تقسیم کیا ہے؟

جواب: علم کی مفرد اور مرکب کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: علم مفرد اور علم مرکب۔

سوال: مرکب کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین: مرکب اضافی، مرکب مزجی اور مرکب اسنادی۔

سوال: مرکب اضافی کی کیا مثال ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی مثال ہے: عبد الله، عبد الكريم ۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا پہلا جزء عامل کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے اور دوسرا جزء ہمیشہ مجرور رہتا ہے۔

سوال: مرکب مزجی کیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مرکب مزجی کا مطلب ہے جس میں دو کلموں کو ملا کر ایک کلمہ کی طرح کر دیا گیا ہو۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا پہلا جزء ایسے ہی رہتا ہے، پھر اگر اس کے آخر میں ''ویه'' نہ ہو، تو دوسرے جزء کو غیر منصرف کا اعراب دیا جائے گا، جیسے: بعلبك ، اور اگر اس کے آخر میں ''ویه'' ہو تو مبنی علی الکسر ہوگا جیسے: سيبويه، راهويه۔

سوال: مرکب اسنادی کی وضاحت کیجیے؟

جواب: مرکب اسنادی کا مطلب ہے کہ کسی جملے وغیرہ کے ذریعہ کسی کا نام رکھ دیا گیا ہو، جیسے: شاب قرناها۔اس میں عامل اثر انداز نہیں ہوتے؛ بلکہ جس طرح وہ جملہ منقول ہوتا ہے، اسی طرح ہر حالت میں باقی رہتا ہے۔

سوال: علم کی تیسری تقسیم کیا ہے؟

جواب: علم کی تیسری تقسیم؛ اسم، کنیت اور لقب کے اعتبار سے ہے۔

سوال: اگر اسم اور لقب ایک ساتھ استعمال کیے جائیں تو پہلے کسے لایا جائے گا؟

جواب: فصیح قول کے مطابق اسم کو مقدم کرنا اور لقب کو مؤخر کرنا واجب ہے۔

سوال: اس صورت میں دوسرے کلمے کے اعراب کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: اگر اسم و لقب دونوں مضاف ہوں، جیسے عبد الله زين العابدين ، یا پہلا مفرد ہو اور دوسرا

مضاف ہو جیسے: زید زین العابدین یا پہلا مضاف ہو اور دوسرا مفرد ہو، جیسے: عبد الله قفة تو دوسرا ہر حال میں پہلے والے کے تابع ہوگا، جو اعراب پہلے پر آئے گا وہی دوسرے پر بھی آئے گا، یا تو اس کو بدل مان کر یا عطف بیان مان کر۔

سوال: اگر دونوں مفرد ہوں تو اعراب کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: جمہور بصریین کے نزدیک اس صورت میں پہلے والے کو مضاف اور دوسرے کو مضاف الیہ بنانا ضروری ہے، اور کوفیین اور زجاج اضافت کی بھی اجازت دیتے ہیں اور دوسرے کو پہلے کا تابع بنانے کی بھی اجازت دیتے ہیں۔

سوال: صحیح قول کون سا ہے؟

جواب: کوفیین کا۔

سوال: قیاس کے مطابق اضافت زیادہ صحیح ہے یا تابع بنانا؟

جواب: تابع بنانا۔

سوال: زیادہ تر استعمال کون سا ہوتا ہے؟

جواب: اضافت کے ساتھ۔

تیسری قسم: اسم اشارہ

سوال: مشار الیہ کے اعتبار سے اسم اشارہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین: وہ اسم اشارہ جو مفرد کے لئے ہو، دوسرا جو تثنیہ کے لئے ہو، تیسرا جو جمع کے لئے ہو۔

سوال: پھر ان کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: ان میں سے ہر ایک یا تو مذکر کے لئے ہوگا یا مؤنث کے لئے۔

سوال: مفرد مذکر کے لئے کتنے الفاظ ہیں؟

جواب: مذکر مفرد کے لئے صرف ایک لفظ آتا ہے اور وہ ''ذا'' ہے۔

سوال: مفرد مؤنث کے لئے کتنے الفاظ ہیں اور کون سے؟

جواب: مفرد مؤنث کے لئے دس الفاظ آتے ہیں، وہ یہ ہیں: ذِیْ، ذِهِیْ، ذِهِ، ذِهْ، ذاتُ، (ذات اسم اشارہ کے طور پر بہت کم استعمال ہوتا ہے)، تِیْ، تِهِیْ، تِهِ، تِهْ، تا۔

سوال: ''ذات'' کے کل کتنے استعمال ہیں؟

جواب: ''ذات'' اصلاً تو صاحبة کے معنی میں مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے، جیسے ذاتُ جمالٍ، اور قبیلۂ طی کے نزدیک ''ذو'' الـــذی اور ''ذات'' التـــی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے: بالفضل ذو فضلكم الله به اور الكرامة ذات اكرمكم الله بها ، یہاں الذی اور التي کے معنی میں ہے۔ تیسرا استعمال اسم اشارہ کے طور پر ہوتا ہے، مگر یہ بہت کم ہے۔

سوال: تثنیہ مذکر کے لئے کون سے الفاظ آتے ہیں؟

جواب: تثنیہ مذکر کے لئے ایک ہی لفظ آتا ہے: ذان، اور حالت نصبی اور جری میں یہی ذَیــنِ ہو جاتا ہے، حالت رفعی کی مثال: فذانك برهانان، نصبی کی مثال: إن هذين لساحران۔

سوال: تثنیہ مؤنث کے لئے کتنے الفاظ آتے ہیں؟

جواب: ایک ہی لفظ آتا ہے: تان، جیسے: جاء تـنی هاتان، اور حالت نصبی و جری میں ''هاتين'' ہو جاتا ہے، جیسے: إحدى ابنتي هاتين۔

سوال: جمع مذکر اور جمع مؤنث کے لئے کون سے الفاظ آتے ہیں؟

جواب: صرف ایک، أولاء، جیسے: وأولئك هم المفلحون ، اور مؤنث کی مثال: هؤلاء بناتی ، بنو تمیم اس کو بغیر مد کے قصر کے ساتھ پڑھتے ہیں أولى (بغیر مد کے)۔

سوال: قرب و بعد کے اعتبار سے اسم اشارہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: اسم اشارہ قریب، اسم اشارہ بعید۔

سوال: اسم اشارہ قریب کا کیا حکم ہے؟

جواب: اسم اشارہ قریب پر 'ك' داخل نہیں ہو سکتا، اور هاء تنبیہ داخل کر بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی، چنانچہ جاء نی هذا بھی کہہ سکتے ہیں اور جاء نی ذا بھی۔

سوال: اگر اسم اشارہ قریب پر هاء تنبیہ داخل ہو تو کیا اس پر ''لام بعد'' داخل ہو سکتا ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: اسم اشارہ بعید کا کیا حکم ہے؟

جواب: اسم اشارہ بعید پر کاف کا ملانا واجب ہے، اور کاف کے ساتھ لام ملا بھی سکتے ہیں جیسے ذلك اور نہیں بھی ملا سکتے ہیں جیسے ذاك۔

سوال: اسم اشارہ پر ''لام'' داخل کرنا کب ممنوع ہے؟

جواب: تین مسائل ہیں: (۱) تثنیہ میں، چنانچہ ذانك اور تانك تو کہہ سکتے ہیں، مگر ''ذان لك'' اور

"تـانلك "نہیں کہا جا سکتا۔(۲) جو حضرات جمع کے صیغہ کو مد کے ساتھ پڑھتے ہیں،ان کے نزدیک جمع کے صیغے پر"لام"نہیں آ سکتا، چنانچہ"أولاء لك " کہنا صحیح نہیں،اور جو قصر کے ساتھ پڑھتے ہیں ان کے نزدیک لام داخل ہو سکتا ہے، چنانچہ" أولالك " کہہ سکتے ہیں۔(۳) جب اسم اشارہ پر ھاء تنبیہ داخل ہو جائے ،تو اس صورت میں اس پر لام نہیں آ سکتا، چنانچہ" هذا لك " کہنا جائز نہیں۔

چوتھی قسم: اسم موصول

سوال: اسم موصول کو کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے؟

جواب: دو چیزوں کی: صلہ کی اور اس میں ایک ایسی ضمیر کی جو اسم موصول کی طرف لوٹے۔

سوال: اسم موصول کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو:اسم موصول خاص اور اسم موصول مشترک۔

سوال: اسم موصول خاص کون سے ہیں؟

جواب: واحد مذکر کے لئے"الذی "واحد مؤنث کے لئے"التی "تثنیہ مذکر کے لئے"اللذان " اور تثنیہ مؤنث کیلئے"اللتان " (تثنیہ کے یہ دونوں صیغہ حالت نصبی اور جری میں "ی" کے ساتھ آتے ہیں) جمع مذکر کے لئے"أولی " آتا ہے۔اسی طرح"الذین "بھی جمع مذکر کے لئے آتا ہے،جمع مؤنث کے لئے اللائی اور اللاتی دو لفظ آتے ہیں،ان دونوں میں ی کو باقی رکھنا اور حذف کرنا؛ دونوں جائز ہے۔

سوال: "الذین " کس حالت میں رہتا ہے؟

جواب: یہ ہر حال میں اسی طرح رہتا ہے؛لیکن قبیلہ ھذیل اور عقیل اس کو جمع مذکر سالم کا اعراب دیتے ہیں، حالت رفعی میں الذ ون اور حالت نصبی و جری میں الذین کہتے ہیں۔

سوال: اسم موصول مشترک کون کون سے ہیں؟

جواب: چھ ہیں: من، ما، أی،أل، ذو اور ذا۔

سوال: "ال "کے اسم موصول ہونے کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: اَلْ کے اسم موصول ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ ایسے وصف صریح پر داخل ہو، جو تفضیل کے لئے نہ آتا ہو،یعنی اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشبہ ہو جیسے الـضـارب،

المضروب، الحسن۔

سوال: اگر ''ال'' اسم جامد جیسے ''رجل'' یا اسم تفضیل جیسے ''أفضل'' یا ایسے وصف پر داخل ہو جو اسم جامد کے مشابہ ہو جیسے ''صاحب'' تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا الف لام تعریف کے لئے ہوگا، اسم موصول نہ ہوگا۔

سوال: ''ذو'' کن لوگوں کی لغت میں اسم موصول استعمال ہوتا ہے؟

جواب: بنوطیء کی لغت میں، جیسے: جاء نی ذو قام یعنی جاء نی الذی قام۔

سوال: ذو کے اسم موصول ہونے کی مثال اہل عرب کے کلام سے پیش کیجیے؟

جواب: بنوطیء میں کہا جاتا ہے، لا وذو فی السماء عرشه، یعنی لا والذی....

سوال: بنوطیء کے کسی شاعر کا ایسا شعر پیش کیجیے، جس میں ''ذو'' الذی کے معنی میں استعمال ہوا ہو؟

جواب: (۳۱) فإن الماء ماء أبی وجدی　　　وبئری ذو حفرت وذو طویت.

سوال: ''ذا'' کے اسم موصول ہونے کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: ''ذا'' کے اسم موصول ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے ما استفہامیہ یا من استفہامیہ ہو۔ جیسے ماذا أنزل ربکم۔ اور شاعر کا شعر ہے ؎

(۳۲) وقصیدة تأتی الملوك غریبة　　　قد قلتها لیقال: من ذا قالها؟

سوال: اگر ''ذا'' سے پہلے نہ ''من'' ہو اور نہ ''ما''، تو وہ کیا ہوگا؟

جواب: ایسی صورت میں ''ذا'' اسم اشارہ ہوگا۔

سوال: کیا اس سلسلے میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: جی ہاں، کوفیین کا اختلاف ہے۔

سوال: کوفیین کیا کہتے ہیں؟

جواب: کوفیین کہتے ہیں کہ اگر ''ذا'' سے پہلے من اور ما میں سے کوئی نہ ہو، تب بھی وہ اسم موصول ہوگا۔

سوال: ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: شاعر کے اس شعر سے استدلال کرتے ہیں ؎

(۳۳) عدس مالعباد علیك إمارة　　　أمنت وهذا تحملین طلیق.

سوال: اس شعر میں انھوں نے کس لفظ سے استشہاد کیا ہے؟

جواب: ''هذا'' سے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس جگہ یہ ''الذی'' کے معنی میں ہے۔

سوال: اس شعر کی ترکیب کس طرح کرتے ہیں؟

جواب: وہ کہتے ہیں کہ "ھذا "اسم موصول ہے، تحملین صلہ ہےاوراس میں ضمیر محذوف ہے، موصول اپنے صلے سے مل کر مبتدا ہےاور" طلیق "خبر ہے۔ پورے جملے کی تقدیر یہ ہے: والذی تحملینه طلیق۔

سوال: جمہور نحویین نے کوفیین کی اس توجیہ کو قبول کیا ہے یانہیں، اگرنہیں تو انھوں نے کیا ترکیب کی ہے؟

جواب: جمہور نحویین نے اس توجیہ کو قبول نہیں کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ "ھذا" اس جگہ اسم موصول نہیں؛ بلکہ اسم اشارہ ہے، اور مبتدا بن رہا ہے، "تحملین" جملہ حالیہ ہے، اور" طلیق "خبر ہے۔

سوال: دونوں میں کس کی بات صحیح ہے؟

جواب: جمہور کی۔

سوال: جمہور کے قول کی تائید کس چیز سے ہوتی ہے؟

جواب: "ذا" پر اس جگہ ھاء تنبیہ داخل ہے، اور ھاء تنبیہ اسم موصول پر داخل نہیں ہوتی؛ بلکہ اسم اشارہ پر داخل ہوتی ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں ھذا اسم اشارہ ہے نہ کہ اسم موصول۔

سوال: صلے کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: صلے کی دو قسمیں ہیں: جملہ اور شبہ جملہ۔

سوال: جو جملہ صلہ بنتا ہے وہ کتنی طرح کا ہوسکتا ہے؟

جواب: دو طرح کا: جملہ اسمیہ بھی صلہ بن سکتا ہے اور جملہ فعلیہ بھی۔

سوال: جملہ کے صلہ بننے کی کچھ شرط ہے کیا؟

جواب: دو شرطیں ہیں۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: پہلی یہ ہے کہ جملہ خبریہ ہونا چاہیے، اگر انشائیہ ہوگا تو وہ صلہ نہیں بن سکتا ہے۔

سوال: جاء الذی اضربُهٗ میں "اضربهٗ" صلہ بن سکتا ہے یانہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ یہ جملہ انشائیہ ہے، خبریہ نہیں۔

سوال: دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: دوسری شرط یہ ہے کہ جملے میں ایک ایسی ضمیر ہونی چاہیے جو موصول کی طرف لوٹتی ہو۔

سوال: کیا وہ ضمیر اسم موصول کے مطابق ہونا ضروری ہے یا مخالف بھی آسکتی ہے؟

جواب: پانچ چیزوں میں وہ ضمیر اسم موصول کے مطابق ہوگی: واحد، تثنیہ، جمع اور مذکر ومؤنث میں۔

سوال: کیا یہ ضمیر کبھی حذف بھی کی جاسکتی ہے؟

جواب: جی ہاں، حذف بھی کی جاسکتی ہے۔

سوال: کیا اس کو حذف کرنے کا کوئی قاعدہ ہے؟

جواب: نہیں، متکلم کے اوپر ہے کہ جہاں حذف کرنے میں کوئی فائدہ نظر آئے، وہاں حذف کرسکتا ہے۔

سوال: جو ضمیر حذف ہو وہ مرفوع ہوتی ہے یا منصوب یا مجرور، یا تینوں کو حذف کیا جاسکتا ہے؟

جواب: صلہ کی ضمیر چاہے مرفوع ہو، چاہے منصوب، چاہے مجرور تینوں کو حذف کیا جاسکتا ہے۔

سوال: مرفوع کی مثال؟

جواب: ثم لننزعن من كل شيعة أيهم أشد، یہاں ''هو'' محذوف ہے، اصل ہے: أيهم هو أشد۔

سوال: منصوب کی مثال؟

جواب: و ما عملت أيديهم، اصل میں وما عملته تھا۔ اسی وجہ سے حمزہ، کسائی اور شعبہ کے علاوہ تمام قراء نے عملته ''ه'' کے ساتھ ہی پڑھا ہے۔

سوال: مجرور کی مثال؟

جواب: مجرور یا تو اضافت کی وجہ سے ہوگا یا حرف جار کی وجہ سے۔ مجرور بالإضافۃ کی مثال: فاقض ما أنت قاضٍ، اصل میں قاضيه تھا۔ اور شاعر کا شعر ۔

(۳۴) ستبدي لك الأيام ما كنت جاهلاً ويأتيك بالأخبار من لم تزود

یہ اصل میں ''جاهله'' تھا۔ مجرور بالجار کی مثال: يأكل مما تأكلون منه ويشرب مما تشربون۔ اصل میں مما تشربون منه تھا۔ شعر ۔

(۳۵) نصلي للذي صلت قريش ونعبده وإن جحد العموم

کہ اصل میں ''نصلي للذي صلت له قريش'' تھا۔

سوال: شبہ جملہ کتنی طرح کا ہوتا ہے۔

جواب: تین طرح کا: ظرف جیسے الذي عندك، جار مجرور جیسے الذي في الدار، صفت صریحہ یعنی اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت مشبہ جیسے الضارب، المضروب، الحسن۔

سوال: جار مجرور اور ظرف کے صلہ بننے کے لئے کچھ شرط ہے یا بلا شرط کے ہی یہ صلہ بن سکتے ہیں؟

جواب: دونوں کے صلہ بننے کی شرط یہ ہے کہ دونوں تام ہوں۔

سوال: جاء الذی بك اورجاء الذی أمس میں'' بك ''اور''أمس '' صلہ بن سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ دونوں ناقص ہیں، دونوں سے بات مکمل نہیں ہو پا رہی ہے۔

سوال: امام کسائی نے ایک جملہ بیان کیا ہے نزلنا المنزل الذی البارحة، اس میں ''البارحة'' کو جو کہ ظرف ہے صلہ بنایا ہے، حالانکہ یہ ناقص ہے؟

جواب: یہ جملہ شاذ ہے۔اس جملہ کا مطلب ہے کہ نزلنا المنزل الذی نزلناه البارحة۔

سوال: جب ظرف اور جار مجرور صلہ بنتے ہیں تو کیا کسی فعل سے متعلق ہوتے ہیں؟

جواب: ہاں، استقر وغیرہ کسی فعل سے متعلق ہوتے ہیں۔

پانچویں قسم: الف لام

سوال: الف لام میں معرّف کون ہے، صرف الف یا صرف لام، یا دونوں؟

جواب: خلیل کے نزدیک دونوں۔ سیبویہ کے نزدیک صرف لام۔ یہ مشہور روایت ہے؛ لیکن ابن عصفور نے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ ابن کیسان کے نزدیک دونوں معرّف ہیں اور ان کے علاوہ تمام نحویین کے نزدیک صرف لام معرّف ہے۔ بعض نحویین نے اخفش سے بھی یہ نقل کیا ہے کہ صرف لام ہی معرّف ہے۔

سوال: ابن مالک نے سیبویہ اور خلیل کے بارے میں کیا کہا ہے؟

جواب: ابن مالک کہتے ہیں کہ سیبویہ اور خلیل کے درمیان اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ معرّف کون ہے، دونوں کے نزدیک الف اور لام دونوں ہی معرّف ہیں، البتہ اختلاف اس میں ہے کہ ''ال'' میں الف زائد ہے یا اصلی؟ خلیل کے نزدیک اصلی اور سیبویہ کے نزدیک زائد۔

سوال: ''اَلْ'' معرّف کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین: عہد کے لئے، جنس کے لئے، استغراق کے لئے۔

سوال: جو الف لام عہد کی تعریف کے لئے ہوتا ہے اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو، عہد ذہنی، اور عہد ذکری۔

سوال: عہد ذکری کا مطلب بیان کریں؟

جواب: عہد ذکری کا مطلب ہے کہ اس جملے میں پہلے کسی کا ذکر ہوا ہو، پھر دوبارہ جب اس کا ذکر آئے

تو صرف اس پر الف لام داخل کر دیا جائے، یہ الف لام اس بات کی علامت ہوگا کہ اس سے مراد وہی ہے جس کا ذکر ابھی ہوا ہے۔ جیسے اشتریت فرساً ثم بعت الفرس، اس میں "الفرس" سے وہی گھوڑا مراد ہوگا جو آپ نے خریدا ہے اور جس کا ذکر اس سے پہلے کر دیا ہے۔ اس وجہ سے اگر آپ نے "ثم بعت فرساً" بغیر الف لام کے کہا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے جو گھوڑا خریدا تھا اسے نہیں بیچا؛ بلکہ کوئی دوسرا گھوڑا بیچا۔ عہد ذکری کی مثال قرآن کی یہ آیت بھی ہے: مثل نوره کمشکوة فیها مصباح، المصباح فی زجاجة، الزجاجة......۔

سوال: عہد ذہنی کا مطلب بیان کیجیے؟

جواب: آپ کے اور مخاطب کے درمیان کوئی بات ہوئی ہو، جس کی وجہ سے پہلے سے کوئی چیز آپ کے ذہن میں ہو، جیسے آپ اور آپ کے مخاطب کے درمیان کسی قاضی کے بارے میں کوئی بات طے تھی تو آپ کہیں جاء القاضی، مراد ہے کہ جس قاضی کو آپ دونوں نے ذہن میں بٹھا رکھا تھا، وہی آیا ہے۔

سوال: اَل جنسیہ کا کیا مطلب ہے، مثال سے واضح کریں؟

جواب: اَل جنسیہ کا مطلب ہے کہ ایسا الف لام جس سے کسی خاص جنس کی تعریف ہوتی ہو، جیسے رجل اور امرأة ایک جنس ہے، اس پر الف لام داخل کرنے سے یہ معرفہ ہو جائے گی، اور اس وقت مطلب ہوگا الرجل أفضل من المرأة، کہ مرد کی جنس عورت کی جنس سے افضل و بہتر ہے۔

سوال: اس کی مراد مزید واضح کریں؟

جواب: جب آپ کسی خاص چیز کو مراد نہ لیں؛ بلکہ من حیث المجموع اس پر حکم لگائیں تو جنس پر الف لام داخل کرتے ہیں، جیسے: أهلك الناس الدینار والدرهم، یہاں درھم و دینار سے کوئی خاص مراد نہیں؛ بلکہ ان کی جنس مراد ہے، اسی طرح قرآن پاک کی آیت ہے، وجعلنا من الماء کل شیء حي، یہاں "ماء" سے کوئی خاص پانی مراد نہیں؛ بلکہ جنسِ پانی مراد ہے۔

سوال: ال جنسیہ کے اور کیا کیا نام ہیں؟

جواب: ال جنسیہ کو بیان الماھیۃ اور بیان حقیقت بھی کہتے ہیں۔

سوال: جو الف لام استغراق کے لئے آتا ہے اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو قسمیں ہیں۔

سوال: دونوں قسمیں کیا ہیں؟

جواب: پہلی قسم یہ ہے کہ استغراق حقیقت کے اعتبار سے ہو، یعنی حقیقتاً اس میں استغراق پایا جارہا ہو، جیسے خلق الإنسان ضعيفاً، یہاں الانسان میں الف لام استغراق حقیقی کا ہے؛ کیوں کہ اس میں تمام افرادِ بشر شامل ہیں، ایک فردِ بشر بھی اس سے خارج نہیں۔

سوال: دوسری قسم کی وضاحت کیجئے؟

جواب: استغراق کی دوسری قسم استغراق مجازی ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں تمام افراد شامل نہ ہوں؛ لیکن جو بات بیان کی جارہی ہے اس کی تمام صفات اس میں موجود ہوں، جیسے أنت كل الرجل، موٹی سی بات ہے کہ آپ سارے آدمی کیسے ہوسکتے ہیں؟ مطلب یہ ہے کہ مرد کی جو صفات ہوتی ہیں وہ سب اچھی صفات آپ کے اندر موجود ہیں۔

سوال: اس کا پتہ کیسے چلے گا کہ کہاں استغراق حقیقی ہے اور کہاں مجازی؟ کیا اس کا کوئی قاعدہ ہے؟

جواب: اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر ''ال'' کی جگہ ''کل'' حقیقت میں آسکتا ہو اور معنی پر کوئی فرق نہ پڑے تب تو استغراق حقیقی ہوگا۔جیسے خلق الإنسان ضعيفاً کی جگہ اگر خلق كل إنسان کہا جائے تو بالکل صحیح ہوگا۔اور اگر ''کل'' حقیقتاً تو وہاں نہ آسکتا ہو؛ بلکہ مجازاً آئے تو استغراق مجازی ہوگا۔جیسے أنت الرجلِ کی جگہ أنت كل رجل کہا جائے تو حقیقۃً تو صحیح نہ ہوگا؛ لیکن مبالغے کے طور پر مجازاً ایسا کہا جاسکتا ہے، (جیسے کہا جاتا ہے کہ شاعر تو غالب ہے، حالانکہ غالب کے علاوہ بھی شاعر ہیں؛ لیکن مبالغہ کے طور پر یہ بات کہی جاتی ہے کہ شاعری کی تمام خصوصیات غالب میں پائی جاتی ہیں)۔

سوال: کیا مبالغے کے طور پر اس طرح کہا جاسکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، خود حضور پاک علیہ السلام نے فرمایا ہے: كل الصيد فی جوف الفراء. ہر شکار تو نیل گائے کے پیٹ میں ہے، ظاہر ہے کہ یہ صرف مبالغے پر محمول ہے ورنہ حقیقۃً تو ایسا نہیں ہے۔اسی چیز کو شاعر نے یوں بیان کیا ہے ۔

(۳۶) ليس على الله بمستنكر أن يجمع العالم فی واحد

سوال: کیا بعض لوگ ''ال'' میں ''ل'' کی جگہ میم استعمال کرتے ہیں یعنی وہ ال کی جگہ ''أم'' کہتے ہیں؟

جواب: جی ہاں، قبیلہ حمیر کے یہاں یہی لغت ہے، اور حضور پاک علیہ السلام نے بھی ان کی لغت میں کلام فرمایا ہے: ليس من امبر امصيام فی امسفر اور ان کے شاعر نے کہا ہے:

(۳۷)ذاك خليلي وذو يواصلني يرمي ورائي بامسهم وامسلمه

چھٹی قسم: مضاف الی المعرفہ

سوال: مضاف الی المعرفہ کا درجہ کیا ہوگا؟

جواب: مضاف جس معرفہ کی طرف مضاف ہوگا، اسی کے درجے میں ہوگا، اگر علم کی طرف مضاف ہے تو علم کے درجے میں، اسم اشارہ کی طرف مضاف ہے تو اسم اشارہ کے درجے میں، مگر جو ضمیر کی طرف مضاف ہوگا وہ ضمیر کے درجے میں نہ ہوگا؛ بلکہ علم کے درجہ میں ہوگا۔

سوال: مضاف الی الضمیر علم کے درجے میں کیوں ہوتا ہے؟ وہ ضمیر کے درجے میں کیوں نہیں ہوتا؟

جواب: اس کی وجہ یہ قاعدہ ہے کہ صفت موصوف سے زیادہ معرفہ نہیں ہوسکتی ہے، اب اگر مضاف الی الضمیر کو ضمیر کے درجے میں مان لیا جائے تو بعض صورتوں میں صفت موصوف سے زیادہ معرفہ ہوجائے گی جو کہ صحیح نہیں، مثلاً مررت بزید صدیقك میں زید موصوف اور صدیقك صفت ہے، اور صفت میں "صدیق" مضاف ہے اور "ك" مضاف الیہ، اب اگر صدیق کو ضمیر کے درجے میں مانا جائے تو صفت ضمیر کے درجے میں ہوجائے گی اور موصوف علم کے درجے میں ہوگا، جب کہ علم کا درجہ ضمیر سے کم ہے، اس طرح درجہ میں موصوف کم ہوگا اور صفت بڑھ جائے گی، جو کہ درست نہیں۔

سوال: معارف میں کیا ترتیب ہے؟

جواب: پہلے نمبر پر ضمیر، دوسرے پر علم، تیسرے پر اسم اشارہ پھر اسم موصول پھر الف لام۔

مبتدا اور خبر کا بیان

سوال: مبتدا کسے کہتے ہیں؟

جواب: مبتدا ایسا اسم ہوتا ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو، اور جس میں اسناد پائی جائے۔

سوال: عوامل لفظیہ سے خالی ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی لفظی عامل نہ ہو، جیسے: کان زید عالماً میں "زید" عامل لفظی سے خالی نہیں ہے؛ کیوں اس سے پہلے "کان" عامل موجود ہے، اس لیے یہ مبتدا نہ ہوگا۔

سوال: "اس میں اسناد پائی جائے" سے کیا مراد ہے؟

جواب: یعنی مبتدا یا تو مسند الیہ ہو یا مسند؟

سوال: مبتدا مسند الیہ تو ہوتا ہی ہے، کیا مبتدا کبھی مسند بھی ہوتا ہے؟

جواب: جی ہاں، أقائم الزیدان اور ما قائم الزیدان جیسی مثالوں میں ''قائم'' مبتدا ہے اور مسند ہے؛ کیوں کہ اس کی اسناد ''الزیدان'' کی طرف کی جا رہی ہے۔

سوال: خبر کسے کہتے ہیں؟

جواب: خبر مسند ہوتی ہے اور مبتدا کے ساتھ مل کر پورا فائدہ دیتی ہے۔ جیسے زید قائم میں ''قائم'' مسند ہے اور خبر بھی؛ کیوں کہ ''زید'' کے ساتھ مل کر یہ جملہ مکمل ہو رہا ہے۔

سوال: أقائم الزیدان میں کیا الزیدان خبر ہے؛ کیوں کہ یہ بھی تو مبتدا کے ساتھ مل کر پورا فائدہ دے رہا ہے؟

جواب: یہ خبر نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ مسند الیہ ہے، اور خبر مسند الیہ نہیں ہوتی ہے، حقیقت میں الزیدان ''قائم'' کا فاعل ہے۔

سوال: مبتدا معرفہ ہوتا ہے یا نکرہ؟

جواب: مبتدا معرفہ ہوتا ہے، البتہ کبھی کبھی نکرہ بھی ہوتا ہے۔

سوال: مبتدا نکرہ کب ہوتا ہے؟

جواب: جب نکرہ کسی صفت کے ساتھ آنے کی وجہ سے خاص ہو جائے، جیسے ولعبدٌ مؤمن خیرٌ من مشرك، یا اس سے پہلے کوئی ایسا حرف آجائے جس کی وجہ سے اس میں عموم پیدا ہو جائے جیسے ''ما'' آجائے: ما رجل فی الدار، خلاصہ یہ ہے کہ اگر نکرہ خاص یا عام ہو تو نکرہ بھی مبتدا بن سکتا ہے۔

سوال: متاخرین نحویین نے نکرہ کے مبتدا بننے کی کتنی صورتیں شمار کرائی ہیں؟

جواب: تیس کے قریب۔

سوال: کیا حقیقت میں نکرہ کے مبتدا بننے کی تیس ہی صورتیں ہیں؟

جواب: بعض حضرات نے کہا ہے کہ اصل میں تو صرف نکرہ کے مبتدا بننے کی صرف دو ہی صورتیں ہیں: نکرہ خاص ہو یا عام ہو، پھر اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، جنھیں بعض نحویین نے تیس کے قریب بتا دیا ہے۔ مثلاً نکرہ عام ہو یہی ایک بنیادی صورت ہے، اب ھل رجل فی الدار یا ما رجل فی الدار اگرچہ **ایک ہی صورت ہیں**؛ کیوں کہ

دونوں میں مبتدا کے اندر عموم ہے، مگر ان کو دو شمار کر لیا گیا؛ کیوں کہ عموم پر دلالت کرنے والے دو لفظ ''ما'' اور ''هل'' الگ الگ ہیں، اس طرح تمیں تک گنتی پہنچائی ہے۔

سوال: کیا خبر جملہ بھی ہوسکتی ہے؟

جواب: ہوسکتی ہے۔

سوال: کیا اس کے لئے کچھ شرط بھی ہے؟

جواب: جی ہاں، جملے کے خبر بننے کی شرط یہ ہے کہ چار روابط میں سے کوئی ایک رابط اس جملے میں موجود ہو۔

سوال: پہلا رابط کیا ہے؟

جواب: ضمیر، اصل رابط یہی ہے اور سب سے زیادہ مستعمل ہے۔ جیسے زيد أبوه قائم۔ زید مبتدا ہے اور أبوه قائم مبتدا ہو کر ''زيد'' کی خبر ہے، اور اس میں ''ہ'' ضمیر ربط کا کام دے رہی ہے۔

سوال: دوسرا رابط کیا ہے؟

جواب: دوسرا رابط اسم اشارہ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ولباس التقوىٰ ذلك خير''، اس میں ''لباس'' مضاف اور ''تقوی'' مضاف الیہ، دونوں مل کر مبتدا، ذلك مبتدا ثانی اور خير: ذلك کی خبر۔ مبتدا ثانی اپنی خبر سے مل کر پہلے مبتدا کی خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، اس جملہ میں ذلك ربط کا کام دے رہا ہے۔

سوال: تیسرا رابط کیا ہے؟

جواب: تیسرا رابط یہ ہے کہ جو جملہ خبر بن رہا ہے، اس میں مبتدا کے لفظ کو دوبارہ لایا جائے، یعنی مبتدا کے لفظ کا اعادہ بھی ربط کا کام دیتا ہے، جیسے: الحاقة ما الحاقة، اس میں ''الحاقة'' مبتدا ہے، اور ''ما الحاقة'' میں ''ما'' مبتدا ثانی اور الحاقة اس کی خبر، پھر یہ دونوں پہلے مبتدا کی خبر ہیں۔ اس جملے میں بھی خبر جملہ کی صورت میں ہے، اور مبتدا اور خبر کے درمیان رابط یہ ہے کہ جو لفظ مبتدا ہے، خبر میں اسی کو دوبارہ لایا گیا ہے۔

سوال: چوتھا رابط کیا ہے؟

جواب: عموم، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو جملہ خبر بن رہا ہے، اس میں عمومیت پائی جائے، یعنی خبر میں کوئی ایسا لفظ ہو جس سے عام معنی مراد ہوں، جیسے: زيد نعم الرجل، اس میں زيد مبتدا ہے، اور نعم الرجل فعل با فاعل ہو کر مبتدا کی خبر ہے، مبتدا اور خبر میں ربط یہ ہے کہ خبر کے

جملے میں عموم پایا جارہا ہے؛ کیوں کہ الرجل میں جو الف لام ہے، اس سے عام کوئی بھی شخص مراد ہے، کوئی خاص مراد نہیں، اس طرح ''زید'' بھی ''الرجل'' میں شامل ہے؛ کیوں کہ وہ بھی ایک رجل ہے، تو زید چونکہ خبر کے عموم میں داخل ہے، یہی چیز ربط کا کام دے رہی ہے۔

سوال: کیا ہر جگہ رابطہ کی ضرورت ہوتی ہے یا کوئی صورت اس سے مستثنی بھی ہے؟

جواب: ایک صورت اس سے مستثنی ہے، اس میں رابطہ کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ یہ ہے کہ جو جملہ خبر بن رہا ہو، وہ بعینہ مبتدا ہو، یعنی دونوں سے ایک ہی چیز مراد ہو، جیسے: قل هو الله أحد'' اس میں ''هو'' مبتدا ہے اور ''الله أحد'' خبر ہے؛ لیکن ''هو'' سے جو مراد ہے، وہی ''الله'' سے مراد ہے، اس صورت میں رابطہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح حدیث میں ہے: ''أفضل ما قلته أنا والنبيون من قبلي لا إله إلا الله'' اس میں ''أفضل'' اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتدا ہے اور ''لا إله إلا الله'' کا جملہ اس کی خبر ہے؛ لیکن دونوں سے ایک ہی چیز مراد ہے؛ کیوں کہ جو چیز سب سے افضل ہے، وہ یہی کلمہ ہے اور یہی کلمہ سب سے افضل ہے، تو اس طرح أفضل اور لا إله إلا الله ایک ہی چیز ہیں۔ اسی وجہ سے دونوں کے درمیان کوئی رابطہ نہیں ہے۔

سوال: کیا خبر ہمیشہ مرفوع ہی ہوتی ہے یا کبھی منصوب بھی ہوتی ہے؟

جواب: کبھی خبر ظرف منصوب بھی ہوتی ہے جیسے: والركب أسفل منكم''، اس میں ''أسفل'' خبر ہے اور منصوب ہے۔

سوال: کیا خبر جار مجرور بھی ہوتی ہے؟

جواب: ہوتی ہے، جیسے: ''الحمد لله رب الغلمين'' میں ''لله'' خبر ہے اور جار مجرور ہے۔

سوال: خبر تو ہمیشہ مرفوع ہی ہوتی ہے پھر منصوب یا مجرور کیسے ہوسکتی ہے؟

جواب: اصل میں یہ ظرف اور جار مجرور خود خبر نہیں ہوتے ہیں؛ بلکہ ایک کلمہ محذوف ہوتا ہے جو ان دونوں میں عمل کرتا ہے، وہی کلمہ اصلاً خبر ہوتا ہے۔

سوال: کون سا کلمہ محذوف ہوتا ہے؟

جواب: بعض لوگ ''استقرّ'' فعل محذوف مانتے ہیں، اور بعض ''مستقرّ'' اسم کو محذوف مانتے ہیں۔

سوال: اسم کون لوگ محذوف مانتے ہیں؟

جواب: جمہور بصریین اسم محذوف مانتے ہیں۔

سوال: ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جو کلمہ محذوف ہوتا ہے اصلاً وہی خبر ہوتا ہے، اور خبر اصل میں اسم مفرد ہوتی ہے، لہذا اسی کلمہ (مستقر) کو محذوف مانا جائے گا جو اسم مفرد ہو۔

سوال: فعل کون لوگ محذوف مانتے ہیں؟

جواب: اخفش، فارسی اور زمخشری وغیرہ۔

سوال: ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: یہ فرماتے ہیں کہ جو لفظ محذوف ہوتا ہے، وہ ظرف اور جار مجرور کے محل میں عمل کرتا ہے، اور عامل اصلاً فعل ہوتا ہے، لہذا فعل کو محذوف مانا جائے گا۔

سوال: مبتدا کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: جوہر اور عرض۔

سوال: جوہر کسے کہتے ہیں؟

جواب: جوہر کہتے ہیں جسے محسوس کیا جا سکے، یعنی جس کا جسمانی وجود ہو جیسے: زید، عمرو وغیرہ۔

سوال: عرض کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس کا جسمانی وجود نہ ہو جیسے: کھڑا ہونا، بیٹھنا۔

سوال: ظرف کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: ظرف زمانی اور ظرف مکانی۔

سوال: اگر مبتدا جوہر ہے تو کیا اس کی خبر ظرف مکانی سے دی جا سکتی ہے؟

جواب: دی جا سکتی ہے جیسے: زیدٌ أمامك۔

سوال: اگر مبتدا عرض ہے تو کیا اس کی خبر ظرف مکانی سے دی جا سکتی ہے؟

جواب: دی جا سکتی ہے جیسے: الخير أمامك۔

سوال: اگر مبتدا عرض ہو تو کیا اس کی خبر ظرف زمان سے دی جا سکتی ہے؟

جواب: دی جا سکتی ہے، جیسے: الصوم اليوم۔

سوال: اگر مبتدا جوہر ہو تو کیا اس کی خبر ظرف زمان سے دی جا سکتی ہے؟

جواب: نہیں، اسی وجہ سے زیدٌ اليوم کہنا صحیح نہیں ہے۔

سوال: اگر اہل عرب کے کلام میں اس طرح کا جملہ ملے جس میں جوہر کی خبر ظرف زمان سے دی گئی

ہو، جیسے اللیلۃ الھلال کہ ''الھلال'' جوہر ہے اور اس کی خبر ''اللیلۃ'' ظرف زمان ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس طرح کے جملوں کی تاویل کی جائے گی، چنانچہ مذکورہ جملے میں مضاف محذوف مانا جائے گا، اصل جملہ یہ ہوگا ''اللیلۃ طلوع الھلال'' اس صورت میں اللیلۃ؛ ''طلوع'' (جو کہ عرض ہے) کی خبر ہوگی۔

مبتدا کی دوسری قسم

سوال: کیا مبتدا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جس کی خبر نہ ہو؟

جواب: ہوتا ہے۔

سوال: اس کی کیا صورت ہے؟

جواب: جب مبتدا صفت کا صیغہ ہو اور اس سے پہلے نفی یا استفہام ہو جیسے ''أقائم الزیدان''، ''ما قائم الزیدان''۔

سوال: اس صورت میں مبتدا کو خبر کی ضرورت کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ مبتدا یہاں صفت کا صیغہ ہوتا ہے اور فعل کی تاویل میں ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اسے صرف مرفوع (فاعل جو خبر کے قائم مقام ہوتا ہے) کی ضرورت ہوتی ہے، دیکھیے، أقائم الزیدان کا مطلب ہے أیقوم الزیدان، اور ماقائم الزیدان کا مطلب ہے ما یقوم الزیدان، اور چونکہ فعل کو خبر کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، لہذا جو فعل کی جگہ پر ہوگا، اسے بھی خبر کی ضرورت نہ ہوگی۔

سوال: جس مبتدا کو خبر کی ضرورت نہیں ہوتی ہے وہ صفت کا صیغہ ہوتا ہے، تو کیا یہ ضروری ہے کہ وہ ایسا صیغہ ہو جو فاعل کو رفع دیتا ہے (یعنی اسم فاعل) یا اگر وہ نائب فاعل کو رفع دیتا ہو یعنی اسم مفعول ہو، تب بھی یہی حکم ہے؟

جواب: دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے، خواہ اسم فاعل ہو یا اسم مفعول۔

سوال: کوئی ایسا شعر پیش کیجئے جس میں مبتدا صفت کا صیغہ ہو اور اس سے پہلے نفی ہو؟

جواب: (۳۸) خلیلیّ ما وافٍ بعھدیّ أنتما ۔۔۔ إذا لم تکونا لی علی من أقاطع

سوال: کوئی ایسا شعر پیش کیجئے جس میں مبتدا صفت کا صیغہ ہو اور اس سے پہلے استفہام ہو؟

جواب:(۳۹)أقاطن قوم سلمى أم نووا ظعناً؟ إن يظعنوا فعجيب عيش من قطنا

سوال: کیا ایک مبتدا کی کئی خبریں آسکتی ہیں؟

جواب: آسکتی ہیں، جیسے قرآن میں ہے: وھو الغفور الودود، ذو العرش المجید، فعالٌ لما یرید"۔

سوال: کیا یہ بات متفق علیہ ہے یا اس میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک مبتدا کی ایک سے زائد خبر نہیں آسکتی۔

سوال: جو آیتیں اوپر پیش کی گئی ہیں جن میں ایک مبتدا کی کئی خبریں ہیں ان کی یہ لوگ کیا تاویل کرتے ہیں؟

جواب: یہ لوگ ہر خبر سے پہلے ایک مبتدا محذوف مانتے ہیں، جیسے: وھو الغفور وھو الودود، وھو ذو العرش...

سوال: "زید شاعر وکاتب" میں خبر ایک ہے یا متعدد؟

جواب: تمام نحویین کے نزدیک اس میں ایک ہی خبر ہے، اس لئے کہ شاعر معطوف علیہ اور کاتب معطوف ہے، دونوں مل کر ایک ہی خبر ہیں۔

سوال: "الزیدان شاعر وکاتب" میں ایک خبر ہے یا کئی؟

جواب: اس میں بھی سب کے نزدیک ایک ہی خبر ہے؛ اس لئے کہ مبتدا میں دو لوگ ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک کی ایک خبر ہے، ایک کی خبر شاعر ہے اور دوسرے کی کاتب۔

سوال: "ھذا حلوٌ حامضٌ" میں ایک خبر ہے یا متعدد؟

جواب: اس میں بھی ایک ہی خبر ہے، وجہ یہ ہے کہ "حلو" اور "حامض" سے دو الگ الگ ذائقے مراد نہیں؛ کیوں کہ ایک چیز میں دو مختلف مزے نہیں ہو سکتے؛ بلکہ اس سے مراد ہے دونوں کے بیچ کا ذائقہ، جسے "مزّ" یعنی کھٹا میٹھا کہتے ہیں، تو اس سے ایک ہی ذائقہ مراد ہے نہ کہ دو، البتہ اس ذائقہ کو بتانے کے لئے لفظ دو لائے گئے ہیں، تو حقیقت میں یہ ایک ہی خبر ہے۔

مبتدا کی تقدیم وتاخیر کا حکم

سوال: کیا خبر مبتدا سے پہلے بھی آسکتی ہے؟

جواب: آسکتی ہے، اور اس کی دو قسمیں ہیں: کبھی خبر کی تقدیم جائز ہوتی ہے اور کبھی واجب۔

سوال: جائز کب ہے؟

جواب: جائز کے لئے کوئی قاعدہ نہیں، جب چاہیں کر سکتے ہیں، جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''سلام هی'' ''وآية لهم الليل''۔

سوال: ان دونوں آیتوں میں پہلے لفظ یعنی ''سلام'' اور ''آية'' کو مبتدا کیوں نہیں بنایا گیا، خبر کو مقدم ماننے کی ضرورت ہی کیا ہے، جو پہلے ہے اسے مبتدا مان لیا جائے اور جو بعد میں ہے اسے خبر مان لیا جائے؟

جواب: اس صورت میں مبتدا نکرہ ہو جائے گا اور خبر معرفہ؛ کیوں کہ ''سلام'' بھی نکرہ ہے اور ''آية'' بھی۔ ان دونوں کو مبتدا بنانے کی صورت میں ان کی خبر معرفہ ہو جائے گی۔

سوال: خبر کو مقدم کرنا واجب کب ہوتا ہے؟

جواب: جب خبر کو مؤخر کرنے میں کوئی خرابی لازم آئے، جیسے: في الدار رجل، أين زيد ؟ اور على التمرة مثلها زبداً۔

سوال: ''في الدار رجل'' میں خبر کو مؤخر کرنے میں کیا خرابی لازم آرہی ہے؟

جواب: خبر کو مؤخر کرنے کی صورت میں جملہ ہوگا ''رجل في الدار''، اس صورت میں یہ التباس ہو سکتا ہے کہ ''في الدار'' رجل کی خبر نہیں؛ بلکہ صفت ہے، اور یہ التباس اس وجہ سے ہو سکتا ہے کہ رجل نکرہ ہے اور نکرہ کو خاص ہونے کے لئے خبر سے زیادہ صفت کی ضرورت ہوتی ہے۔

سوال: أين زيد؟ میں خبر کو کیوں مؤخر نہیں کر سکتے؟

جواب: اس لئے کہ استفہام صدر کلام کو چاہتا ہے، اسے مؤخر کرنے کی صورت میں اسے اس کی جگہ سے ہٹانا لازم آئے گا جو درست نہیں۔

سوال: ''على التمرة مثلها زبداً'' میں کیوں خبر کو مقدم کرنا واجب ہے؟

جواب: کیوں کہ اگر خبر کو مؤخر کر دیں تو جملہ اس طرح ہوگا مثلها زبداً على التمرة، اس صورت میں مثلها کی ضمیر لفظاً اور رتبۃً دونوں اعتبار سے مابعد کی طرف لوٹے گی، لفظاً تو ظاہر ہے، رتبۃً کا مطلب یہ ہے کہ یہ ضمیر خبر کی ہے یعنی اس کا مرجع خبر ہے اور خبر کا درجہ مبتدا کے بعد ہوتا ہے، اس طرح اس ضمیر کا درجہ بعد میں ہوا، اور ضمیر کا دونوں اعتبار سے مابعد کی طرف لوٹنا درست نہیں ہوتا۔

سوال: کیا مبتدا اور خبر کو حذف کیا جا سکتا ہے؟

جواب: دونوں میں سے ہر ایک کو حذف کیا جاسکتا ہے، جیسے ''قل أفأنبئكم بشرٍ من ذلك، النار'' سے مبتدا حذف کر دیا گیا ہے، اصل ہے هي النار، اور ''سورة أنزلناها'' سے ''هذه'' مبتدا کو حذف کر دیا گیا ہے، اور اسی طرح ''أكلها دائم وظلها'' سے دائم کو حذف کر دیا ہے، اصل ہے وظلها دائم، اور اسی طرح ''قل ئأنتم أعلم أم الله'' سے بھی خبر کو حذف کر دیا گیا ہے، اصل ہے أم الله أعلم۔

سوال: کیا ایک ساتھ دونوں کو حذف کیا جاسکتا ہے؟

جواب: ایک ہی جملے سے تو دونوں کو حذف نہیں کیا جاسکتا کہ مبتدا کو بھی حذف کر دیا جائے اور خبر کو بھی؛ لیکن ایسا ہوتا ہے کہ دو جملوں میں سے ایک سے مبتدا کو اور دوسرے سے خبر کو حذف کردیں، جیسے: ''سلام قوم منكرون''۔ سلام الگ جملہ ہے، جس کی خبر عليكم محذوف ہے، اور قوم منكرون الگ جملہ ہے، جس کا مبتدا ''أنتم'' محذوف ہے۔

خبر کو حذف کرنا کب واجب ہوتا ہے؟

سوال: کیا کبھی خبر کو حذف کرنا واجب بھی ہوتا ہے؟

جواب: چار مسائل میں خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔

سوال: پہلا مسئلہ کیا ہے جس میں خبر کو حذف کرنا واجب ہے؟

جواب: لولا کے جواب سے پہلے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لولا أنتم لكنّا مؤمنين، اس جملے میں ''لكُنّا'' (جو لولا کا جواب ہے) سے پہلے ''صددتمونا'' محذوف ہے۔ اور ہر جگہ سیاق وسباق کے اعتبار سے کوئی لفظ محذوف مانا جائے جائے گا۔ یہاں ''صددتمونا'' محذوف ماننے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد اس کے جواب میں ''أنحن صددناكم عن الهدى بعد إذ جاء كم'' ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں صد یعنی حق سے روکنے کی بات چل رہی ہے۔

سوال: دوسرا مسئلہ کیا ہے جہاں خبر کو حذف کرنا واجب ہے؟

جواب: قسم صریح کے جواب سے پہلے جیسے: ''لعمرك إنهم لفي سكرتهم يعمهون'' اس میں ''لعمرك'' کے بعد ''يميني'' یا ''قسمي'' محذوف ہے۔

سوال: قسم صریح سے کیا مراد ہے؟

جواب: مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے جواب میں خبر کو حذف کرنا واجب ہوگا جو صرف قسم کے لئے ہی مستعمل ہو، کسی دوسرے معنی میں اس کا استعمال نہ ہوتا ہو۔

سوال: اگر کوئی لفظ قسم کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور دوسرے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے تو اس کی خبر کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی لفظ ایسا ہے جو قسم اور غیر قسم دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے ''عهد'' کہ یہ قسم کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے: ''عهد الله لأفعلن'' اور قسم کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی مستعمل ہے جیسے: ''عهد الله يجب الوفاء به'' یہاں عہد کے معنی میں ہے، تو اس طرح کے الفاظ اگر قسم کے معنی میں ہوں تو ان کی خبر کو حذف بھی کیا جاسکتا ہے جیسے: ''عهد الله لأفعلن'' اور ذکر بھی کیا جاسکتا ہے جیسے: ''عليّ عهد الله'' حذف کرنا واجب نہیں ہے۔

سوال: تیسرا مسئلہ کیا ہے جس میں خبر کو حذف کرنا واجب ہے؟

جواب: اس حال سے پہلے کہ جسے مبتدا کی خبر بنایا جائے تو وہ خبر نہ بن سکے (بلکہ خبر بنانے کی صورت میں معنی درست نہ بیٹھیں) جیسے ''ضربي زيداً قائماً''، اس جملہ میں ''قائماً'' حال ہے، لیکن اگر اسے مبتدا یعنی ''ضرب'' کی خبر بنایا جائے تو درست نہیں ہوگا کیوں کہ اس صورت میں جملہ ہو جائے گا ''ضربي قائم'' ظاہر ہے کہ یہ درست نہیں۔ اس طرح کے جملوں میں حال سے پہلے خبر کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے، اس جملے کی اصل ہے ''ضربي زيداً حاصلٌ إذا كان قائماً''۔

سوال: اس جملے کی ترکیب کیا ہوگی؟

جواب: ''ضربي'' میں ''ضرب'' مضاف اور ''ی'' مضاف الیہ اور فاعل، ''زيداً'' مفعول، ''حاصلٌ'' خبر۔ إذا كان تامہ کی طرف مضاف ہو کر ''حاصلٌ'' کا ظرف، کان کے اندر ضمیر جو زید کی طرف لوٹ رہی ہے ذوالحال اور ''قائماً'' حال۔

سوال: اس طرح کی ایک دو مثالیں اور پیش کیجئے؟

جواب: ''أكثر شربي السويق ملتوتاً'' اس میں بھی ''ملتوت''، ''أكثر'' کی خبر نہیں بن سکتا؛ س لئے کہ خبر بنانے صورت میں مطلب ہوگا کہ میرا اکثر پینا گھی ملا ہوا ہوتا ہے، جب کہ گھی ملا ہوا ستو ہوتا ہے نہ کہ پینا، لہٰذا یہاں بھی خبر محذوف ہوگی، اصل ہوگی: ''أكثر شربي السويق حاصل إذا كان ملتوتاً''۔ اسی طرح ایک جملہ یہ ہے ''أخطب ما يكون الأمير

قائماً' اس کی اصل ہے''أخطب ما یکون الأمیر حاصل إذا کان قائماً''۔

سوال: چوتھا مسئلہ کیا ہے جس میں خبر کو حذف کرنا واجب ہے؟

جواب: اس واؤ سے پہلے جو صراحۃً معیت کے معنی پر دلالت کر رہا ہو جیسے:''کل رجل وضیعته'' اس کی خبر''مقرونان'' محذوف ہے، جس پر واؤ دلالت کر رہا ہے، کیوں کہ واؤ کے اندر معیت اور ساتھ کے معنی ہیں۔

نواسخ کا بیان

سوال: نسخ کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہٹانے، ختم کرنے اور زائل کرنے کو کہتے ہیں، اسی سے نسخت الشمس الظل استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب ہے کہ دھوپ نے سایے کو ختم کر دیا۔

سوال: نحو کی اصطلاح میں نسخ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مبتدا اور خبر کے حکم کو ختم کرنے کو نسخ کہتے ہیں۔

سوال: نواسخ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: وہ نواسخ جو مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیں، جیسے افعال ناقصہ۔

سوال: دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: وہ نواسخ جو مبتدا کو نصب اور خبر کو رفع دیں جیسے حروف مشبہ بفعل۔

سوال: تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: جو مبتدا اور خبر دونوں کو نصب دیں، جیسے افعال قلوب۔

سوال: افعال ناقصہ کے دونوں معمولوں کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: فعل ناقص کا فاعل اور مفعول بھی کہتے ہیں اور اسم و خبر بھی۔

سوال: حروف مشبہ کے معمولوں کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: حروف مشبہ کا اسم اور خبر۔

سوال: افعال قلوب کے معمولوں کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: پہلے معمول کو مفعول اول اور دوسرے معمول کو مفعول ثانی۔

افعال ناقصہ کا بیان

سوال: افعال ناقصہ کتنے ہیں؟

جواب: تیرہ۔

سوال: افعال ناقصہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: وہ افعال ناقصہ جو بغیر کسی شرط کے عمل کرتے ہیں، یہ آٹھ ہیں، کان ، أمسى، أصبح، أضحىٰ، ظلّ، بات، صار اور ليس.

سوال: دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: جو اس شرط کے ساتھ عمل کرتے ہیں کہ ان سے پہلے نفی یا شبہ نفی ہو، یہ چار ہیں، زال، برح، فتیء، انفك، نفی کی مثال: قرآن میں ہے: ''ولا يزالون مختلفين''۔

سوال: شبہ نفی سے کیا مراد ہے؟

جواب: نہی اور دعا، نہی کی مثال۔

(۴۰) صاح شمر، ولا تزل ذاكر الموت، فنسيانه ضلال مبين

(۴۱) دعا کی مثال: ألا يا اسلمي يا دار ميّ على البلىٰ ولا زال منهلّا بجرعائك القطر

سوال: تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: وہ فعل جو اس شرط کے ساتھ عمل کرے کہ اس سے پہلے ما مصدریہ ظرفیہ ہو، یہ ایک ہے، دام، جیسے قرآن میں ہے ''وأوصاني بالصلوٰة والزكوٰة ما دمت حيّاً''۔

سوال: اس ''ما'' کو مصدریہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: اس لئے کہ یہ بعد والے فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے۔

سوال: اسے ظرفیہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: اس لئے کہ اس میں زمانہ اور مدت کے معنی پائے جاتے ہیں۔

افعال ناقصہ کی تقدیم وتاخیر کا حکم

سوال: کیا افعال ناقصہ کی خبر فعل ناقص اور اس کے اسم کے درمیان آسکتی ہے؟

جواب: آسکتی ہے، جیسے: وكان حقاً علينا نصر المؤمنين، أكان للناس عجباً أن أوحينا ،اور حمزہ وحفص کی قراءت کے مطابق ليس البرّ أن تولوا ،لیس کی خبر کی وجہ سے ''برّ'' کے نصب کے ساتھ۔شاعر نے کہا ہے ۔

(۴۲) سلى إن جهلت الناس عنا وعنهم فليس سواء عالم وجهول

اور دوسرے شاعر نے کہا ہے ۔

(۴۳)لا طيب للعيش ما دامت منغصة لذاته بادكار الموت والهرم

ان تمام مثالوں میں خبر درمیان میں ہے۔

سوال: اس بارے میں ابن درستویہ اور ابن معطی کی کیا رائے ہے؟

جواب: ابن درستویہ کہتے ہیں کہ ليس کی خبر وسط میں نہیں آسکتی، بقیہ افعال کی آسکتی ہے، اور ابن معطی کی رائے یہ ہے کہ دام کی خبر درمیان میں نہیں آسکتی، بقیہ کی آسکتی ہے۔

سوال: مقدم ومؤخر ہونے کے اعتبار سے خبر کی کتنی حالتیں ہیں؟

جواب: تین:(۱) خبر فعل ناقص اور اسم کے بعد آئے، جیسے وكان ربك قديراً (۲) فعل ناقص اور اسم کے درمیان آئے جیسے وكان حقاً علينا نصر المؤمنين ،(۳) فعل ناقص اور اسم دونوں سے پہلے آئے، جیسے عالماً كان زيد۔

سوال: کیا تمام افعال ناقصہ کی خبر فعل ناقص اور اس کے اسم پر مقدم آسکتی ہے؟

جواب: دام اور لیس کے علاوہ تمام افعال ناقصہ کی خبران پر مقدم آسکتی ہے۔

سوال: اس کی کیا دلیل ہے کہ افعال ناقصہ کی خبر ان پر مقدم آسکتی ہے؟

جواب: قرآن کی ایک آیت ہے''أهؤلاء إياكم كانوا يعبدون ''اس میں''إياكم '' ''يعبدون '' کا مفعول ہے، اور''يعبدون'' کان کی خبر ہے، تو اس آیت میں کان کی خبر کا معمول کان پر مقدم ہے، لہذا جب یہ جائز ہے کہ کان کی خبر کا معمول کان سے پہلے آجائے تو یہ تو بدرجۂ اولی جائز ہوگا کہ خود خبر بھی کان سے پہلے آجائے۔

سوال: دام کی خبر بالاتفاق دام سے پہلے نہیں آسکتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: دام کی خبر اگر اس سے پہلے لائی جائے تو دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک تو یہ کہ مــا اور دام دونوں سے پہلے لائی جائے، اور دوسرے یہ کہ مــا کے بعد اور دام سے پہلے یعنی دونوں کے درمیان میں لائی جائے اور یہ دونوں صورتیں جائز نہیں ہو سکتیں۔

سوال: ما اور دام دونوں سے پہلے کیوں نہیں لا سکتے؟

جواب: اس لئے کہ مــــا موصولہ ہے، اور دام اس کا صلہ، (اور دام کی خبر دام کا معمول ہوتی ہے؛ کیوں کہ وہ اسے نصب دیتا ہے) اب اگر اس کی خبر کو ما سے پہلے لائیں تو موصول سے پہلے اس کے صلہ کا معمول آجائے گا، اور یہ جائز نہیں کہ صلہ کا معمول موصول سے پہلے آئے۔

سوال: ما اور دام کے بیچ کیوں نہیں لا سکتے؟

جواب؛ اس وجہ سے کہ اس صورت میں موصول اور صلہ کے درمیان فصل ہو جائے گا، اور یہ موصولِ حرفی ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ موصول حرفی اور اس کے صلہ کے درمیان فصل نہیں کیا جا سکتا۔

سوال: کیا موصول اسمی اور اس کے صلہ کے درمیان فصل کیا جا سکتا ہے؟

جواب: کیا جا سکتا ہے؛ لیکن اگر موصول الف لام ہے تو نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ جاء الذی ضرب زیداً میں جاء الذی زیداً ضرب تو کہہ سکتے ہیں؛ لیکن جاء الضارب زیداً میں زیداً کو الف لام اور "ضارب" کے درمیان نہیں لا سکتے؛ کیوں کہ موصول الف لام ہے۔

سوال: لیس کی خبر کو اس پر مقدم کیوں نہیں کیا جا سکتا؟ اور کیا یہ سب کے نزدیک ہے یا بعض کے؟

جواب: یہ مسلک کوفیین، مبرد اور ابن سراج کا ہے، جب کہ ابن جنی اور فارسی اس کے جواز کے قائل ہیں۔

سوال: کوفیین وغیرہ کی کیا دلیل ہے؟

جواب: ان حضرات کی دو دلیلیں ہیں، ایک تو یہ کہ اس طرح سنا نہیں گیا، چنانچہ ذاهباً لست کبھی نہیں سنا گیا، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ لیــس فعل جامد ہے، اور عسی کے مشابہ ہے، اور عسی کی خبر بالاتفاق اس سے پہلے نہیں آسکتی، اس مشابہت کی وجہ سے، بہتر یہ ہے کہ لیس کی خبر کی تقدیم بھی جائز نہ ہو۔

سوال: ابن جنی اور فارسی کی کیا دلیل ہے؟

جواب: ان حضرات کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے "ألا یوم یأتیهم لیس مصروفاً عنهم"، اس آیت میں "مصروفاً" یومَ میں عمل کر رہا ہے، اور یوم "لیس" سے پہلے ہے، مطلب یہ ہے کہ لیس کے معمول (مصروفاً) کا معمول (یوم) جب لیس سے پہلے آسکتا ہے تو خود

لیس کا معمول اس سے پہلے کیوں نہیں آسکتا۔

سوال: کوفیین وغیرہ نے اس دلیل کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: کوفیین کہتے ہیں کہ اس آیت سے استدلال نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ ''یوم'' ظرف ہے، اور ظروف میں اہل عرب بہت وسعت سے کام لیتے ہیں، اس وجہ سے یہاں اس طرح استعمال کیا گیا؛ لیکن ظروف کے علاوہ میں اتنی وسعت نہیں ہے، اس وجہ سے غیر ظروف میں اس کی اجازت بھی نہیں۔

سوال: اس سلسلہ میں امامِ نحو سیبویہ کی کیا رائے ہے؟

جواب: ان سے دونوں طرح کے قول مروی ہیں، جواز کا بھی اور عدم جواز کا بھی۔

سوال: افعال ناقصہ میں کون کون افعال صار کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں؟

جواب: پانچ، وہ یہ ہیں، کان، أمسی، أضحی، أصبح اور ظلّ۔ قرآن میں ہے ''وبست الجبال بساً، فکانت هباءاً منثوراً، وکنتم أزواجاً ثلثة۔ فأصبحتم بنعمته إخواناً۔ ظل وجهه مسوداً۔ اور شاعر کا شعر ہے۔

(۴۴) أمست خلاء وأمسی أهلها احتملوا أخنی علیها الذی أخنی علی لبد

ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

(۴۵) أضحی یمزق أثوابی ویضربنی أبعد شیبی یبغی عندی الأدبا

ان تمام مثالوں میں پانچوں افعال ''صار'' کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

سوال: افعال ناقصہ میں سے کون کون سے افعال تام استعمال ہوسکتے ہیں؟

جواب: فتیء، زال اور لیس کے علاوہ تمام افعال تام استعمال ہوسکتے ہیں۔

سوال: تام کا کیا مطلب ہے؟

جواب: تام کا مطلب ہے کہ انہیں خبر کی ضرورت نہ پڑے، صرف اسم ہی سے بات پوری ہوجائے، جیسے ''وإن کان ذوعسرة فنظرة۔ فسبحان الله حین تمسون وحین تصبحون، خالدین فیها مادامت السمٰوٰت والأرض شاعر نے کہا ہے۔

(۴۶) تطاول لیلك بالإثمد وبات الخلی ولم ترقد

وبات وباتت له لیلة کلیلة ذی العائر الأرمد

وذلك من نباءٍ جاءنی وخبرته عن بنی الأسود

مذکورہ تمام مثالوں میں یہ سب افعال تام استعمال ہوئے ہیں۔

سوال: اکثر بصریین تام سے کیامراد لیتے ہیں؟

جواب: بصریین کے نزدیک تام ہونے کا مطلب ہے کہ وہ زمانہ اور مصدری معنی دونوں پر دلالت کرے۔

سوال: ان افعال کو ناقص کیوں کہتے ہیں؟

جواب: اس میں بھی اکثر نحویین اور بصریین کا اختلاف ہے، جیسا کہ تام کی تعریف میں اختلاف ہے۔

سوال: اکثر نحویین کیا کہتے ہیں؟

جواب: اکثر نحویین کے نزدیک ان افعال کو ناقص اس لئے کہتے ہیں کہ صرف مرفوع یعنی اسم سے بات پوری نہیں ہوتی؛ بلکہ انہیں خبر کی بھی ضرورت پڑتی ہے، گویا کہ یہ بغیر خبر کے معنی دینے میں ناقص اور ادھورے ہیں۔ان کا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔

سوال: بصریین کیا کہتے ہیں؟

جواب: وہ یہ کہتے ہیں کہ فعل تام دو چیزوں پر دلالت کرتا ہے،ایک زمانے پر اور دوسرے مصدری معنی پر،لیکن افعال ناقصہ صرف زمانے پر دلالت کرتے ہیں،ان کے اندر مصدری معنی نہیں پائے جاتے،اس طرح گویاان کے معنی میں کمی اورادھوراپن رہتاہے،اس وجہ سےان کو ناقص کہتے ہیں۔

سوال: صاحب کتاب اس سلسلے میں کس کے ساتھ ہیں؟

جواب: اکثر نحویین کے ساتھ۔

کان کے استعمالات

سوال: کان عربی زبان میں کتنی طرح استعمال ہوتا ہے؟

جواب: تین طرح:(۱) ناقصہ، جسے اسم وخبر دونوں کی ضرورت ہو، جیسے وکان ربک قدیراً،(۲) تام، جسے صرف اسم کی ضرورت ہو،خبر کی نہیں، جیسے وإن کان ذو عسرة۔(۳) زائدہ، جسے نہ اسم کی ضرورت ہواور نہ خبر کی۔

سوال: کان زائدہ کب ہوتا ہے؟

جواب: کان کے زائدہ ہونے کی دو شرطیں ہیں:(۱) ایک تو یہ کہ ماضی کا صیغہ ہو،(۲) دوسری یہ کہ دوایسی چیزوں کے درمیان آئے جو ہمیشہ مل کر آتی ہوں،اور یہ دونوں چیزیں جار مجرور نہ

ہوں۔ جیسے ماکان أحسن زیداً، اس کی اصل ما أحسن زیداً ہے۔

سوال: کان کے زائدہ ہونے کا کیا مطلب ہے، کیا کان زائدہ کسی معنی پر دلالت نہیں کرتا؟

جواب: بسا اوقات وہ کسی معنی پر دلالت بھی کرتا ہے۔ اس کے زائدہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسناد سے خالی ہو، یعنی ترکیب میں اس کا کوئی محل نہ ہو۔

کان کا نون کب حذف کیا جاسکتا ہے؟

سوال: کــــان کی خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کا آخری حرف حذف کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ یہ بتایئے کہ اس کی کیا شرطیں ہیں؟

جواب: کــــان کے آخری حرف کو حذف کرنا جائز ہے، جب اس میں یہ پانچ شرطیں پائی جائیں: (۱) مضارع کا صیغہ ہو۔ (۲) مجزوم ہو، (۳) اس پر وقف نہ کیا گیا ہو، (۴) اس سے ضمیر منصوب نہ ملی ہو، (۵) اس کے بعد والے حرف پر سکون نہ ہو۔

سوال: اس کی مثال دیجیے؟

جواب: قرآن میں ہے "ولم أك بغیاً"۔ "أك" اصل میں "أکون" تھا، لم داخل ہونے کی وجہ سے "أکون" کا نون ساکن ہوگیا، پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے واؤ کو حذف کردیا، اور ایسے موقع پر واؤ کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے، "أکن" ہوگیا، پھر تخفیفاً نون کو حذف کردیا، تو "أك" ہوگیا۔

سوال: کیا "لم یکن الذین کفروا من أهل الکتاب" میں "یکن" کے نون کو تخفیفاً حذف کیا جاسکتا ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ آخری شرط مفقود ہے، یعنی "یکن" کے بعد والا حرف ساکن ہے، متحرک نہیں۔

سوال: ایسے موقع پر حذف کیوں نہیں کرسکتے؟

جواب: اس وجہ سے کہ "یــکــنْ" کے بعد والا حرف ساکن ہے، اور "یــکــن" کے نون پر بھی سکون ہے، جس کی وجہ سے نون کو کسرہ دیا گیا جیسا کہ ایسے موقع پر ہوتا ہے، تو اس کسرے کی وجہ سے نون میں قوت پیدا ہوگئی، اس قوت کی وجہ سے اس کو حذف کرنا دشوار ہوگیا۔

سوال: إن یکنه فلن تسلط علیه میں نون کو تخفیفاً حذف کرسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نہیں؛ اس لئے کہ چوتھی شرط مفقود ہے، یعنی یکن سے ضمیر منصوب ملی ہوئی ہے، اور ضمیر تو خود کلمات کو اصل کی طرف لوٹا دیتی ہے، تو پھر اس کی وجہ سے کسی کو حذف کیسے کیا جاسکتا ہے۔

سوال: ضمیر کلمے کو اصل کی طرف لوٹا دیتی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کلمے سے کوئی لفظ حذف ہو گیا ہو تو ضمیر کی طرف اس کی اضافت کی وجہ سے وہ واپس آجاتا ہے، جیسے: أخٌ، اصلاً ''أخوٌ'' تھا، لیکن اس سے ''واؤ'' حذف ہو گیا ہے، جب اس کی اضافت ضمیر کی طرف کی جاتی ہے تو ''واؤ'' واپس آجاتا ہے، اور أخوك، أخوهم کہا جاتا ہے۔

سوال: اگر تمام شرطیں پائی جائیں، صرف تیسری شرط نہ پائی جائے یعنی ''یکن'' پر وقف کر لیا جائے کیا تب بھی نون کو حذف نہیں کر سکتے؟

جواب: جی ہاں۔ اگر اس پر وقف کر لیا جائے تو بھی اس کو حذف نہیں کر سکتے۔

سوال: اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی فعل پر وقف کیا جائے اور حال یہ ہو کہ اس کے حروف حذف ہوتے ہوتے صرف ایک یا دو بچے ہوں، تو قاعدہ یہ ہے کہ وقف کے موقع پر ھاءِ سکتہ اس کے آخر میں لگا دیتے ہیں، اور اسی پر وقف کرتے ہیں، جیسے ''ع'' پر وقف کرتے وقت ''عِـه'' کہتے ہیں، اور ''لم يع'' پر وقف کرتے وقت ''لم يعه'' کہتے ہیں۔ اب اگر ''لم يكن'' سے نون کو حذف کر دیں تو ''لم يك'' بچے گا، اور اس پر وقف کرنے کی صورت میں اس پر ھاءِ سکتہ لگانا ہوگی۔ اس لیے الگ سے کسی حرف کو لانے سے بہتر یہ ہے کہ جو حرف خود اس میں موجود ہے اس کو لایا جائے، (یعنی باقی رکھا جائے)۔ لہٰذا ''لم يكه'' سے بہتر ہے کہ ''لم يكن'' کہا جائے۔

سوال: ''لم يع'' میں بھی بجائے ھاءِ سکتہ کے اگر اسی حرف کو لا کر وقف کیا جائے جو حذف ہو چکا ہے تو کیا خرابی ہے؟

جواب: اس صورت میں ''لم يعی'' ہو جائے گا، اور لم کا عمل ختم ہو جائے گا، اس لئے یہ جائز نہیں۔

کان کو حذف کرنے کا بیان

سوال: کان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسے حذف کرنا جائز ہوتا ہے، یہ بتائیے کہ اسے حذف کرنے کی کتنی حالتیں اور صورتیں ہیں؟

جواب: دو: (۱) ایک تو یہ کہ صرف کان ہی حذف کیا جائے اور اس کے عوض ''ما'' لایا جائے، اور (۲) دوسری یہ کہ کان کے ساتھ اس کا اسم بھی حذف کر دیا جائے اور اس کے عوض کچھ بھی نہ لایا جائے۔

سوال: جس صورت میں کان اکیلا حذف کیا جاتا ہے اور اس کے عوض میں ''ما'' لگایا جاتا ہے اس کی کیا تفصیل ہے؟

جواب: ایسا أن مصدریہ کے بعد ہوتا ہے، جب ایک فعل کو دوسرے فعل کی علت بنایا جائے، یعنی جب ایک فعل کے پائے جانے پر ہی دوسرے فعل کا پایا جانا موقوف ہو، اور ایسے جملے میں أن مصدریہ کے بعد کان ہو، تو اسے حذف کر کے اس کی جگہ ''ما'' لگایا جا سکتا ہے، جیسے: أما أنت منطلقاً انطلقت، اس کی اصل ہے انطلقت لأن کنت منطلقاً۔ "لأن کنت منطلقاً" کو "انطلقت" پر مقدم کیا گیا، مقدم یا تو اختصاص کی وجہ سے کیا گیا یا اہتمام کی وجہ سے، تو "لأن کنت منطلقاً انطلقت" ہو گیا، پھر اختصار کی وجہ سے حرف جار کو حذف کر دیا گیا، جیسا کہ أن سے پہلے حذف کر دیا جاتا ہے، جیسے فلا جناح علیه أن یطوف میں حذف کر دیا کہ اصلاً فی أنیطوف تھا، بہر حال حرف جار کو حذف کرنے کے بعد أن کنت منطلقاً ہو گیا، پھر کان کو حذف کر دیا تو أن أنت منطلقاً ہو گیا، پھر کان کی جگہ ما لگایا تو "أن ما أنت" ہو گیا، پھر أن اور ما میں ادغام کر دیا تو أن ما أنت منطلقاً ہو گیا۔

سوال: کوئی ایسا شعر پیش کیجیے، جس میں کان کو حذف کر کے اس کی جگہ ما لگایا گیا ہو؟

جواب: عباس بن مرداس کا شعر ہے ۔

(۴۷) أبا خراشة أما أنت ذا نفر فإن قومی لم تأکلهم الضبع

اس کی اصل لأن کنت ذا نفر تھی، پھر اس میں وہ سب کچھ کیا گیا جس کی تفصیل اوپر گذری۔

سوال: جہاں کان اپنے اسم کے ساتھ حذف ہوتا ہے اس کی وضاحت کیجئے؟

جواب: لو اور إن شرطیہ کے بعد، جیسے: المرء مقتول بما قتل به، إن سیفاً فسیف وإن خنجراً فخنجر، اس کی اصل ہے، إن کان ما قتل به سیفاً فالذی یقتل به سیف، اور جیسے: الناس مجزیون بأعمالهم إن خیراً فخیر وإن شراً فشرٌ، اس کی اصل ہے إن کان عملهم خیراً فجزاؤهم خیرٌ۔ اسی طرح یہ شعر ہے ۔

(۴۸) لا تقربن الدهر آل مطرف إن ظالماً أبداً وإن مظلوما

اس کی اصل ہے: وإن کنت ظالماً وإن کنت مظلوماً

سوال: لو شرطیہ کے بعد کان اور اس کے اسم کے محذوف ہونے کی مثال دیجیے؟

جواب: حضور ﷺ کا ارشاد ہے: التمس ولو خاتماً من حدید، اس کی اصل ہے ولو کان ماتلتمس خاتماً من حدید۔ ایک شعر ہے ؎

(۴۹) لا یأمن الدھر ذو بغی، ولو ملکاً   جنودہ ضاق عنھا السھل والجبل

اس کی اصل ہے: ولو کان الباغی ملکاً ان تمام مثالوں میں کان اور اس کے اسم کو حذف کردیا گیا ہے اور اس کے عوض کسی دوسرے لفظ کو بھی نہیں لگایا گیا ہے۔

مشابہات لیس

سوال: لیس کی طرح کتنے حروف عمل کرتے ہیں؟

جواب: تین: ما، لا اور لات۔

سوال: ''ما'' سب کے نزدیک عمل کرتا ہے یا یہ بعض لوگوں کی لغت ہے؟

جواب: اہل حجاز کے نزدیک عمل کرتا ہے، بنو تمیم اسے عمل نہیں دلاتے ہیں، وہ ما زیدٌ قائمٌ کہتے ہیں، قرآن کی اس آیت کو بھی ما ھذا بشرٌ پڑھتے ہیں۔

سوال: اہل حجاز ''ما'' کو مطلقاً عمل دلاتے ہیں یا اس کی کچھ شرطیں ہیں؟

جواب: تین شرطوں کے ساتھ: (۱) ما کا اسم اس کی خبر پر مقدم ہو، (۲) اس کے اسم سے أن زائدہ نہ ملا ہو، (۳) اس کی خبر سے إلا نہ ملا ہو۔

سوال: ما مسیءٌ من أعتب میں ''ما'' نے کیوں نہیں عمل کیا؟

جواب: اس وجہ سے کہ اس کی خبر اسم سے پہلے ہے، یعنی پہلی شرط مفقود ہے۔

سوال: اس شعر میں کیوں نہیں عمل کیا؟ ؎

(۵۰) بنی غدانۃ، ماإن أنتم ذھب   ولا صریف ولکن أنتم الخزف

جواب: اس لئے کہ دوسری شرط مفقود ہے، یعنی اسم سے إن زائدہ ملا ہوا ہے۔

سوال: وما محمد إلا رسول اور وما أمرنا إلا واحدۃ میں کیوں نہیں عمل کیا؟

جواب: اس لئے کہ تیسری شرط مفقود ہے، یعنی خبر پر إلا داخل ہے۔

سوال: ''لا'' کے لیس کی طرح عمل کرنے کی کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: چار: (۱) اسم مقدم ہو، (۲) خبر پر إلا نہ ہو، (۳) اسم وخبر دونوں نکرہ ہوں، (۴) یہ صرف شعر میں عمل کرے گا نثر میں نہیں۔ شاعر نے کہا ہے ؎

(٥١) تعزّ فلا شيء على الأرض باقياً ولا وزر مما قضى الله واقياً

اور عمل دلایا ہے۔

سوال: لا أفضل منك أحد میں کیوں نہیں عمل کیا؟

جواب: اس لئے کہ خبر اسم پر مقدم ہے۔

سوال: لا أحد إلا أفضل منك میں کیوں نہیں عمل کیا؟

جواب: اس لئے کہ خبر پر إلا داخل ہے۔

سوال: لا زيدٌ قائم ولا عمرو میں کیوں نہیں عمل کیا؟

جواب: اس لئے کہ اسم معرفہ ہے، اور عمل کی شرط یہ ہے کہ اسم وخبر دونوں نکرہ ہوں۔

سوال: متنبّی نے اس شعر میں لا کو عمل دلایا ہے، حالانکہ اسم معرفہ ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

(٥٢) إذا الجود لم يرزق خلاصاً من الأذى فلا الحمد مكسوباً ولا المال باقياً

جواب: متنبّی نے قاعدہ کے خلاف کیا ہے، اس لیے نحویین نے اس شعر کو غلط بتایا ہے۔

سوال: لات کی اصل کیا ہے؟

جواب: لات اصلاً "لا" ہے، "ت" یا تو مؤنث بنانے کے لئے داخل کردی گئی ہے یا مبالغے کی وجہ سے۔

سوال: لات کے عمل کرنے کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: دو شرطیں ہیں: (١) ایک یہ کہ اس کا اسم اور خبر دونوں لفظ حین ہوں، (٢) دوسری یہ کہ ان دونوں میں سے ایک محذوف ہو، اکثر وبیشتر اسم محذوف ہوتا ہے، قرآن میں ہے: فنادوا ولات حين مناص، اس کی اصل ہے: فنادى بعضهم بعضاً أن ليس الحين حين فرار، کبھی کبھی اسم موجود رہتا ہے اور خبر حذف کردی جاتی ہے، جیسے مذکورہ آیت کو بعض قراء نے ولات حينُ مناص پڑھا ہے، حین پر پیش کے ساتھ یعنی خبر کو محذوف مان کر۔

حروف مشبہ بالفعل کا بیان

سوال: نواسخ کی دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: جو اسم کو نصب دیں اور خبر کو رفع، جیسے إنّ، أنّ وغیرہ یعنی حروف مشبہ بالفعل۔

سوال: إنّ، أنّ کس معنی کے لئے استعمال ہوتے ہیں؟

جواب: تاکید کے معنی دیتے ہیں، جیسے زيد قائم پر إنّ داخل کر کے إنّ زيداً قائم کہا جائے تو اس میں زور پیدا ہو جاتا ہے۔

سوال: أنّ وسط کلام میں آتا ہے یا صدر کلام میں؟

جواب: وسط کلام میں، اس سے پہلے کسی کلام کا ہونا ضروری ہے۔

سوال: لکنّ کس معنی میں آتا ہے؟

جواب: استدراک کے لئے آتا ہے۔

سوال: استدراک کا کیا مطلب ہے؟

جواب: استدراک کا مطلب ہے کہ کسی بات سے کسی چیز کے ثبوت یا عدم ثبوت کا وہم ہو رہا ہو تو لکنّ کے ذریعے اس وہم کو دور کیا جاتا ہے، مثلاً کسی نے کہا کہ زید عالم، اس سے کسی کو وہم ہو سکتا تھا کہ زید صالح بھی ہوگا تو کہنے والے نے فوراً کہہ دیا لکنه فاسق، سننے والے کے ذہن میں جو وہم ہو سکتا تھا، اس سے دور ہو گیا، یا جیسے ما زید شجاع کہا تو اس سے یہ وہم ہو سکتا تھا کہ وہ کریم بھی نہیں ہوگا، کہنے والے نے فوراً کہہ دیا لکنه کریم، جس سے یہ وہم دور ہو گیا۔

سوال: کأن کس معنی کے لئے آتا ہے؟

جواب: تشبیہ کے لئے، جیسے: کأن زیداً أسد، یا گمان کے معنی پر دلالت کرتا ہے، جیسے کأن زیداً کاتب۔

سوال: لیت کس معنی میں آتا ہے؟

جواب: تمنی کے معنی میں، تمنی کہتے ہیں ایسی چیز کو طلب کرنا جس کے ملنے کی امید نہ ہو، جیسے کسی بوڑھے کا کہنا: (۵۳) ـ لیت الشباب یعود

اور ایسی چیز کے طلب کرنے کو بھی کہتے ہیں جس کا ملنا ناممکن تو نہ ہو؛ لیکن دشوار ہو، جیسے کسی تنگ دست کا کہنا: لیت لی قنطاراً من الذهب۔

سوال: لعل کس معنی میں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: ترجی کے معنی میں، ترجی کہتے ہیں ایسی پسندیدہ چیز کو طلب کرنا جس کا ملنا قریب ہو، جیسے لعل الله یرحمنی۔ یا اندیشہ ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے، جیسے: لعل زیداً هالك، یا کبھی تعلیل کے معنی بھی دیتا ہے، جیسے: فقولا له قولاً لیناً لعله یتذکر، یہاں کَیْ (تاکہ) کے معنی میں ہے، جیسا کہ اخفش نے صراحت کی ہے۔

سوال: حروف مشبہ بالفعل مطلقاً عمل کرتے ہیں یا ان کے عمل کے لئے کوئی شرط ہے؟

جواب: ان کے عمل کرنے کے لئے بس اتنی سی شرط ہے کہ ان پر ''ما'' کافہ داخل نہ ہو۔

سوال: اگر ان سے ''ما'' ملا ہوا ہو تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: ایسی صورت میں ایک تو یہ حروف عمل نہیں کریں گے اور دوسرے اسم پر داخل ہونے کی خصوصیت ختم ہوجائے گی، پھر یہ فعل پر بھی داخل ہوسکتے ہیں، جیسے: قل إنما يوحى إلىّ أنما إلٰهكم إلٰه واحد، اور كأنما يساقون إلى الموت، ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت میں إنّ اور دوسری میں کأنّ فعل پر داخل ہوئے ہیں، اس لئے کہ ان سے ما ملا ہوا ہے۔ اسی طرح ان اشعار میں بھی فعل پر داخل ہوئے ہیں:

(۵۴) فوالله ما فارقتكم قالياً لكم ولكن ما يقضى فسوف يكون

اور ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے

(۵۵) أعد نظراً يا عبد قيس لعلما أضاء ت لك النار الحمار المقيدا

سوال: اگر لیت پر ''ما'' داخل ہوجائے تو کیا لیت بھی فعل پر داخل ہوسکتا ہے؟

جواب: نہیں، لیت اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے، اگر اس پر ما داخل بھی ہوجائے تب بھی وہ صرف اسم پر ہی داخل ہوگا، فعل پر نہیں داخل ہوسکتا، چنانچہ ليتما قام زيد کہنا صحیح نہیں۔

سوال: لیت پر جب ما داخل ہوجائے تو کیا وہ عمل کرے گا یا نہیں؟

جواب: نحویین نے دونوں باتوں کی اجازت دی ہے، جملہ اسمیہ کے ساتھ ہی اس کے خاص ہونے کو مدنظر رکھتے ہوئے عمل دلانے کی بھی اجازت دی ہے، اور یہ دیکھتے ہوئے کہ ما کافہ اس کے تمام اخوات کا عمل باطل کردیتا ہے، اس کے
عمل نہ دلانے کی بھی اجازت دی ہے، اسی وجہ سے یہ شعر

(۵۶) ألا ليتما هذا الحمام لنا إلى حمامتنا أو نصفه فقدِ

دونوں طرح پڑھا گیا ہے، عمل دلا کر '' حمام '' کے زبر کے ساتھ اور عمل نہ دلا کر پیش کے ساتھ۔

سوال: حروف مشبہ کے عمل کو جو ''ما'' باطل کرتا ہے وہ کونسا ما ہوتا ہے؟

جواب: ما حرفیہ، لہذا اگر حروف مشبہ پر ما اسمیہ داخل ہوگا تو ان کا عمل باطل نہ ہوگا، جیسے ''إنما صنعوا كيد ساحر'' میں إنّ نے عمل کیا ہے۔ اس کی ترکیب یہ ہوگی، إنّ حرف مشبہ بالفعل، ما موصولہ، صنعوا صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر إنّ کا اسم، اور کید ساحر اس کی خبر۔

حروف مشبہ بالفعل مخفف ہوکر عمل کرتے ہیں یا نہیں؟

سوال: یہ حروف مخفف ہوکر بھی عمل کرتے ہیں یا نہیں؟

جواب: لیت اور لعلّ تو مخفف ہوتے ہی نہیں، بقیہ حروف مخفف ہو کر بھی عمل کرتے ہیں؛ لیکن زیادہ تر ان کو عمل نہیں دلایا جاتا۔

سوال: إن مخففہ کو عمل دلایا جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: دونوں کی گنجائش ہے۔

سوال: إن مخففہ میں دونوں کی گنجائش ہے؛ لیکن بہتر کیا ہے: عمل دلانا یا نہ دلانا؟

جواب: عمل نہ دلانا راجح ہے، جیسے إن كل نفس لما عليها حافظ -وإن كل لما جميع لدينا محضرون -إن كل لما ليوفينهم ربك أعمالهم ۔اس آخری آیت کو دونوں حرم والوں یعنی ابن کثیر مکی اور نافع مدنی اور ابو بکر شعبہ نے مخفف پڑھا ہے اور عمل بھی دلایا ہے۔

سوال: لکنّ کو اگر مخفف کر دیا جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اسے عمل نہیں دلایا جاتا ہے، جیسے: وما ظلمناهم ولكن كانوا هم الظلمين ۔اور لكن الراسخون فى العلم۔ بعض نحویین نے مخفف کو بھی عمل دلانے کی اجازت دی ہے۔

سوال: أنّ کو اگر مخفف کر دیا جائے تو اسے عمل دلانے نہ دلانے کے بارے میں کیا تفصیل ہے؟

جواب: أنّ کو اگر مخفف کر دیا جائے تب بھی وجوبی طور پر عمل کرتا ہے، البتہ اس وقت اس کے اسم کے لیے تین شرطیں ہیں۔

سوال: وہ تین شرطیں کیا ہیں؟

جواب: (ا) اس کا اسم ضمیر ہو، ظاہر نہ ہو، (۲) وہ ضمیر ضمیرِ شان ہو، (۳) اور وہ محذوف ہو۔

سوال: کیا اس کی خبر کے لئے بھی کوئی شرط ہے؟

جواب: اس کی خبر کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ جملہ ہو، مفرد نہ ہو۔

سوال: أن مخففہ کی خبر کیا صرف جملہ اسمیہ ہی ہو سکتی ہے یا جملہ فعلیہ بھی؟

جواب: دونوں۔

سوال: اگر اس کی خبر جملہ اسمیہ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس کی خبر جملہ اسمیہ ہو تب تو أن اور خبر کے درمیان کسی فاصل کی ضرورت نہیں، جیسے أن الحمد لله رب العلمين، اصل ہے أنه الحمد......

سوال: اگر جملہ فعلیہ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: جملہ فعلیہ کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، ہر ایک کا حکم الگ ہے۔

سوال: اگر جملہ فعلیہ ہو اور فعل جامد ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں بھی کسی فاصل کی ضرورت نہ ہوگی، جیسے ”وأن عسی أن یکون قد اقترب أجلهم “اس کی تقدیر ہے وأنه عسی ،اور” وأن لیس للإنسان إلا ماسعی“ اس کی تقدیر ہے: وأنه لیس ،اوران دونوں میں کوئی فاصل بھی نہیں ہے۔

سوال: اگر جملہ فعلیہ ہو اور فعل مشتق ہو اور دعا کے معنی میں ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں بھی کسی فاصل کی ضرورت نہ ہوگی، جیسے ”والخامسة أن غضب الله علیها“۔

سوال: اگر جملہ فعلیہ ہو، فعل مشتق ہو اور دعا کے معنی میں نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس وقت ضروری ہے کہ أنّ اور خبر کے درمیان چار چیزوں میں سے کسی ایک سے فصل کیا جائے، (۱) قد سے جیسے ”ونعلم أن قد صدقتنا“۔اور لیعلم أن قد أبلغوا، (۲) یا حرف تنفیس سے، جیسے: علم أن سیکون منکم مرضیٰ ، (۳) یا حرف نفی سے، جیسے ”أفلا یرون أن لا یرجع إلیهم قولاً ، (۴) یا لو سے، جیسے” وأن لو استقاموا۔

سوال: کیا ضرورت شعری کی وجہ سے صورت مذکورہ میں بلا فصل کے بھی استعمال کر سکتے ہیں؟

جواب: ہاں! بعض اشعار میں بلا فصل کے بھی آیا ہے جیسے ۔

(۵۷) علموا أن یؤملون ،فجادوا قبل أن یسألوا بأعظم سؤل

کہ أن اور یؤملون کے درمیان کوئی فاصل نہیں ہے۔

سوال: کیا ضرورت شعری کی وجہ سے أن کا اسم مذکور بھی ہو سکتا ہے؟

جواب: ہو سکتا ہے۔

سوال: أن کے اسم کو ذکر کرنے کی صورت میں اس کی خبر کا کیا حکم ہوگا، کیا اسے جملہ ہی لانا واجب ہوگا یا مفرد بھی لا سکتے ہیں؟

جواب: مفرد اور جملہ دونوں طرح لا سکتے ہیں۔جیسے ۔

(۵۸) بأنك ربیع وغیث مریع وأنك هناك تکون الثمالا

اس میں أن کا اسم مذکور ہے، پہلے مصرع میں خبر مفرد ہے اور دوسرے مصرع میں جملہ۔

سوال: کأنّ مخففہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کو عمل دلانا واجب ہے۔

سوال: اس کے اسم کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا اسم حذف بھی کیا جا سکتا ہے جیسا کہ أن کا اسم حذف کیا جاتا ہے، مگر کــأن کا اسم أن کے اسم کے مقابلہ میں زیادہ مذکور ہوتا ہے۔

سوال: کیا کأن کے اسم کے لئے بھی ضمیر ہونا شرط ہے؟

جواب: نہیں، مندرجہ ذیل شعر میں "ظبية" کو کــأن کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب بھی پڑھا گیا ہے جو کہ ضمیر نہیں ؛ بلکہ ظاہر ہے۔

(۵۹) ویوماً توافینا بوجه مقسم کأن ظبية تعطو إلى وارق السلم

سوال: اس شعر میں ظبية کو کس کس طرح پڑھا گیا ہے؟

جواب: کــأن کا اسم مان کر نصب دیا گیا ہے، اس صورت میں خبر محذوف مانی گئی ہے، اور خبر مان کر مرفوع بھی پڑھا گیا ہے، اس صورت میں اسم کو محذوف مانا گیا ہے۔

سوال: ظبية کو اسم مان کر اس شعر کی ترکیب کیا ہوگی؟

جواب: ظبیة موصوف اور بعد کا جملہ صفت، موصوف صفت سے ملکر اسم، اور خبر "هــــــذه المرأة" محذوف ہوگی۔

سوال: اس صورت میں کونسی تشبیہ ہوگی؟

جواب: تشبیہ معکوس، یعنی الٹی تشبیہ، وجہ یہ ہے کہ مذکورہ ترکیب میں اونٹنی کو عورت (کی لمبائی) سے تشبیہ دی گئی ہے، جب کہ عورت کو اونٹنی (کی لمبائی) سے تشبیہ دینا چاہیے ؛ اس لئے کہ تشبیہ لمبا ہونے میں ہے اور ظاہر ہے کہ اونٹنی زیادہ لمبی ہوتی ہے، مگر ایسا نہ کر کے اونٹنی کو عورت سے تشبیہ دی۔

سوال: اگر ظبية کو خبر بنایا جائے تو کونسی تشبیہ ہوگی؟

جواب: تب تشبیہ حقیقی ہوگی۔

سوال: کیا اگر کأن کا اسم محذوف ہو تو کأن اور اس کی خبر کے درمیان کسی کلمہ سے فصل کرنا لازمی ہے؟

جواب: اگر خبر مفرد اور جملہ اسمیہ ہو تب تو کسی فاصل کی ضرورت نہیں ہوتی، مفرد کی مثال: کــأن ظبية، اور جملہ کی مثال:

(۶۰) ۔ کأن ثدياه حقان

لیکن اگر جملہ فعلیہ ہو تو فاصل کی ضرورت ہوتی ہے۔

سوال: کأن کی خبر اگر جملہ فعلیہ ہو تو کس لفظ سے فصل کرتے ہیں؟

جواب: لم سے یا قد سے، قرآن میں ہے: کأن لم تغن بالأمس، شاعر نے کہا ہے۔

(۶۱) کأن لم یکن بین الحجون إلی الصفا أنیس،ولم یسمر بمکة سامر

(۶۲) أزف الترحل غیر أن رکابنا لمّا تزل برحالنا،وکأن قد

حروف مشبہ بالفعل کی تقدیم وتاخیر کا بیان

سوال: کیا حروف مشبہ بالفعل کی خبر اسم سے پہلے آسکتی ہے؟

جواب: نہیں آسکتی۔

سوال: کیا خبر خود حروف مشبہ بالفعل سے پہلے آسکتی ہے؟

جواب: جب اسم سے پہلے نہیں آسکتی، تو خود ان سے پہلے کیسے آسکتی ہے؟

سوال: اس کی کیا وجہ ہے کہ افعال ناقصہ میں تو اس کی گنجائش ہے؛ لیکن ان حروف میں نہیں؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل عمل کرنے میں حرف سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے، اس قوت کی وجہ سے اس کے معمول میں تصرف کی گنجائش ہوتی ہے، جب کہ حروف میں اتنی قوت نہیں ہوتی۔

سوال: ابن عنین کا شعر کیا ہے جس میں انہوں نے اپنے پیچھے رہ جانے کو إنّ کی خبر سے تشبیہ دی ہے؟

جواب: اس نے کہا ہے:

(۶۳) کأنی من أخبار إنّ،ولم یجز له أحد من النحویین أن یتقدما

سوال: اگر ان حروف کی خبر ظرف یا جار مجرور ہو تو کیا وہ بھی درمیان میں نہیں آسکتی ہے؟

جواب: آسکتی ہے، اس لئے کہ ظرف اور جار مجرور میں زیادہ وسعت ہوتی ہے، قرآن میں بھی اس طرح استعمال کیا گیا ہے: إنّ لدینا أنکالاً وجحیماً، اور دوسری جگہ ہے: إنّ فی ذلك لعبرة.

سوال: کیا اگر خبر ظرف اور جار مجرور ہو تو وہ ان حروف سے پہلے بھی آسکتی ہے؟

جواب: نہیں۔

إن مکسورہ کہاں کہاں آتا ہے؟

سوال: إنّ کتنی جگہوں پر مکسور ہوتا ہے؟

جواب: چار۔

سوال: پہلی جگہ کیا ہے؟

جواب: جب جملہ کے شروع میں آئے، جیسے قرآن میں ہے: إنّا أنزلناه - إنّا أعطينك الكوثر - ألا إنّ أولياء الله لاخوف عليهم ولا هم يحزنون۔

سوال: دوسری جگہ کیا ہے؟

جواب: جب قسم کے بعد آئے جیسے: حٰم والكتٰب المبين، إنّا أنزلناه - يٰس والقرآن الحكيم إنك لمن المرسلين۔

سوال: تیسری جگہ کیا ہے؟

جواب: قول کی حکایت واقع ہو، جیسے: قال إني عبد الله۔

سوال: چوتھی جگہ کیا ہے؟

جواب: إنّ کے بعد لام آرہا ہو، جیسے: والله يعلم إنك لرسوله، والله يشهد إن المنٰفقين لكٰذبون۔

سوال: شهد الله أنه لاإله إلا هو اور "علم الله أنكم كنتم تختانون أنفسكم" میں إنّ مفتوح کیوں ہے، مکسور کیوں نہیں؟

جواب: اس لئے کہ اس کے بعد لام نہیں ہے۔

إنّ کی خبر پر لام مفتوح داخل کرنے کا حکم

سوال: إنّ مکسورہ کے بعد لام مفتوح کہاں کہاں داخل ہوسکتا ہے؟

جواب: چار جگہوں پر۔ دو کا تعلق جملے کے آخر سے ہے اور دو کا جملے کے درمیان سے۔

سوال: وہ دو جگہیں کونسی ہیں جن کا تعلق جملے کے آخر سے ہوتا ہے؟

جواب: إنّ کی خبر یا إنّ کا اسم مؤخر، خبر کی مثال: إن ربك لذو مغفرة، اسم مؤخر کی مثال: إن في ذلك لعبرة۔

سوال: وہ دو جگہیں کونسی ہیں جن کا تعلق جملہ کے درمیان سے ہوتا ہے؟

جواب: خبر کا معمول جیسے: إنّ زيداً لطعامك آكل، اور اس ضمیر پر جو کبھی کبھی إن کے اسم وخبر کے درمیان آتی ہے جیسے: إن هذا لهو القصص الحق، إنا لنحن الصافون، إنا لنحن المسبحون۔

سوال: اس ضمیر کو کیا کہا جاتا ہے؟

جواب: بصریین اسے ضمیر فصل کہتے ہیں اور کوفیین ضمیر عماد۔

سوال: کیا کبھی إن کی خبر پر لام داخل کرنا واجب بھی ہوتا ہے؟

جواب: جی ہاں! ایک صورت میں، جب تین شرطیں پائی جائیں۔

سوال: وہ تین شرطیں کیا ہیں؟

جواب: (۱)إن مخففہ ہو، (۲)عمل نہ کر رہا ہو، (۳) کوئی ایسا قرینہ نہ پایا جائے جس سے یہ پتہ چل سکے کہ یہ إن نافیہ ہے یا إن مخففہ ،اس صورت میں دونوں میں تمیز کرنے کے لئے لام داخل کیا جاتا ہے تاکہ یہ پتہ چل جائے کہ یہ إن مخففہ ہے، نہ کہ نافیہ، جیسے: إن زيدٌ لمنطلقٌ، اسی وجہ سے اگر یہ تمام شرائط پائی جائیں اور لام داخل نہ ہو تو وہ إن نافیہ ہوگا جیسے: إن عندكم من سلطان بهذا.

سوال: اگر ان شرطوں میں سے کوئی ایک بھی شرط مفقود ہو تو لام کے دخول کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: ایسی صورت میں لام کا داخل کرنا واجب نہ ہوگا، داخل کیا بھی جا سکتا ہے اور نہیں بھی۔

سوال: إنّ زيداً قائم میں لام کا داخل کرنا واجب ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں، کیوں کہ پہلی شرط مفقود ہے یعنی یہ إن مشددہ ہے، مخففہ نہیں ہے۔

سوال: إنْ زيداً قائم میں لام کا داخل کرنا واجب ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ دوسری شرط مفقود ہے، یہ مخففہ تو ہے مگر یہ عمل کر رہا ہے۔

سوال: (۶۴) أنا ابن أباة الضيم من آل مالك وإن مالك كانت كرام المعادن میں لام کا داخل کرنا واجب ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں، اس لئے کہ یہاں إن نافیہ اور إن مخففہ میں کوئی التباس نہیں ہے، یہاں بالکل واضح ہے کہ یہ إن مخففہ ہے۔

مشابہات حروف مشبہ بالفعل

سوال: ''لا'' حروف مشبہ کی طرح کب عمل کرتا ہے؟

جواب: جب اس میں تین شرطیں پائی جائیں: (۱) جنس کی نفی کر رہا ہو، (۲) اس کے دونوں معمول نکرہ ہوں، (۳) اسم مقدم ہو اور خبر مؤخر۔

سوال: اگر لا نافیہ نہ ہو؛ بلکہ ناہیہ ہو، جیسے "لا تحزن إن الله معنا" تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ صرف مضارع پر داخل ہوگا اور اسے جزم دے گا، اسم پر داخل ہی نہ ہوگا۔

سوال: اگر لا زائدہ ہو، تو کیا حکم ہے؟

جواب: کچھ عمل نہیں کرے گا جیسے: ما منعك ألّا تسجد إذ أمرتك۔

سوال: لا نفی کا ہو، مگر اس سے فرد کی نفی ہو رہی ہو، جنس کی نہیں، تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: وہ لیس کی طرح عمل کرے گا، جیسے: لا رجلٌ فی الدار بل رجلان۔

سوال: اگر دوسری شرط مفقود ہو یعنی اس کے دونوں معمول نکرہ نہ ہوں، تو کیا حکم ہے؟

جواب: عمل نہیں کرے گا، اور اس صورت میں لا کو مکرر لانا ضروری ہوگا، جیسے لا فیها غول ولا هم عنها ینزفون۔

لائے نفی جنس کے اسم کا بیان

سوال: اگر مذکورہ تینوں شرطیں پائی جائیں تو اس کا اسم کتنی طرح کا ہو سکتا ہے؟

جواب: تین طرح کا: یا تو مفرد ہوگا، یا مضاف ہوگا، یا مشابہ مضاف ہوگا۔

سوال: اگر اس کا اسم مضاف یا مشابہ مضاف ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: نصب ظاہر ہوگا، جیسے مضاف کی مثال: لا صاحبَ علمٍ ممقوت، لا صاحبَ جودٍ مذموم۔

سوال: مشابہ مضاف کا کیا مطلب ہے؟

جواب: جس طرح مضاف الیہ کے بغیر مضاف سے بات مکمل نہیں ہوتی اسی طرح مشابہ مضاف کو اپنے معنی پوری طرح واضح کرنے کے لئے کسی کلمہ کی ضرورت ہوتی ہے، وہ یا تو مرفوع ہوتا ہے جیسے: لا قبیحاً فعلُه ممدوح، یا منصوب جیسے: لا طالعاً جبلاً حاضر، یا مجرور جیسے: لا خیراً من زید عندنا۔

سوال: مفرد سے کیا مراد ہے؟

جواب: مفرد سے مراد یہ ہے کہ وہ مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہو، چاہے تثنیہ یا جمع کیوں نہ ہو۔

سوال: اگر لا کا اسم مفرد ہے تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: وہ اس اعراب پر مبنی ہوگا جو معرب ہونے کی صورت میں حالت نصبی میں اس پر آتا، چنانچہ اگر مفرد یا جمع تکسیر ہوگا تو فتحہ پر مبنی ہوگا جیسے لا رجلَ اور لا رجالَ، اس لئے کہ اگر یہ معرب

ہوتا تو حالت نصبی میں اس پر فتحہ آتا، اور اگر تثنیہ یا جمع مذکر سالم ہوگا تو ''ی'' پر مبنی ہوگا جیسا کہ حالت نصبی میں تثنیہ اور جمع مذکر سالم کا اعراب ''ی'' کے ساتھ آتا ہے، جیسے: لا رجلینِ اور لا مسلمین عندی، اور اگر اس کا اسم جمع مؤنث سالم ہو تو کسرہ پر مبنی ہوگا جیسا کہ جمع مؤنث سالم پر حالت نصبی میں کسرہ آتا ہے جیسے: لا مسلماتِ فی الدار۔

سوال: اگر اس کا اسم جمع مؤنث سالم ہو تو کیا فتحہ پر بھی مبنی ہو سکتا ہے؟

جواب: ہاں، کبھی فتحہ پر بھی مبنی ہوتا ہے، چنانچہ ۔

(٦٥) لا سابغات ولا جأواء باسلة تقی المنون لدی استیفاء آجال

میں ''سابغات''، مبنی علی الفتح اور مبنی علی الکسر دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

لامکررہ کے احکام

سوال: اگر لا مکرر ہو اور اس کا اسم نکرہ بھی مکرر ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں پہلے والے نکرہ میں دو صورتیں جائز ہوں گی، فتحہ اور رفع۔

سوال: اگر پہلے والے نکرہ کو فتحہ دیں تو دوسرے والے نکرہ پر کیا اعراب آئے گا؟

جواب: ایسی صورت میں دوسرے نکرہ میں تین صورتیں جائز ہوں گی، فتحہ، نصب اور رفع۔

سوال: فتحہ اور نصب میں کیا فرق ہے؟

جواب: فتحہ سے ایک زبر مراد ہے اور نصب سے دو زبر۔

سوال: اگر پہلے والے نکرہ کو رفع دیں تو دوسرے والے پر کیا اعراب آسکتا ہے؟

جواب: دوسرے نکرہ میں دو صورتیں جائز ہوں گی، رفع اور فتحہ، نصب جائز نہ ہوگا۔

سوال: اگر لا مکرر نہ ہو بلکہ ایک ہی ہو اور نکرہ دو ہوں تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: ایسی صورت میں پہلے نکرہ پر صرف فتحہ ہی جائز ہوگا، رفع جائز نہ ہوگا، اور دوسرے نکرہ پر رفع اور نصب جائز ہوگا، فتحہ جائز نہ ہوگا۔ جیسے لا حولَ وقوةٌ، لا حولَ وقوةً، ہی کہہ سکتے ہیں، یعنی دونوں جملوں میں پہلے والے پر صرف فتحہ ہی دے سکتے ہیں اور دوسرے والے پر یا تو نصب دیا جائے گا یعنی تنوین، یا رفع، جیسے شاعر نے کہا ہے۔

(٦٦) فلا أب وابناً مثل مروان وابنه

کہ پہلے پر فتحہ ہے اور دوسرے پر نصب، یہ بھی جائز ہے کہ دوسرے کو رفع دیا جائے یعنی فلا

أبٌ وابنٌ۔

سوال: اگر لا کا اسم مفرد ہی ہو، مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہو، اور اس کی صفت لائی گئی ہو اور وہ صفت بھی مفرد ہو اور صفت موصوف کے درمیان فصل بھی نہ ہو تو صفت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: تین صورتیں جائز ہو سکتی ہیں۔

سوال: پہلی صورت کیا ہے؟

جواب: لا اور اس کے اسم کے محل کا خیال کرتے ہوئے رفع دیا جائے، اس لئے کہ لا اور اس کا اسم محلاً مرفوع ہیں، کیوں کہ وہ ابتداء میں ہیں، جیسے: لا رجل ظریفٌ فی الدار۔

سوال: دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: لا کے اسم کا خیال کرتے ہوئے اسے (صفت کو) نصب دیا جائے، کیوں کہ "لا" کا اسم محلاً منصوب ہے، جیسے: لا رجلَ ظریفاً فی الدار۔

سوال: تیسری صورت کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: فتحہ دیا جائے، اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے دونوں کو خمسة عشر کی طرح مرکب سمجھ لیا جائے، اور اس طرح کی ترکیب پر فتحہ ہی آتا ہے، پھر اس پر لام داخل کر دیا جائے جیسے: لا رجلَ ظریفَ فی الدار۔

سوال: اگر موصوف اور صفت کے درمیان کوئی فاصل ہو، یا صفت مفرد نہ ہو بلکہ مضاف یا مشابہ مضاف ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: صفت میں رفع اور نصب دو صورتیں جائز ہیں، فتحہ جائز نہ ہوگا، دونوں کے درمیان فصل کی مثال: لا رجلَ فی الدار ظریفٌ، اور ظریفاً بھی کہہ سکتے ہیں، صفت کے مفرد نہ ہونے کی مثال: لا رجلَ طالعاً جبلاً اور طالعٌ جبلاً بھی کہہ سکتے ہیں۔

افعال قلوب کا بیان

سوال: نواسخ کی تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: وہ کلمات جو مبتدا اور خبر دونوں کو نصب دیتے ہیں۔

سوال: ایسے کلمات کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: افعال قلوب۔

سوال: ان کے دونوں معمولوں کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: پہلے معمول کو مفعول اول اور دوسرے معمول کو مفعول ثانی۔

سوال: افعال قلوب کی کچھ مثالیں پیش کریں؟

جواب: "ظنّ" جیسے: "وإني لأظنك يا فرعون مثبوراً" "رأى" جیسے: إنهم يرونه بعيداً ونراه قريباً"۔ شاعر نے کہا ہے۔

(٦٧) رأيت الله أكبر كل شيء محاولة، وأكثرهم جنوداً

"حسب" جیسے: "لا تحسبوه شراً لكم" "درى" جیسے:

(٦٨) دُريت الوفيّ العهد يا عرو فاغتبط فإن اغتباطاً بالوفاء حميد

"خال" جیسے: (٦٩) يخالُ به راعي الحمولة طائرا

"زعم" جیسے:

(٧٠) زعمتني شيخاً، ولست بشيخ إنما الشيخ من يدب دبيباً

"وجد" جیسے: "تجدوه عند الله هو خيراً وأعظم أجراً"۔

"علم" جیسے: "فإن علمتموهن مؤمنات"۔

سوال: ان افعال کا ایک حکم تو یہ ہے کہ یہ نصب کا عمل کرتے ہیں، اس کے علاوہ ان کے اور کیا احکام ہیں؟

جواب: ان میں الغاء اور تعلیق جائز ہوتی ہے۔

سوال: الغاء کسے کہتے ہیں؟

جواب: الغاء کا مطلب ہے کہ ان کے عمل کو لفظاً اور محلاً ہر اعتبار سے باطل کردیا جائے، یعنی نہ لفظاً عمل دلایا جائے اور نہ محلاً۔

سوال: تعلیق کا کیا مطلب ہے ؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ ان افعال کو لفظاً تو عمل نہ دلایا جائے لیکن محلاً ان کے عمل کو باقی رکھا جائے۔

سوال: الغاء کب ہوتا ہے؟

جواب: الغاء دو صورتوں میں ہوتا ہے۔

جواب: پہلی صورت کیا ہے؟

جواب: جب یہ افعال دونوں معمولوں کے درمیان آجائیں، ایسی صورت میں عمل دلا بھی سکتے ہیں

جیسے: زیداً ظننت عالماً، اور نہیں بھی دلا سکتے ہیں جیسے: زیدٌ ظننت عالمٌ، جیسے مندرجہ ذیل شعر میں عمل نہیں دلایا گیا ہے ۔

(۷۱) أبالأراجیزیابن اللؤم توعدنی وفی الأراجیز خلت اللؤمُ والخِورُ

فی الأراجیز خبر مقدم ہے اور اللؤم مبتدا مؤخر ہے لیکن خلت کو درمیان میں آنے کی وجہ سے عمل نہیں دلایا گیا ہے۔

سوال: ایسی صورت میں عمل دلانا راجح ہے یا نہ دلانا؟

جواب: عمل نہ دلانا راجح ہے۔

سوال: اگر یہ افعال مبتدا اور خبر یعنی اپنے دونوں معمولوں سے پہلے ہوں تو کیا اس صورت میں بھی الغاء کی اجازت ہے؟

جواب: نہیں، چنانچہ "ظننت زید عالم" کہنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہاں عمل دلانا ضروری ہے۔

سوال: کیا اس سلسلے میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: ہاں، کوفیین کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک اگر یہ افعال اپنے دونوں معمولوں پر مقدم ہوں تب بھی الغاء کی اجازت ہے۔

سوال: تعلیق کی اجازت کب ہوتی ہے؟

جواب: جب کہ افعال قلوب اور ان کے دونوں معمولوں کے درمیان کوئی ایسا لفظ آجائے جو صدر کلام کو چاہتا ہے۔

سوال: وہ کون سے الفاظ ہیں جو صدر کلام چاہتے ہیں؟

جواب: (۱) ما نافیہ: جیسے علمت ما زید قائم، قرآن میں ہے "لقد علمت ما هؤلاء ینطقون"۔ (۲) إن نافیہ: جیسے "وتظنون إن لبثتم إلا قلیلاً"۔ (۳) لام ابتداء: جیسے علمت لزید قائم، قرآن میں ہے: "ولقد علموا لمن اشتراه ماله فی الآخرة من خلاق"۔ (۴) لام قسم: جیسے ۔

(۷۳) ولقد علمت لتأتینی منیتی إن المنایا لا تطیش سهامها

(۵) استفہام، جیسے: علمت أزید قائم۔

سوال: اس طرح کے موقعوں پر جو استفہام آتا ہے کبھی تو وہ فضلہ ہوتا ہے اور کبھی جملہ کا جزء ہوتا ہے، کیا اگر استفہام فضلہ ہو تب بھی تعلیق کا حکم باقی رہے گا؟

جواب: ہاں! چنانچہ "وسیعلم الذین ظلموا أیّ منقلب ینقلبون" میں استفہام فضلہ ہے، اس کے باوجود یہاں تعلیق کی گئی ہے: جیسا کہ "لتعلمنّ أیّنا أشد عذاباً و أبقیٰ" میں استفہام فضلہ نہیں ہے اور تعلیق کی گئی ہے۔

سوال: لتعلمنّ أینا.... میں "أی" فضلہ کیوں نہیں، اور "أی منقلب" میں فضلہ کیوں ہے؟

جواب: اس وجہ سے کہ "أینا أشد .." میں استفہام مبتدا ہے اور مبتدا فضلہ نہیں ہوتا، جب کہ دوسری آیت میں مفعول مطلق ہے اور مفعول فضلہ ہوتا ہے، کیوں کہ بغیر مفعول کے بھی جملہ مکمل ہو جاتا ہے۔

سوال: "وسیعلم الذین ظلموا أی منقلب ینقلبون" میں یعلم کو معلق ماننے کی کیا ضرورت ہے، کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ "أیّ" کو یعلم کی وجہ سے ہی منصوب مانا جائے؟

جواب: نہیں؛ بلکہ "أیّ" ینقلبون کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

سوال: اگر "أی" کو "یعلم" کا مفعول مان لیا جائے تو کیا خرابی ہے؟

جواب: یعلم "أی" میں عمل کر ہی نہیں سکتا، کیوں کہ "أی" صدر کلام میں آتا ہے اور اس کا ماقبل اس میں عمل نہیں کرتا ہے۔

سوال: اس عمل کو تعلیق کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ان افعال کا عمل محلاً تو باقی رہتا ہے؛ لیکن لفظاً نہیں ہوتا ہے، تو نہ تو پوری طرح عمل ہی ہو رہا ہے اور نہ پوری طرح الغاء ہی ہے، یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے معلقہ عورت جسے نہ تو طلاق ہی دی جائے اور نہ زوجیت کا حق دیا جائے، معلقہ عورت سے ہی اس کے لئے تعلیق کا لفظ لیا گیا۔

سوال: اس کا کیا مطلب ہے کہ لفظاً عمل نہیں ہو رہا ہے؛ لیکن محلاً ہو رہا ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے معمول کے محل پر عطف کیا جائے تو معطوف کو نصب دینے کی گنجائش ہوگی۔

سوال: اس کی کیا دلیل ہے کہ اس صورت میں ان کا عمل محلاً باقی رہتا ہے؟

جواب: اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے معمول کے محل پر عطف کر کے معطوف کو نصب دینے کی اجازت ہوتی ہے، جیسے کثیر کا شعر ہے۔

(۷۴) وما کنت أدری قبل عزة ما البکی ولا موجعات القلب حتیٰ تولت

اس شعر میں ''أدری'' کولفظاً عمل نہیں دلایا ہے؛ لیکن محلاً عمل دلایا ہے، اسی وجہ سے '' مــــا البکی '' (جوکہ أدری کا محلاً معمول ہے) پر عطف کرکے '' موجعات '' کونصب دیا گیا ہے۔

فاعل کا بیان

سوال: فاعل کی کیا تعریف ہے؟

جواب: فاعل ایسے اسم صریح یا مؤول کو کہتے ہیں جس کی طرف ایسے فعل صریح یا فعل مؤول کی نسبت کی گئی ہو جو اس اسم سے اصالۃً پہلے ہو، اور وہ فعل اس اسم سے صادر ہورہا ہو، یا اس کے ذریعہ سے قائم ہو یعنی اس کے ذریعہ وجود میں آرہا ہو۔

سوال: فعل اس اسم سے صادر ہورہا ہو یا اس کے ذریعہ قائم ہو کا کیا مطلب ہے؟

جواب: '' ضرب زید عمرواً '' میں زید کی طرف سے مار صادر ہورہی ہے؛ لیکن علم زید میں زیـد کی طرف سے کوئی بھی چیز صادر نہیں ہورہی، لیکن اسکے باوجود یہ فاعل ہے، اس لئے کہ علم کا وجود زید سے ہورہا ہے۔

سوال: اسم مؤول بھی فاعل ہوتا ہے، اسم مؤول کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ایسا فعل جو ان حروف کے بعد آئے جو اسے مصدر کے معنی میں کردیتے ہیں، جیسے أن اور مـا مصدریہ، أن کی مثال: '' ألـم یـأن لـلـذیـن آمنوا أن تخشع قلوبهم '' اس جگہ '' أن تخشع '' فاعل ہے، حالانکہ یہ اسم نہیں؛ لیکن یہ اسم کی تاویل میں ہے؛ کیوں کہ أن نے اسے خشوع کے معنی میں کردیا ہے۔

سوال: جس فعل کی طرف فاعل کی اسناد کی جاتی ہے وہ فعل بھی کبھی مؤول ہوتا ہے، فعل مؤول کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ایسے کلمات جو فعل تو نہ ہوں؛ لیکن فعل کی طرح عمل کرتے ہوں، جیسے اسم فاعل، مصدر اور اسم مفعول وغیرہ، اسی وجہ سے '' مختلفٌ ألوانه '' میں ألوانه فاعل ہے، حالانکہ اس کی طرف کسی فعل کی اسناد نہیں کی گئی ہے، لیکن چونکہ 'مختلف' مؤول بفعل ہے اس لئے ألـوانه اس کا فاعل بن گیا ہے۔

سوال: فعل کے اسم پر مقدم ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مطلب یہ کہ اگر فعل فاعل پر مقدم ہوگا تبھی اسکو فاعل کہا جائے گا، ورنہ نہیں، اسی وجہ سے '' زید

قــام ‘‘میں زید فاعل نہیں ہے، کیوں فعل اس سے پہلے نہیں بلکہ اس کے بعد ہے، یہاں زید مبتدا ہے۔

سوال: ’’اصالۃً مقدم ہو‘‘ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اصالۃً کا مطلب ہے کہ وہ فعل یا مؤول بفعل اس اسم سے باعتبار اصل مقدم ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ دیکھنے میں تو مقدم لگ رہا ہو؛ لیکن حقیقت میں وہ بعد میں ہو، اور کسی وجہ سے اسے مقدم کردیا گیا ہو، جیسے قائم زید میں قائم مؤول بفعل بھی ہے اور زید کی طرف اس کی اسناد بھی کی جارہی ہے اور زید سے پہلے بھی ہے، لیکن پھر بھی زید فاعل نہیں ہے، کیوں کہ جس ’’قائم‘‘ کی اس کی طرف اسناد کی جارہی ہے وہ اصلاً اس پر مقدم نہیں ہے بلکہ اس کے بعد ہے، اس لئے کہ یہ خبر ہے اور خبر بعد میں ہی آتی ہے، تو بظاہر تو یہ مقدم ہے لیکن نیۃً مؤخر ہے، اسی وجہ سے اس کے بعد والے اسم کو فاعل نہیں کہا جائے گا۔

سوال: فعل اس سے واقع ہورہا ہو کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب واضح ہے کہ فاعل اس کو کہا جائے گا جس سے فعل واقع ہورہا ہو، اور اگر فعل اس پر واقع ہورہا ہو تو وہ فاعل نہیں ہوگا، خواہ وہ مرفوع بھی ہو، جیسے ضُـرب زیـد، میں زید فاعل نہیں ہے بلکہ نائب فاعل ہے، کیوں کہ فعل اس سے نہیں؛ بلکہ اس پر واقع ہورہا ہے۔

سوال: فاعل ہونے کے لئے کیا یہ ضروری ہے کہ اس نے کسی عمل یا فعل کو وجود ہی بخشا ہو؟

جواب: نہیں، دیکھئے ’’مـات زیـد‘‘ میں زید فاعل ہے، حالانکہ اس نے موت کو انجام نہیں دیا ہے (اسے وجود نہیں بخشا ہے) لیکن پھر بھی فاعل ہے، اس لئے کہ تمام شرائط اس میں پائی جارہی ہیں۔

فاعل کے احکام

سوال: فاعل کے کتنے احکام ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلا حکم کیا ہے؟

جواب: پہلا حکم یہ ہے کہ اس کا عامل یعنی فعل اس کے بعد نہیں آسکتا، ہمیشہ پہلے ہی آئے گا، جیسا کہ تعریف میں گذر چکا، اسی وجہ سے قـام أخواك کی جگہ أخـواك قام کہنا صحیح نہیں، اور اگر اس طرح کہا بھی جائے تو أخـواك قـامـا کہا جائے گا، اور فعل تثنیہ لایا جائے گا، اور اس

صورت میں أخواك مبتدا ہوگا، اور قاما میں فاعل کی ایک ضمیر ہوگی، اور یہ فعل اور ضمیر فاعل جملہ ہوکر مبتدا کی خبر بنیں گے۔

سوال: دوسرا حکم کیا ہے؟

جواب: فاعل کے عامل پر تثنیہ اور جمع کی علامت نہیں آتی، خواہ فاعل تثنیہ اور جمع ہی کیوں نہ ہو، اسی وجہ سے قاما أخواك، قاموا إخوتك اور قمن نسوتك کہنا صحیح نہیں ہے، بلکہ تمام مثالوں میں قام واحد ہی لایا جائے گا۔

سوال: کیا یہ قاعدہ بالکل عام ہے یا بعض اہل عرب اس کے خلاف بھی استعمال کرتے ہیں؟

جواب: جو قاعدہ ذکر کیا گیا وہ اکثر اہل عرب کے مطابق ہے، بعض اہل عرب فعل کو تثنیہ اور جمع بھی لاتے ہیں، چاہے فعل صریح ہو جیسے: حضور ﷺ کا ارشاد "يتعاقبون فيكم ملائكة بالليل وملائكة بالنهار" یا فعل مؤول ہو جیسے آپ ﷺ کا ہی قول ہے "أو مخرجيّهم"۔

سوال: تیسرا حکم کیا ہے؟

جواب: فاعل اگر مؤنث ہو تو اس کے عامل پر بھی تاء تانیث آتی ہے۔

سوال: وہ تاء تانیث متحرک ہوتی ہے یا ساکن؟

جواب: ماضی میں ساکن جیسے: قامتْ هند، اور صفت کے صیغہ میں متحرک جیسے: زيد قائمة أمه.

فعل کو مؤنث لانے کے احکام

سوال: تاء تانیث کا فعل پر لگانا واجب ہوتا ہے یا جائز؟

جواب: کبھی واجب ہوتا ہے اور کبھی جائز۔

سوال: جائز کا کیا مطلب ہے؟

جواب: جائز کا مطلب ہے کہ فعل کو مذکر بھی استعمال کر سکتے ہیں اور مؤنث بھی۔

سوال: جائز کب کب ہوتا ہے؟

جواب: چار مسائل میں۔

سوال: پہلا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: فاعل ایسا مؤنث ہو جو کہ اسم ظاہر ہو، اور تانیث مجازی ہو حقیقی نہ ہو، مجازی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے فرج نہ ہو، ایسی صورت میں فعل کو مذکر اور مؤنث دونوں طرح سے لایا جاسکتا

ہے۔لہذا طلعت الشمس اور طلع الشمس دونوں طرح کہہ سکتے ہیں۔

سوال: اس صورت میں راجح کیا ہے؟

جواب: فعل کو مؤنث لانا جیسے قرآن میں ہے:قد جاء تکم موعظة،اور قد جاء تکم بینة۔

سوال: دوسرا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: فاعل مؤنث اسم ظاہر ہو،اور تانیث حقیقی ہو،اور فعل اور فاعل میں إلا کے علاوہ کسی اور لفظ سے فصل ہو گیا ہو،جیسے حضر القاضیَ امرأةاور حضرت القاضی امرأة۔

سوال: اس صورت میں کونسا فصیح ہے؟

جواب: فعل کو مؤنث لانا۔

سوال: تیسرا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: فعل نـعـم یا بـئـس ہو،ایسی صورت میں بھی فعل مذکر اور مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں،جیسے:نعم المرأة ھند اور نعمت المرأة ھند.

سوال: چوتھا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: فاعل جمع تکسیر ہو،جیسے جاء الزیود،اور جاء ت الزیود،جاء الھنود اور جاء ت الھنود۔

سوال: اس مسئلہ میں فعل مذکر کس وجہ سے لا سکتے ہیں اور مؤنث کس وجہ سے؟

جواب: یہ لفظ جمع کا صیغہ ہوتا ہے،اس لئے جو اس کو جماعۃ کے معنی میں لیتے ہیں،تو مؤنث لاتے ہیں،اور جو جمع کے معنی میں لیتے ہیں،وہ مؤنث لاتے ہیں۔

سوال: جمع مؤنث سالم کے لئے کیسا فعل لاتے ہیں؟

جواب: جیسا واحد مؤنث کے لئے لاتے ہیں،یعنی مؤنث۔

سوال: جمع مذکر سالم کے لئے فعل کیسا لاتے ہیں؟

جواب: جیسا واحد مذکر کے لئے لاتے ہیں،یعنی مذکر۔

سوال: فعل کو مؤنث لانا کب واجب ہوتا ہے؟

جواب: دو صورتوں میں۔

سوال: پہلی صورت کیا ہے؟

جواب: فاعل مؤنث حقیقی ہو،فعل اور فاعل کے درمیان کسی لفظ سے فصل نہ ہوا ہو،اور فعل نـعـم اور

بئس کے علاوہ ہو، جیسے: إذ قالت امرأة عمران.

سوال: دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: فاعل اسم ظاہر نہ ہو؛ بلکہ ضمیر متصل ہو، جیسے الشمس طلعت، هند قامت.

سوال: ''ما قام إلا هند ''میں تو دونوں وجہیں جائز ہونا چاہئے جیسا کہ''حضر القاضی امرأة ''میں دونوں وجہیں جائز ہیں، کیوں کہ دونوں جملوں میں فعل اور فاعل کے درمیان فصل ہو رہا ہے؟

جواب: ظاہراً ہونا تو یہی چاہئے تھا؛ لیکن ایسا ہے نہیں، بلکہ''ما قام إلا هند ''جیسی مثالوں میں فعل کو مذکر لانا ہی واجب ہے۔

سوال: اس صورت میں فعل کو مذکر لانا ہی کیوں واجب ہے؟

جواب: نحویین نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس طرح کی مثالوں میں فاعل إلا کے بعد والا نہیں ہوتا، بلکہ اس سے پہلے ہوتا ہے، جو کہ مقدر ہوتا ہے، جسے مستثنیٰ منہ کہتے ہیں، اور وہ مذکر ہوتا ہے، اسی وجہ سے فعل مذکر لاتے ہیں۔

سوال: إلا کے بعد والا جملہ فاعل نہیں ہوتا ہے تو پھر کیا ہوتا ہے؟

جواب: فاعل مقدر کا بدل بنتا ہے، تقدیر یہ ہوتی ہے ما قام احد إلا هند.

فاعل کے حذف ہونے کی جگہیں

سوال: کتنی جگہیں ایسی ہیں جہاں فاعل عام طور پر حذف ہوتا ہے؟

جواب: چار۔

سوال: پہلی کیا ہے؟

جواب: إلا سے پہلے جیسا کہ گذرا۔

سوال: دوسری جگہ کیا ہے؟

جواب: مصدر کا فاعل، جیسے:''أو إطعام فی یوم ذی مسغبة ''، اصل میں إطعامه تھا،''ہ'' جو فاعل ہے اسے حذف کر دیا گیا ہے۔

سوال: تیسری جگہ کیا ہے؟

جواب: نائب فاعل، جیسے:''قضی الأمر'' کہ اس کی اصل''قضی الله الأمر''۔

سوال: چوتھی جگہ کیا ہے؟

جواب: جب فعل تعجب کا صیغہ ''أفعل'' دوبار ہو تو دوسرے کے فاعل کو حذف کر دیتے ہیں، جیسے: '' أسمع بهم و أبصر '' اس کی اصل'' و أبصر بهم '' ہے لیکن بهم کو حذف کر دیا گیا، کیوں کہ پہلے والا فاعل اس پر دلالت کر رہا ہے۔

فاعل کی تقدیم وتاخیر کا حکم

سوال: فعل، فاعل اور مفعول میں کیا ترتیب ہے؟

جواب: پہلے فعل آئے، پھر فاعل آئے اور اس کے بعد مفعول آئے۔

سوال: کیا کبھی فاعل مفعول کے بعد بھی آتا ہے۔ اگر آتا ہے تو اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: آتا ہے، اور اس کی دو قسمیں ہیں: واجب اور جائز۔

سوال: جائز کب ہوتا ہے؟

جواب: جائز کا کوئی قاعدہ نہیں ہے، متکلم جب سمجھے کہ اس جگہ مفعول کو مقدم کرنا بہتر ہے تو کر سکتا ہے، جیسے: ''ولقد جاء آل فرعون النذر ''۔ اگر یہاں فاعل کو پہلے لایا جاتا اور ولقد جاء النذر آل فرعون کہا جاتا، تب بھی جائز ہوتا۔ ایک شاعر کا قول ہے ؎

(۷۵) جاء الخلافة أو كانت له قدراً　　　كما أتى ربه موسى على قدر

اگر اس کے بجائے ''كما أتى موسى ربه'' کہا جاتا تب بھی صحیح ہوتا، اور ضمیر بھی ما قبل کی طرف ہی لوٹتی۔

مفعول کی وجوبی تقدیم

سوال: مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا واجب کب ہوتا ہے؟

جواب: جب مفعول کو مؤخر کرنے سے کوئی خرابی لازم آ رہی ہو، جیسے'' وإذ ابتلىٰ إبراهيم ربه '' میں اگر ابراہیم کو مؤخر کر دیں تو '' وإذ ابتلى ربه إبراهيم '' ہو جائے گا، اب '' ربه '' کی ضمیر ابراہیم کی طرف لوٹے گی، اور اس طرح لفظاً اور رتبۃً ضمیر کا مابعد کی طرف لوٹنا لازم آئے گا، جو کہ جائز نہیں، اور جیسے: ضربني زيد '' میں اگر زید کو مقدم کر دیں تو ضرب زيد إياي '' ہو جائے گا، اس صورت میں ضمیر متصل کے آنے کی گنجائش کے باوجود ضمیر منفصل کا استعمال کرنا لازم آئے گا جو جائز نہیں۔

سوال: ضمیر کے لفظاً اور رتبۃً مابعد کی طرف لوٹنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: لفظاً تو واضح ہے، رتبۃً کا مطلب یہ ہے کہ اس ضمیر کا مرجع مفعول بن رہا ہے، اور ضمیر کا درجہ وہی ہوتا ہے جو مرجع کا ہوتا ہے، اور مفعول کا درجہ فاعل کے بعد ہوتا ہے، لہذا ضمیر کا درجہ بھی بعد میں ہی ہوگا، تو مقدم کرنے کی صورت میں ضمیر اس مرجع کی طرف لوٹے گی جس کا درجہ بعد میں ہے۔

مفعول کی وجوبی تاخیر اور فاعل کی وجوبی تقدیم

سوال: کیا کبھی فاعل کو مقدم اور مفعول کو مؤخر کرنا بھی واجب ہوتا ہے؟

جواب: جی ہاں، جب فاعل اور مفعول کی شناخت نہ ہو سکے، اور کوئی ایسا قرینہ بھی نہ پایا جائے جس سے پتہ چل سکے کہ فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے، جیسے ضرب موسی عیسی، ایسی صورت میں فاعل کو مقدم کرنا واجب ہوتا ہے۔

سوال: فاعل اور مفعول کی اگر کسی قرینہ سے شناخت ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں مفعول کی تقدیم اور تاخیر دونوں کی اجازت ہوگی۔

سوال: قرینہ کس طرح کا ہو سکتا ہے؟

جواب: قرینہ لفظی ہو سکتا ہے جیسے: ضربت موسی سلمیٰ، کہ اس میں فعل پر تاء تانیث لگی ہے جس سے پتہ چل رہا ہے کہ فاعل کون ہے، اور جیسے: ضرب موسی العاقلُ عیسی کہ اس میں فاعل کی صفت لائی گئی ہے جس سے اس کا پتہ چل رہا ہے۔

سوال: اور کس طرح کا قرینہ ہوتا ہے؟

جواب: معنوی جیسے: أرضعت الصغریٰ الکبریٰ اور أکل الکمثریٰ موسی، اس میں قرینہ یہ ہے کہ بڑی عورت ہی چھوٹی کو دودھ پلا سکتی ہے اور موسی ہی ناشپاتی کھا سکتا ہے، نہ کہ ناشپاتی موسی کو کھا سکتی ہے۔

سوال: ضرب موسی عیسی میں مفعول فاعل پر تو مقدم نہیں ہو سکتا؛ لیکن کیا مفعول فعل پر مقدم ہو سکتا ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس صورت میں یہ وہم ہو سکتا ہے کہ مفعول (جو کہ فعل سے پہلے ہے) مبتدا ہے اور اس فعل میں فاعل کی ضمیر ہے جو اس کی طرف لوٹ رہی ہے، اور موسی مفعول ہے۔

سوال: مفعول کو فعل پر مقدم کرنا کب جائز ہوتا ہے؟

جواب: جب کوئی وہم اور خرابی لازم نہ آئے جیسے: فريقاً هدیٰ۔

سوال: کیا کبھی مفعول کو فعل پر بھی مقدم کرنا واجب ہوتا ہے؟

جواب: ہاں، جب مفعول کوئی ایسا لفظ ہو جو صدر کلام ہی میں آتا ہو جیسے: أيّاً ما تدعو فله الأسماء الحسنىٰ"۔

افعال مدح وذم

سوال: نعم اور بئس کا فاعل کس طرح کا ہوتا ہے؟

جواب: تین طرح کا۔

سوال: وہ تین صورتیں کیا ہیں؟

جواب: یا تو ان کا فاعل معرف بالالف واللام ہوگا، جیسے: نعم العبد، یا معرف بالالف واللام کی طرف مضاف ہوگا، جیسے: ولنعم دار المتقين، اور فلبئس مثوى المتكبرين، یا اس کا فاعل ضمیر مستتر کی شکل میں ہوگا جس کی تفسیر ایک نکرہ کر رہا ہوگا، جو تمیز کی بنیاد پر منصوب ہوگا جیسے: بئس للظالمين بدلاً۔

سوال: نعم الرجل زيدٌ کی ترکیب کس طرح ہوگی؟

جواب: زید مبتدا مؤخر ہوگا اور نعم الرجل فعل با فاعل خبر مقدم۔

سوال: اس طرح کی مثالوں میں زید کو کیا کہتے ہیں، (یعنی جس کی مدح یا ذم کی جائے اسے کیا کہتے ہیں)؟

جواب: مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم۔

سوال: کیا مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم نعم اور بئس کے فاعل سے پہلے آسکتا ہے؟

جواب: نہیں، لہذا نعم زيد الرجل کہنا صحیح نہیں۔

سوال: کیا مخصوص تمیز سے پہلے آسکتا ہے؟

جواب: نہیں، لہذا نعم زيد رجلاً نہیں کہا جاسکتا۔

سوال: کیا مخصوص فعل اور اس کے فاعل دونوں سے پہلے آسکتا ہے؟

جواب: آسکتا ہے، لہذا زيد نعم الرجل کہنا صحیح ہے۔

سوال: جب کوئی دلیل موجود ہو جس سے مخصوص کا پتہ چل جائے تو کیا اسے حذف کیا جاسکتا ہے؟

جواب: کیا جاسکتا ہے، جیسے آیت کریمہ میں ہے: نعم العبد إنه أوّاب، اصل میں نعم العبد هو

تھا، ھو مخصوص کو حذف کر دیا۔

نائب فاعل کا بیان

سوال: کن وجوہات کی وجہ سے فاعل کو حذف کر کے اس کا نائب فاعل لاتے ہیں؟

جواب: تین وجوہات کی بنیاد پر۔

سوال: پہلی وجہ کیا ہے؟

جواب: فاعل کا علم نہ ہونے کی وجہ سے جیسے: سُرق المتاع اور رُوِی عن رسول الله صلی الله علیہ وسلم، یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ چور اور راوی کا علم نہ ہو۔

سوال: دوسری وجہ کیا ہے؟

جواب: کسی لفظی غرض کی وجہ سے، جیسے من طابت سریرته حُمدت سیرته، اگر حمد الناس سیرته کہا جاتا تو قافیہ بگڑ جاتا، اس وجہ سے فاعل کو حذف کر کے نائب فاعل استعمال کیا گیا۔

سوال: تیسری وجہ کیا ہے؟

جواب: معنوی غرض کی وجہ سے، یعنی جب فاعل کے ذکر سے کوئی فائدہ نہ ہو جیسے: یا أیها الذین آمنوا إذا قیل لکم تفسحوا فی المجلس فافسحوا یفسح الله لکم وإذا قیل انشزوا فانشزوا، اور جیسے شاعر نے کہا ہے ۔

(۷۶) وإن مدت الأیدی إلی الزاد لم أکن بأعجلهم ،إذ أجشع القوم أعجل

ان دونوں مثالوں میں فاعل کے ذکر سے کوئی غرض مقصود نہ تھی، اس لئے حذف کر دیا۔

سوال: مفعول بہ جب نائب فاعل بن جائے گا تو اس میں کیا کیا تبدیلیاں ہوں گی؟

جواب: (۱) پہلے منصوب تھا اب مرفوع ہو جائے گا، (۲) پہلے فضلہ تھا اب عمدہ ہو جائے گا، (۳) پہلے اس کو فعل پر مقدم کرنا بھی جائز تھا مگر اب اس کو فعل سے مؤخر کرنا ہی واجب ہوگا، (۴) اگر وہ مؤنث ہوگا تو اس کے فعل کو بھی مؤنث لایا جائے گا، لہذا ضرب زید عمروا کی جگہ ضُرب عمرو اور ضرب زید هندا کی جگہ ضُربت هند کہا جائے گا۔

سوال: اگر جملہ میں مفعول بہ موجود نہ تھا اور فاعل کو حذف کر کے نائب فاعل بنانا چاہ رہے ہیں تو کس کو نائب فاعل بنائیں گے؟

جواب: تین میں سے کسی ایک کو، یا تو ظرف کو، خواہ زمان ہو یا مکان، جیسے: سیر فرسخ ،صیم رمضان، یا جار مجرور کو جیسے: مُرّبزید، یا مصدر کو جیسے: جُلس جلوس الأمیر.

ظرف اور مصدر کو نائب فاعل بنانے کی شرطیں

سوال: ظرف اور مصدر کو نائب فاعل بنانے کی کیا شرطیں ہیں؟

جواب: تین شرطیں ہیں۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: پہلی شرط یہ ہے کہ ظرف اور مصدر دونوں خاص ہوں، یعنی اگر ظرف زمان ہو تو اس سے کوئی خاص زمانہ مراد ہو اور اگر مکان ہو تو کوئی خاص جگہ ہو، اگر دونوں عام ہوں گے تو نائب فاعل نہیں بنا سکتے، لہٰذا صیم زمن اور اعتکف مکان نہیں کہہ سکتے، اس لئے کہ زمن اور مکان عام ہیں، اسی طرح مصدر بھی خاص ہونا چاہئے، اسی وجہ سے ضُرب ضربٌ صحیح نہیں۔

سوال: مذکورہ مثالوں میں اگر ان کی صفت لاکر انہیں خاص کر دیا جائے تو کیا نائب فاعل بنا سکتے ہیں؟

جواب: بنا سکتے ہیں، چنانچہ ضرب ضرب شدید، صیم زمن طویل اور اعتکف مکان حسن کہنا صحیح ہے۔

سوال: دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: ظرف اور مصدر دونوں متصرف ہوں۔

سوال: متصرف ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مصدر کے متصرف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مفعول مطلق کی وجہ سے نصب کو لازم پکڑے ہوئے نہ ہو، لہٰذا سبحان اللہ کو نائب فاعل بنا کر یسبح سبحانُ اللہ نہیں کہا جا سکتا، اور ظرف کے متصرف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جامد نہ ہو، جیسے: یجاء إذا جاء زید میں "إذا" کو نائب فاعل نہیں بنا سکتے، کیوں کہ یہ متصرف نہیں ہے۔

سوال: تیسری شرط کیا ہے؟

جواب: مفعول بہ موجود نہ ہو، اگر مفعول بہ موجود ہوگا تو ظرف اور مصدر کو نائب فاعل نہیں بنا سکتے، لہٰذا ضُرب الیومُ زیداً نہیں کہہ سکتے۔

سوال: کیا اس تیسری شرط کے بارے میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: ہاں، اخفش اور کوفیین کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک مفعول بہ کی موجودگی میں بھی ظرف (اور جار مجرور) کو نائب فاعل بنا سکتے ہیں۔

سوال: اخفش اور کوفیین کی کیا دلیل ہے؟

جواب: ان حضرات نے آیت "لیجزیٰ قوماً بما کانوا یکسبون" اور شاعر کے قول۔

(۷۷) وإنما یرضی المنیب ربه　　　ما دام معنیّاً بذکر قلبه

سے دلیل پکڑی ہے، کہ آیت میں باوجود "قوماً" کے "بما" کو نائب فاعل بنایا گیا ہے، اسی طرح شعر میں "قلبه" کے ہوتے ہوئے بھی "بذکر" کو نائب فاعل بنایا گیا ہے۔

سوال: جمہور نے ان دونوں دلیلوں کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: شعر کے جواب میں کہا ہے کہ یہ ضرورت شعری کی وجہ سے ہے، اور قراءت کو شاذ بتایا ہے۔

سوال: آیت کے بارے میں دوسرا جواب کیا دیا ہے؟

جواب: صاحب کتاب نے یہ احتمال ظاہر کرتے ہوئے جواب دیا ہے کہ اس آیت میں "بما" کو نائب فاعل بنایا ہی نہیں گیا ہے، بلکہ نائب فاعل ایک ضمیر ہے، جو "غفران" کی طرف لوٹ رہی ہے، اور یہ غفران کا لفظ آیت میں تو موجود نہیں ہے؛ لیکن "قل للذین آمنوا یغفروا" سے غفران کا مفہوم نکل رہا ہے، اسی مفہوم کی طرف یہ ضمیر لوٹ رہی ہے، اصل جملہ یہ ہوگا "لیجزی الله قوماً غفراناً"، تو اس طرح غفراناً مفعول ثانی ہوگا، لہذا نائب فاعل بما کو نہیں؛ بلکہ مفعول ثانی "غفران" کو بنایا گیا ہے، اور مفعول ثانی کو نائب فاعل بنانا بالکل جائز ہے۔

فعل کے تغیرات

سوال: جب فاعل کو حذف کر کے نائب فاعل لے آئیں گے تو فعل میں کیا کیا تغیرات ہوں گے؟

جواب: فعل میں کئی تبدیلیاں ہوں گی: (۱) فعل چاہے ماضی ہو یا مضارع، اس کا پہلا حرف مضموم ہو جائے گا جیسے: ضُرب، یُضرب، (۲) ماضی ہوگا تو آخر سے پہلے والا حرف مکسور ہو جائے گا اور اگر مضارع ہوگا تو ماقبل آخر مفتوح ہو جائے گا، جیسے: ضُرِب یُضرَب۔

سوال: اگر فعل ماضی "تاء" سے شروع ہو رہا ہو تو کیا تبدیلی ہوگی؟

جواب: اس صورت میں پہلے حرف کے ساتھ تیسرا حرف بھی مضموم ہو جائے گا، جیسے: تُعُلِّمَتْ

المسألة کی جگہ تُعُلِّمَتِ المسألةُ۔شاعر کا شعر ہے ۔

(۷۸) سبقوا هوىّ و أعنقوا لهواهم   فتُخُرِّمُوا،ولكل جنب مصرع

اس میں ''تُخُرِّموا''۔

سوال: اگر ماضی کا پہلا حرف ہمزۂ وصلی ہو تو کیا ہوگا؟

جواب: اس صورت میں بھی پہلا اور تیسرا حرف مضموم ہو جائے گا جیسے: انطلقت کی جگہ اُنطُلِقَ،قرآن میں ہے ''فمن اضطُرّ۔اگر الگ کر کے پڑھیں تو ''اُضطُرّ'' پڑھا جائے گا۔

سوال: اگر فعل ماضی تین حرفی ہو جس کا درمیانی حرف،حرفِ علت ہو یعنی ثلاثی معتل الوسط ہو جیسے: قال،باع،تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس میں تین لغتیں جائز ہوں گی: (۱) الف سے پہلے والے حرف کو کسرہ دینا۔اس صورت میں الف ''ی'' سے بدل جائے گا،جیسے: قيل، بيع ۔(۲) ماقبل الف کو کسرہ ہی دیا جائے؛ لیکن کسرے میں ضمہ کی بو آ جائے،یعنی اشمام کے ساتھ۔(۳) ماقبل الف کو واؤ سے بدل کر پڑھا جائے،جیسے: قول،بوع۔

سوال: ان تینوں لغتوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: پہلی افصح ہے،دوسری فصیح ہے اور تیسری قلیل الاستعمال ہے۔

اشتغال کا بیان

سوال: اشتغال کسے کہتے ہیں؟

جواب: اشتغال کا مطلب ہے کہ پہلے ایک اسم ہو،پھر ایک فعل ہو،اور وہ فعل اس اسم کی ضمیر میں عمل کر رہا ہو،اور وہ فعل ایسا ہو کہ اگر اسے سابق اسم پر مسلط کر دیا جائے،یعنی اس کا عامل بنا دیا جائے تو اسے نصب دے سکے،جیسے: زيداً ضربته ۔اگر ضربته سے ''ہ'' کو حذف کر دیں تو زيداً ضربت ہو جائے گا اور زيداً مفعول مقدم ہوگا۔

سوال: اس طرح کے جملوں کی کتنی صورتیں ہو سکتی ہیں؟

جواب: دو: ایک تو یہ کہ وہ فعل اس اسم کی ضمیر میں عمل کر رہا ہو جیسے: زيداً ضربته ۔اس کی دوسری مثال: زيداًمررت به بھی ہے،اس لئے کہ ''به'' کی ضمیر اگرچہ مجرور ہے؛لیکن محلاً فعل کی وجہ سے منصوب ہے۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ فعل اس اسم کی ضمیر میں تو عمل نہ کر رہا ہو؛

لیکن ایسے اسم میں عمل کر رہا ہو جو کہ پہلے والے اسم کی ضمیر میں عمل کرتا ہو، جیسے:: زیداً ضربت أخاه''، کہ ضربت ''أخاہ'' میں عمل کر رہا ہے اور أخ ''ہ'' میں عمل کر رہا ہے، اس لئے کہ أخ مضاف ہے اور مضاف اپنے مضاف الیہ میں جر کا عمل کرتا ہے۔

سوال: اشتغال کی تین مثالیں پیش کی گئیں: زیداً ضربته، زیداً مررت به اور زیداً ضربت أخاه، ان کی تقدیر کیا ہے؟

جواب: زیداً ضربته کی اصل ضربت زیداً ضربته ہے۔ دوسری مثال کی تقدیر جاوزت زیداً مررت به ہے، تیسری کی اصل أهنت زیداً ضربت أخاه ہے۔

سوال: دوسری مثال میں ''جاوزت زیداً مررت به'' کی جگہ مررت زیداً مررت به کیوں نہیں مان سکتے؟

جواب: اس لئے کہ ''مررت'' کو ''ب'' صلے کی ضرورت پڑے گی، اور زیداً میں کوئی صلہ ہے نہیں۔ اس لیے ایسا فعل ماننا پڑے گا جو اسی معنی کا ہو اور بغیر صلہ کے بھی ''زیداً'' میں عمل کر سکے۔

سوال: تیسری مثال میں ''أهنت زیداً ضربت أخاه'' کی جگہ ضربت زیداً ضربت أخاه کیوں نہیں مان سکتے؟

جواب: کیوں کہ اس صورت میں مطلب یہ ہو جائے گا کہ آپ نے زید کو بھی مارا، حالانکہ آپ نے صرف اس کے بھائی کو مارا ہے، اسے نہیں۔

سوال: پہلے والے اسم پر کیا اعراب آ سکتا ہے؟

جواب: اس پر نصب بھی آ سکتا ہے اور رفع بھی۔

سوال: رفع کیوں آ سکتا ہے؟

جواب: اسے مبتدا مان کر، اور بعد والا جملہ خبر ہو گا۔

سوال: نصب کیوں آ سکتا ہے؟

جواب: اس سے پہلے ایک فعل وجوبی طور پر محذوف مان کر، اور یہ محذوف فعل ہی اس اسم میں عمل کرے گا، بعد والا فعل اسی محذوف فعل کی تفسیر کرے گا، اس صورت میں بعد والے جملے کا کوئی محل اعراب نہ ہو گا؛ کیوں کہ وہ مفسرہ ہو گا اور مفسرہ کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا۔

باب اشتغال کے اسم کی حالتیں

سوال: باب اشتغال کے اسم کی کتنی حالتیں ہیں؟

جواب: پانچ: (۱) کبھی اس پر نصب پڑھنا راجح ہوگا، (۲) کبھی نصب پڑھنا واجب ہوگا، (۳) کبھی رفع پڑھنا راجح ہوگا۔ (۴) کبھی رفع پڑھنا واجب ہوگا، (۵) اور کبھی دونوں صورتیں برابر ہوں گی۔

سوال: نصب کب راجح ہوتا ہے؟

جواب: تین مسائل میں نصب راجح ہوتا ہے۔

سوال: پہلا مسئلہ کیا ہے جس میں نصب پڑھنا راجح ہوتا ہے؟

جواب: جب اس اسم کے بعد آنے والا فعل، فعلِ طلب ہو، یعنی امر، نہی یا دعاء ہو، جیسے: زیداً اضربه، زیداً لا تهنه، اللّٰهم عبدك ارحمه.

سوال: اس صورت میں نصب کیوں راجح ہے؟

جواب: اس لئے کہ اگر رفع پڑھیں تو یہ اسم مبتدا بنے گا، اور بعد کا جملہ خبر بنے گا، جو کہ جملہ انشائیہ ہے، اس صورت میں مبتدا کی خبر جملہ انشائیہ سے دینا لازم آئے گا، جو خلاف قیاس ہے، اس لئے نصب پڑھنا راجح ہے، تا کہ خلاف قیاس سے بچا جا سکے۔

سوال: جب ایسا ہے تو پھر ''والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما '' اور ''الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما'' میں دونوں جگہوں پر رفع کیوں ہے، جب کہ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے: زیداً وعمرواً اضرب أخاهما، یعنی ان دونوں آیتوں میں بھی فعل طلبی ہے تو پھر رفع کیوں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں آیات کا باب اشتغال سے کوئی تعلق ہے ہی نہیں۔

سوال: جب یہ دونوں زیداً وعمرواً اضرب أخاهما" کی طرح ہیں تو پھر ان کا اشتغال سے کوئی تعلق کیوں نہیں؟

جواب: اس کے دو جواب دئے ہیں: ایک فراء نے اور دوسرا سیبویہ نے۔

سوال: سیبویہ نے کیا جواب دیا ہے؟

جواب: سیبویہ کہتے ہیں کہ اس کا تعلق باب اشتغال سے اس وجہ سے نہیں کہ '' فاقطعوا '' الگ جملہ ہے، ''السارق والسارقة '' سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اور وہ اس طرح کہ السارق معطوف علیہ اور السارقة معطوف؛ دونوں مبتدا ہیں، ان کی خبر محذوف ہے، مبتدا اور خبر مل کر مکمل جملہ ہیں، جس کی اصل ہے'' مما يتلىٰ عليكم حكم السارق والسارقة '' اور

فاقطعوا أيديهما الگ جملہ ہے، اور ''ف'' عاطفہ نہیں؛ بلکہ مستأنفہ ہے، لہذا اس کو الگ جملہ ماننے کی وجہ سے اس میں جو دو خرابیاں پائی جا سکتی تھیں وہ نہیں پائی گئیں؛ کیوں کہ اگر اسے ایک ہی جملہ مانا جاتا تو ایک خرابی تو یہ پائی جاتی کہ مبتدا کی خبر جملہ انشائیہ سے دینا لازم آتا، اور دوسری خرابی یہ لازم آتی کہ مبتدا الگ جملہ میں ہوتا اور دوسرے جملے کا فعل اس میں عمل کرتا۔ اس کی مثال ''زید فقير فأعطه ''اور'' خالد مكسور فلاتهنه '' ہے۔ زيد فقير الگ جملہ ہے اور فأعطه الگ جملہ، اسی طرح خالد مكسور الگ جملہ ہے اور فلاتهنه الگ جملہ۔

سوال: مبرد نے کیا جواب دیا ہے؟

جواب: مبرد کہتے ہیں کہ اس جملے کا باب اشتغال سے تعلق اس وجہ سے نہیں کہ اس میں اشتغال کی شرط نہیں پائی جا رہی ہے؛ کیوں کہ اس باب کی شرط یہ ہے کہ اگر اس فعل کو اس اسم مقدم کا عامل بنا دیا جائے تو وہ اسے نصب دے سکے؛ لیکن ان دونوں آیات میں جو فعل ہے وہ اسم مقدم میں عمل نہیں کر سکتا؛ اس لئے کہ دونوں فعلوں پر جو ''ف'' ہے وہ سببیہ ہے، اور فاء سببیہ کا مابعد اس کے ماقبل میں عمل نہیں کرتا، لہذا جب یہ دونوں فعل اسم مقدم کے عامل بن ہی نہیں سکتے تو اشتغال سے ان کا کوئی تعلق ہی نہ رہا۔

سوال: دوسرا مسئلہ کیا ہے جس میں نصب راجح ہوتا ہے؟

جواب: اس اسم مقدم سے پہلے ایسا حرف عطف ہو جس سے پہلے جملہ فعلیہ ہو جیسے: قام زيدٌ وعمرواً أكرمته۔

سوال: اس صورت میں نصب پڑھنا کیوں راجح ہے؟

جواب: اس لئے کہ اگر ''عمرواً'' کو رفع دیا جائے تو عمرواً أكرمته جملۂ اسمیہ ہوگا، اور اس کا عطف قام زيد پر ہوگا، جو کہ جملۂ فعلیہ ہے، اور جملۂ اسمیہ کا عطف جملۂ فعلیہ پر مناسب نہیں، لیکن اگر عمرواً کو نصب دیا جائے تو عمرواً أكرمته جملۂ فعلیہ ہوگا، اس لئے کہ اس کی تقدیر ہوگی: أكرمت عمرواً أكرمته اور اس صورت میں جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہی ہوگا، اور یہی زیادہ بہتر ہے، اسی وجہ سے ''خلق الإنسان من نطفةٍ فإذا هو خصيم مبين، والأنعام خلقها ''میں ''الأنعام'' پر نصب پڑھنا ہی راجح ہے، اور تمام قراء نے بالاتفاق نصب ہی پڑھا ہے، اس لئے کہ اس سے پہلے ''خلق الإنسان'' جملۂ فعلیہ

ہے، اور اسی پر اس کا عطف ہو رہا ہے۔

سوال: تیسرا مسئلہ کیا ہے جس میں نصب پڑھنا راجح ہوتا ہے؟

جواب: اس اسم مقدم سے پہلے کوئی ایسا حرف آئے جو اکثر و بیشتر فعل پر آتا ہے، جیسے: أزیداً ضربته" اور "ما زیداً ضربته" قرآن میں ہے "أبشراً منّا واحداً نتبعه"۔

سوال: اس صورت میں نصب کیوں راجح ہوتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ اسم مقدم پر جو حروف آرہے ہیں وہ اکثر و بیشتر فعل پر ہی آتے ہیں، اس لئے بہتر یہی ہے کہ اسم مقدم کو مبتدا ماننے کے بجائے ان سے پہلے ایک فعل محذوف مانا جائے، اور یہ مانا جائے کہ یہ حروف اصلاً ان اسماء پر نہیں؛ بلکہ اس محذوف فعل پر آئے ہیں۔

سوال: نصب پڑھنا کب واجب ہوتا ہے؟

جواب: جب اس اسم مقدم سے پہلے کوئی ایسا حرف آجائے جو فعل کے ساتھ خاص ہوتا ہے، جیسے حروف شرط اور حروف تحضیض، جیسے: إنْ زیداً رأیتَه فأکرِمْه" اور "هلا زیداً أکرمته" اور جیسے یہ شعر۔

(۷۹) لا تجزعي إن منفساً أهلكته فإذا هلكت فعند ذلك فاجزعي

سوال: ان مثالوں میں نصب پڑھنا کیوں واجب ہے؟

جواب: اس لئے کہ یہ حروف فعل کے ساتھ خاص ہوتے ہیں، تو اس کا مطلب یہی ہے کہ ان کے بعد کوئی فعل محذوف ہے، اور وہی فعل محذوف اس اسم کو نصب دے رہا ہے۔

سوال: رفع کب واجب ہوتا ہے؟

جواب: جب اسم مقدم سے پہلے کوئی ایسا حرف آجائے جو جملہ اسمیہ کے ساتھ خاص ہوتا ہے، جیسے إذا فجائیہ، جیسے: خرجت فإذا زيد يضربه عمرو.

سوال: اس مثال میں رفع کیوں واجب ہے؟

جواب: اس لئے کہ نصب پڑھنے کا مطلب ہوگا کہ إذا کے بعد کوئی فعل ہے جو اس اسم کو نصب دے رہا ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ إذا فجائیہ کے بعد فعل نہیں آسکتا، کیوں کہ إذا فجائیہ فعل پر داخل ہی نہیں ہوتا ہے۔

سوال: دونوں وجہیں کب جائز ہوتی ہیں؟

جواب: اس اسم مقدم سے پہلے ایک حرف عطف ہو، اور اس حرف عطف سے پہلے ایک جملہ فعلیہ ہو

جواپنے پہلے والے اسم کی خبر بن رہا ہو جیسے: زید قام أبوه وعمروا أكرمته "عمرو سے پہلے واؤ ہے، اور اس سے پہلے قام أبوه جملہ فعلیہ ہے، اور یہ جملہ فعلیہ زیدٌ کی خبر بن رہا ہے، تو اس طرح کی مثالوں میں رفع اور نصب دونوں برابر ہیں۔

سوال: اس طرح کی مثالوں میں دونوں اعراب کیوں برابر ہوتے ہیں؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ "عمرو" کو رفع دیں تو یہ مانا جائے گا کہ آپ نے اس کا عطف "زید" پر کیا ہے، اور اس صورت میں جملہ اسمیہ کا عطف جملہ اسمیہ پر ہی ہوگا، اور اگر آپ نے "عمروا" کو نصب دیا تو گویا اس کا عطف "قام أبوه" پر کیا اور اس صورت میں جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہی ہوگا، یعنی دونوں صورتوں میں عطف میں مناسبت بھی ہے، اور "زید قام أبوه" جیسی مثالوں میں دونوں پر عطف کرنے کی گنجائش بھی ہے، اس لئے کہ یہ دورخ والا بڑا جملہ ہے۔

سوال: بڑے جملے سے کیا مراد ہے؟

جواب: مطلب یہ ہے کہ یہ ایسا جملہ ہے کہ اس کے اندر ایک جملہ اور ہے، یعنی یہ پورا ایک جملہ ہے مگر اس کے ضمن میں قام أبوه ایک جملہ اور بھی ہے۔

سوال: دورخ والے جملہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: شروع کے اعتبار سے جملہ اسمیہ ہے اور آخر کے اعتبار سے جملہ فعلیہ ہے، اس اعتبار سے دو رخ والا جملہ ہے۔

سوال: رفع کس صورت میں راجح ہوتا ہے؟

جواب: مذکورہ تمام صورتوں کے علاوہ میں، جیسے "زید ضربته" قرآن میں ہے "جنات عدنٍ یدخلونها"، تمام قراء سبعہ نے "جنات" کو رفع کے ساتھ ہی پڑھا ہے۔

سوال: اس طرح کی مثالوں میں رفع کیوں راجح ہے؟

جواب: اس لئے کہ رفع ہی اصل ہوتا ہے، دوسری حرکت جب ہی دی جاتی ہے جب اس کے لئے وجہ ترجیح موجود ہو، اور یہاں کوئی وجہ ترجیح ہے نہیں، اس وجہ سے رفع راجح ہوا۔

سوال: وكل شيء فعلوه في الزبر" کا تعلق باب اشتغال سے ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں؛ اس لئے کہ اس باب کی شرط یہ تھی کہ اگر اس فعل کو اسم مقدم کا عامل بنا دیا جائے تو وہ اس میں عمل کر سکے، اور معنی بھی نہ بدلیں، لیکن یہاں معنی بدل جائیں گے اگر فعل کو اسم مقدم کا

عامل بنایا جائے۔

سوال: معنیٰ کس طرح بدل جائیں گے؟

جواب: اس آیت کا مطلب ہے کہ ہر چیز جو انہوں نے کی ہے وہ زبر میں ہے، لیکن اگر اسے باب اشتغال میں سے مان لیں تو مطلب ہو جائے گا کہ زبر میں لکھی ہوئی ہر چیز انہوں نے کی، جب کہ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب کچھ زبر میں لکھا ہوا ہے۔

سوال: پھر ''کل شیء'' میں ''کل'' پر کیا اعراب آئے گا؟

جواب: صرف رفع، اس لئے کہ کل شیء مبتدا ہوگا اور فعلوہ اس کی صفت، اور صفت موصوف میں عمل نہیں کرتی ہے، اس سے بھی ثابت ہوا کہ یہ فعل اس اسم مقدم میں عمل نہیں کر سکتا۔

سوال: کیا ''أزید ذهب به'' کا تعلق باب اشتغال سے ہے؟

جواب: نہیں؛ اس لئے کہ اگر ''ذهب به'' کو زید کا عامل بنا دیا جائے تو اسے نصب نہیں دے سکتا، جب کہ یہ شرط ہے کہ وہ اسے نصب دے سکے۔

تنازع کا باب

سوال: تنازع کا کیا مطلب ہے؟

جواب: دو یا دو سے زیادہ عامل ہوں، ان کے بعد ایک یا ایک سے زیادہ معمول ہوں، ان عاملوں میں سے ہر ایک اس معمول میں عمل کرنا چاہتا ہو۔

سوال: اسے تنازع کیوں کہتے ہیں؟

جواب: اس لئے کہ کئی عامل، معمول میں عمل کرنے کے لئے جھگڑتے ہیں، اور ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ میں عمل کروں۔

سوال: باب تنازع کو اور کیا کہتے ہیں؟

جواب: باب الإعمال۔

سوال: اس تنازع کی کتنی صورتیں ہو سکتی ہیں؟

جواب: اس کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

سوال: پہلی صورت کیا ہے؟

جواب: عامل دو ہوں اور معمول ایک ہو، اور دونوں عامل اس معمول میں عمل کرنا چاہتے ہوں، جیسے

"آتـونـي أفـرغ عـلـيـه قـطـرا" کہ "آتو" اور "أفرغ" دو عامل ہیں، اور "قطرا" ایک معمول ہے، اور دونوں عامل اس میں عمل کرنا چاہتے ہیں۔

سوال: دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: عامل دو ہوں اور معمول ایک سے زیادہ ہوں، جیسے: ضرب و أکرم زیدٌ عمروا۔

سوال: تیسری صورت کیا ہے؟

جواب: عامل دو سے زیادہ ہوں اور معمول ایک ہو، جیسے: "کما صلیت وبارکت وترحمت علی ابراهیم" کہ ابراہیم میں صلیت، بارکت اور ترحمت تینوں عامل عمل کرنا چاہ رہے ہیں۔

سوال: چوتھی صورت کیا ہے؟

جواب: عامل دو سے زیادہ ہوں، اور معمول بھی ایک سے زیادہ ہو، جیسے: تسبحون وتحمدون وتکبرون دبر کل صلاۃ ثلاثا وثلاثین" کہ دبر اور ثلاثا وثلاثین دو معمول ہیں، ایک ظرف ہے اور دوسرا مفعول مطلق، اور عامل تین ہیں، اور تینوں ان دونوں میں عمل کرنا چاہ رہے ہیں۔

سوال: ان مختلف عوامل میں سے کسے عمل دلایا جائے گا؟

جواب: جسے بھی چاہیں عمل دلا سکتے ہیں، جواز میں کسی کا اختلاف نہیں، ہاں مختار اور بہتر ہونے میں اختلاف ہے۔

سوال: کس کس کا اختلاف ہے؟

جواب: کوفیین اور بصریین کا۔

سوال: کوفیین کیا کہتے ہیں؟

جواب: کہتے ہیں کہ پہلے والے کو عمل دلانا بہتر ہے۔

سوال: ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: کہتے ہیں کہ وہ پہلے ہے، اور پہلے کا حق زیادہ ہوتا ہے۔

سوال: بصریین کیا کہتے ہیں؟

جواب: کہتے ہیں کہ اخیر والے کو عمل دلانا بہتر ہے۔

سوال: ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: اس لئے کہ معمول سے زیادہ قریب وہی ہے، اور قریب والے کا زیادہ حق ہوتا ہے۔

سوال: اگر پہلے والے کو عمل دلائیں تو دوسرے عامل کا کیا ہوگا؟

جواب: دوسرے عامل کو جس معمول کی ضرورت ہوگی اس کی ضمیر اس میں لائی جائے گی، اگر اسے مرفوع کی ضرورت ہوگی تو مرفوع کی ضمیر لائی جائے گی، اور اگر منصوب کی ضرورت ہوگی تو منصوب کی ضمیر لائی جائے گی، اور اگر مجرور کی ضمیر کی ضرورت ہوگی تو مجرور کی ضمیر لائی جائے گی، جیسے ”قام وقعدا أخواك“ میں اگر قام کو عمل دلائیں تو قعد کو مرفوع کی ضمیر کی ضرورت ہوگی؛ کیوں کہ اسے فاعل چاہیے، لہذا اس میں مرفوع یعنی فاعل کی ضمیر لائیں گے جو واحد، تثنیہ اور جمع میں ”أخواك“ کے مطابق ہوگی، اس کی تقدیر یہ ہوگی: قام وقعدا أخواك، اسی طرح قام وضربت أخواك میں ضربت کو منصوب کی ضرورت ہے، تو اس میں منصوب کی ضمیر لائیں گے، اس کی اصل ہوگی: قام وضربتهما أخواك۔ اسی طرح ”قام ومررت بهما أخواك“ میں مررت کو مجرور کی ضرورت ہے تو اس میں مجرور کی ضمیر لائی جائے گی۔

سوال: لیکن ان تمام صورتوں میں تو ضمیر مابعد کی طرف لوٹے گی؟

جواب: ہاں؛ لیکن چونکہ ”أخواك“ جس کے بارے میں تنازع ہو رہا ہے رتبۃً مقدم اور ان ضمیروں سے پہلے ہے، تو اس طرح رتبۃً وہ ضمیر ماقبل کی طرف ہی لوٹے گی۔

سوال: اگر اخیر والے کو عمل دلائیں تو پہلے والے عامل کا کیا ہوگا؟

جواب: اگر پہلے والے عامل کو مرفوع کی ضرورت ہوگی تب تو مرفوع کی ضمیر لے آئیں گے، جیسے: قام وقعد أخواك میں قاما وقعد أخواك کہیں گے۔

سوال: اگر پہلے والے کو منصوب یا مجرور کی ضرورت ہوگی تو کیا کریں گے؟

جواب: تو اس ضمیر کو حذف کر دیں گے، لہذا ”ضربت وضربني أخواك“ کہا جائے گا، ضربتهما نہیں کہا جائے گا، اور اسی طرح "مررت ومرّ بي أخواك“ کہیں گے مررت بهما نہیں کہیں گے۔

سوال: ضمیر حذف کیوں کریں گے؟

جواب: کیوں کہ ذکر کرنے کی صورت میں ضمیر لفظاً اور رتبۃً دونوں اعتبار سے مابعد کی طرف لوٹے گی۔

سوال: مرفوع کی ضمیر بھی تو مابعد کی طرف لوٹے گی پھر اسے کیوں نہیں حذف کیا جائے گا؟

جواب: اگر چہ مرفوع کی ضمیر بھی مابعد کی طرف لوٹے گی، مگر مرفوع کی ضمیر میں یہ معاف ہے، لیکن منصوب اور مجرور میں معاف نہیں۔

سوال: امرؤالقیس کے مندرجہ ذیل شعر کا تعلق باب تنازع سے ہے یا نہیں؟

(۸۱) ولو أنّ ما أسعیٰ لأدنیٰ معیشة کفانی –ولم أطلب – قلیل من المال

جواب: نہیں؛ اس لئے کہ اسے باب تنازع میں سے ماننے کی صورت میں مطلب بدل جائے گا۔

سوال: مطلب کس طرح بدل جائے گا؟

جواب: شاعر کہنا چاہ رہا ہے کہ میں اعلی زندگی کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہوں، اگر میری دوڑ دھوپ معمولی زندگی گذارنے کے لئے ہوتی تو تھوڑا سا مال میرے لئے کافی ہو جاتا، مطلب یہ نکلا کہ نہ اس کی دوڑ دھوپ معمولی زندگی کے لئے ہے اور نہ ہی اس کے لئے تھوڑا سا مال کافی ہے، اب اگر "لم أطلب" کو بھی "قلیل" پر عمل کرادیں تو مطلب ہو جائے گا کہ میں تھوڑا مال طلب نہ کرتا، اور اس میں تضاد ہو جائے گا، کیوں کہ اس کا مطلب ہو جائے گا کہ میں تھوڑا مال طلب کر رہا ہوں، جب کہ ابھی اس کی نفی کی ہے۔

سوال: پھر "لم أطلب" کا معمول کہاں ہے؟

جواب: محذوف ہے، اس کی تقدیر ہے: لم أطلب الملك.

سوال: معنی کی یہ خرابی تو اس وقت پیدا ہو رہی ہے جب "لم أطلب" کا عطف "کفانی" پر کریں گے، اگر اسے جملہ مستأنفہ مان کر تنازع فعلان میں سے مانیں تو کیا خرابی ہے؟

جواب: جملہ مستأنفہ ماننے کی صورت میں اس کا "کفانی" عامل سے ربط ختم ہو جائے گا، اور تنازع کی شرط یہ ہے کہ دونوں عاملوں میں ربط پایا جائے۔

مفاعیل کا بیان

سوال: فاعل مرفوع اور مفعول منصوب کیوں ہوتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ رفع دشوار ہے اور فتحہ ہلکا، فاعل ایک ہی ہوتا ہے اور مفعول ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں، تو دشوار حرکت اسے دی گئی جو ایک ہی ہوتا ہے، اور ہلکی حرکت اسے دی گئی جو کئی بھی ہو سکتے ہیں۔

سوال: مفاعیل کتنے ہوتے ہیں؟

جواب: پانچ: مفعول بہ جیسے: ضربت زیداً، مفعول مطلق جیسے: ضربت ضرباً، مفعول فیہ جیسے: صمت یومِ الخمیس، جلست أمامك، مفعول لہ جیسے: قمت إجلالاً

لك، اور مفعول معہ جیسے: سرت والنیل۔

سوال: کیا مفاعیل کے پانچ ہونے میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: جی ہاں، زجاج اور کوفیین کے نزدیک چار ہیں، اور سیرافی اور جوہری کے نزدیک چھ ہیں۔

سوال: زجاج ان پانچوں میں سے کسے کم کرتے ہیں؟

جواب: مفعول معہ کو کم کرتے ہیں، ان کے نزدیک مفعول معہ مفعول بہ ہی ہوتا ہے، اور سرت والنیل کی تقدیر ہوتی ہے: سرت وجاوزت النیل۔

سوال: کوفیین کے نزدیک کونسا مفعول کم ہے؟

جواب: مفعول لہ کو کم کرتے ہیں، اور اسے مفعول مطلق میں شمار کرتے ہیں۔

سوال: سیرافی کے نزدیک چھٹا مفعول کونسا ہے؟

جواب: مفعول منہ، جیسے قرآن میں ہے "واختار موسیٰ قومه سبعين رجلا" اس لئے کہ اس کے معنی ہیں "اختار من قومه"۔

سوال: جوہری کے نزدیک مفعول سادس کونسا ہے؟

جواب: جوہری مستثنیٰ کو ہی مفعول مانتے ہیں، اور اس کا نام مفعول دونہ رکھتے ہیں۔

مفعول بہ کا بیان

سوال: مفعول بہ کی تعریف کیا ہے؟

جواب: مفعول بہ وہ ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے: ضربت زیداً۔

سوال: یہ تعریف کس نے کی ہے؟

جواب: ابن حاجبؒ نے۔

سوال: اس تعریف کے حساب سے تو "لا تضرب" اور "ما ضربت زیداً" میں زیداً کو مفعول بہ نہیں ہونا چاہئے، اس لئے کہ اس پر فاعل کا فعل واقع ہی نہیں ہو رہا ہے، بلکہ واقع کرنے سے منع کیا جا رہا ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وقوع یعنی فعل کے مفعول بہ پر واقع ہونے سے مراد یہ ہے کہ فعل کا مفعول بہ سے مثبت یا منفی ایسا تعلق ہو جو کہ صرف اسی سے سمجھ میں آئے، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ "زیداً" دونوں مثالوں میں ضرب سے متعلق ہے، اور ضرب کے معنی کو سمجھنا اسی پر

موقوف ہے، یا اگر ضرب کا کوئی متعلق ہو تو اس کا سمجھنا بھی اسی مفعول پر موقوف ہو۔

منادیٰ کا بیان

سوال: منادی کس کی قسموں میں سے ہے؟

جواب: مفعول بہ کی۔

سوال: منادی، مفعول بہ کی قسم کس طرح ہے؟

جواب: اس لئے کہ یا عبد الله کی اصل أدعو عبد الله ہوتی ہے، فعل کو حذف کر کے یا کو اس کا قائم مقام بنادیا گیا۔

سوال: منادیٰ کا کیا حکم ہے؟

جواب: منادیٰ تین صورتوں میں لفظاً منصوب ہوتا ہے۔

سوال: پہلی صورت کیا ہے جس میں منادی لفظاً منصوب ہوتا ہے؟

جواب: پہلی صورت یہ ہے کہ منادیٰ مضاف ہو، جیسے: یا عبد الله، یا رسول الله شاعر نے کہا ہے۔

(۸۲) ألا یا عباد الله قلبی متیم بأحسن من صلیٰ و أقبحهم بعلاً

سوال: دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: یہ کہ منادی مشابہ مضاف ہو، اور مشابہ مضاف اس کو کہتے ہیں جس سے کوئی ایسی چیز ملی ہو جو اس کے معنی کو پورا کر رہی ہو یعنی جس طرح مضاف کے معنی مضاف الیہ سے مل کر پورے ہوتے ہیں اسی طرح منادی کے معنی بھی کسی لفظ سے مل کر پورے ہوں تو منادی کو مشابہ مضاف کہتے ہیں، جس اسم سے منادی کے معنی پورے ہوتے ہیں وہ یا تو مرفوع ہوگا جیسے: یا محموداً فعله، یا حسناً وجهه، یا جمیلاً فعله، یا کثیراً برّه، یا منادی کی وجہ سے منصوب ہوگا جیسے: یا طالعاً جبلاً، یا کسی حرف جار کی وجہ سے مجرور ہوگا اور منادی سے متعلق ہوگا جیسے: یا رفیقاً بالعباد، یا خیراً من زید، یا وہ منادی بننے سے پہلے معطوف علیہ ہوگا جیسے کسی شخص کا نام ثلاثة وثلاثین ہو، تو جب اس کو منادی بنائیں گے تو کہیں گے یا ثلاثة وثلاثین۔

سوال: تیسری صورت جس میں منادی لفظاً منصوب ہوتا ہے کیا ہے؟

جواب: یہ کہ منادی نکرہ غیر مقصودہ ہو۔

سوال: نکرہ غیر مقصودہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: یعنی ایسا نکرہ جس کی تخصیص نہ کی گئی ہو، اور اس سے عام کوئی بھی مراد ہو، جیسے: اندھے کا قول ہے" یا رجلاً خذ بیدی " کہ اس میں رجلاً نکرہ غیر معینہ ہے، اور اس سے کوئی بھی عام مراد ہے، شاعر نے کہا ہے ؎

(۸۳) فیا راکباً إما عرضت فبلّغن ندامای من نجران أن لا تلاقیا

سوال: منادی مبنی کب ہوتا ہے؟

جواب: جب مفرد ہو اور معرفہ ہو، جیسے: یا زیدُ، یا رجلُ۔

سوال: مفرد سے کیا مراد ہے؟

جواب: مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہو۔

سوال: معرفہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: معرفہ سے مراد یہ ہے کہ اس سے کوئی متعین شخص مراد ہو، اب چاہے حقیقۃً وہ معرفہ ہو یعنی منادی بننے سے پہلے بھی معرفہ ہو جیسے: یا زیدُ، یا عمروُ ، یا حقیقۃً تو معرفہ نہ ہو، لیکن منادی بننے کی وجہ سے نکرہ معینہ ہو کر معرفہ ہو جائے، جیسے: یا رجلُ، یا جبالُ۔

سوال: منادی مفرد معرفہ کس اعراب پر مبنی ہوتا ہے؟

جواب: اسی حالت پر مبنی ہوگا جو حالت اس کی معرب ہونے کے وقت ہوتی ہے، یعنی اگر واحد ہوگا تو ضمہ پر مبنی ہوگا جیسے: یا زیدُ ، قرآن میں ہے "یا نوحُ"، تثنیہ ہوگا تو الف نون پر جیسے: یا زیدان ، جمع مذکر سالم ہوگا تو واؤ نون پر جیسے: یا زیدون ، اور اگر جمع مکسر ہوگا تو ضمہ پر جیسے قرآن میں ہے "یٰجبال أوّبی معه "۔

منادیٰ مضاف الی الیاء کا حکم

سوال: جب منادی یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس میں کتنی لغتیں جائز ہو سکتی ہیں؟

جواب: چھ۔

سوال: پہلی لغت کیا ہے؟

جواب: یا غلامِیْ ، یعنی یائے ساکنہ کو باقی رکھ کر جیسے قرآن میں ہے یا عبادِیْ لا خوف علیکم۔

سوال: دوسری لغت کیا ہے؟

جواب: یـا غلام یعنی یائے ساکنہ کو حذف کر کے اور کسرہ کو باقی رکھ کر، تا کہ وہ کسرہ ''ی'' کے حذف ہونے پر دلالت کرے، جیسے قرآن میں ہے، یا عبادِ فاتقون۔

سوال: تیسری لغت کیا ہے؟

جواب: یا کو حذف کر کے اور ''ی'' کی وجہ سے جو حرف پہلے مکسور تھا اسے ضمہ دے کر، جیسے یـا أمُ لا تـفـعـلـی، اور قرآن کی اس آیت کو بھی ایک قراءت میں اس لغت کے مطابق پڑھا گیا ہے قال ربُ احکم بالحق، رب کو ضمہ دے کر۔

سوال: اس لغت کا حکم کیا ہے؟

جواب: یہ ضعیف ہے۔

سوال: چوتھی لغت کیا ہے؟

جواب: یا غلامِیَ 'ی' کو باقی رکھ کر اور سکون کے بجائے اسے فتح دے کر جیسے یا عبادِیَ الذین أسرفوا۔

سوال: پانچویں لغت کیا ہے؟

جواب: یـا غلاما یعنی 'ی' سے پہلے جو کسرہ تھا اسے فتحہ سے بدل کر، اس صورت میں ''ی'' الف سے بدل جائے گی؛ کیوں کہ 'ی' متحرک اور اس کا ماقبل مفتوح ہوگا۔ جیسے قرآن میں ہے یا حسرتا علی ما فرطت فی جنب الله اور یا أسفا علی یوسف۔

سوال: چھٹی لغت کیا ہے؟

جواب: یـا غلامَ پانچویں لغت کے مطابق 'ی' اور 'الف' کو حذف کر کے، اور فتحہ کو باقی رکھ کر جو 'الف' کے حذف پر دلالت کر سکے، جیسے شعر

(۸۴) ولست براجع ما فات منی بلهف ولا بلیتَ ولا لو أنی

بلهف سے مراد بقولی یا لهف ہے۔

سوال: اگر 'ی' متکلم کی طرف مضاف ہونے والا منادی أب اور أم کا لفظ ہو تو اس میں کتنی لغتیں جائز ہوں گی؟

جواب: دس۔

سوال: کونسی؟

جواب: چھ تو وہی جو اوپر گذریں، یعنی یا أبی ، یاأبِ ، یاأبُ ، یاأبیَ ، یاأبا ، یاأبَ۔

سوال: ساتویں لغت کیا ہے؟

جواب: یــا أبــتِ 'ی' کو تاء مکسورہ سے بدل کر جیسے ابن عامر کے علاوہ تمام قراء نے قرآن کی اس آیت کو پڑھا ہے یا أبتِ افعل۔

سوال: آٹھویں لغت کیا ہے؟

جواب: یا أبتَ 'ی' کو تاء مفتوحہ سے بدل کر جیسے مذکورہ آیت کو ابن عامر نے پڑھا ہے، یا أبتَ

سوال: نویں لغت کیا ہے؟

جواب: یــا أبتــا 'ی' کی جگہ ''ت'' مفتوح اور اس کے بعد الف لگا کر جیسے مذکورہ آیت کی ایک شاذ قراءت یہ بھی ہے یا أبتا افعل۔

سوال: دسویں لغت کیا ہے؟

جواب: یا أبتی 'ی' کی جگہ 'ت' مکسور اور اس کے بعد 'ی' ساکن لگا کر۔

سوال: نویں اور دسویں لغت کا کیا حکم ہے؟

جواب: دونوں قبیح لغتیں ہیں، اور دسویں تو بہت ہی زیادہ قبیح ہے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ ضرورت شعری کے علاوہ اس کا استعمال ہی جائز نہیں ہے۔

سوال: اگر منادی کسی ایسے لفظ کی طرف مضاف ہو جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے یــا غــلامَ غلامی تو اس مضاف الی الیاء میں کتنی لغتیں ہیں؟

جواب: صرف دو۔

سوال: پہلی؟

جواب: اس 'ی' کو ساکن کر کے جیسے یا غلامَ غلامیْ۔

سوال: دوسری؟

جواب: 'ی' کو فتحہ دے کر جیسے یا غلامَ غلامِیَ۔

سوال: اگر وہ متکلم ابن أم یا ابن عم ہو تو کتنی لغتیں جائز ہوں گی؟

جواب: چار۔

سوال: پہلی؟

جواب: ''ی'' کو حذف کر کے اور میم کو فتحہ دے کر جیسے قــال ابــن أمَ إن الــقوم استضعفونی

اور قال یا ابن أمَ لا تأخذ بلحیتی۔

سوال: دوسری؟

جواب: 'ی' کو حذف کر کے اور میم کو کسرہ دے کر جیسا کہ قراء سبعہ میں سے بعض نے ان دونوں آیات کو اس طرح پڑھا ہے، قال ابن أمِ۔ یا ابن أمِ۔

سوال: تیسری؟

جواب: 'ی' کو باقی رکھ کر اور سکون دے کر جیسے شعر ؎

(۸۵) یا ابن أمِیْ ویا شقیّق نفسی أنت خلفتنی لدھر شدید

سوال: چوتھی؟

جواب: 'ی' کو الف سے بدل کر۔ جیسے: ؎ (۸٦) یا ابنة عما لا تلومی واھجعی

سوال: تیسری اور چوتھی لغت کا کیا حکم ہے؟

جواب: قلیل الاستعمال ہیں۔

منادی کے تابع کا حکم

سوال: منادی کے تابع کا کیا حکم ہے؟

جواب: پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ منادی مبنی ہے یا معرب۔

سوال: اگر منادی مبنی ہو تو اس کے تابع کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: اگر منادی مبنی ہو تو اس کے تابع کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، اور اسی کے اعتبار سے اس کا حکم ہوگا، اگر اس کا تابع عطف بیان ہو یا عطف نسق یا معرف باللام ہو تو اس صورت میں اس کو رفع بھی دیا جاسکتا ہے اور نصب بھی۔

سوال: رفع کیوں دیا جاسکتا ہے؟

جواب: منادی کے لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے کیوں کہ منادی لفظاً مرفوع ہے اگر چہ محلاً منصوب ہوتا ہے، نعت کی مثال یا زیدُ الظریفُ، تاکید کی مثال: یا زید والضحاك، شعر ؎

(۸۷) یا حکمُ الوارث عن عبد الملك ؎

(۸۸) فما کعب ابن مامة وابن أرویٰ بأجود منك یا عمرُ الجوادا

(۸۹) ألا یا زید والضحاك سیرا فقد جاوزتما خمر الطریق

اورقرآن کی آیت کی ایک شاذ قراءت یا جبالُ أوبی معه والطیرُ رفع کے ساتھ بھی ہے۔

سوال: نصب کیوں دیا جاسکتا ہے؟

جواب: منادی کے محل کا اعتبار کرتے ہوئے؛ کیوں کہ منادی محلاً منصوب ہوتا ہے۔ جیسے یا زید الظریفَ یا تمیم أجمعین یا سعید کرزاً یا زید والضحاکَ، تینوں شعروں میں 'الوارث' 'الجواد' اور 'الضحاك' کونصب کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، اورقرآن کی آیت یٰجبال أوبی معه والطیرَ۔

سوال: دوسری صورت کیا ہوسکتی ہے؟

جواب: منادی کا تابع ایسی صفت کا صیغہ ہو جو معرف بالالف واللام اور مابعد کی طرف مضاف ہو، جیسے یا زید الحسن الوجه۔

سوال: اس صورت میں تابع پر کیا اعراب آئے گا؟

جواب: اس صورت میں بھی تابع پر دونوں اعراب آسکتے ہیں، منادی کے لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے رفع اور محل کا اعتبار کرتے ہوئے نصب، جیسے یا زید الحسنُ الوجه اور الحسنَ الوجه۔ شعر ~ (۹۰) یا صاحِ یا ذا الضامرُ العنس

میں منادی کے تابع ''الضامر'' کو رفع اور نصب دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

سوال: تیسری صورت کیا ہوسکتی ہے؟

جواب: تابع ایسا مضاف ہو جس پر الف لام نہ ہو۔

سوال: اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس صورت میں تابع پر نصب ہی واجب ہوگا۔ جیسے یا زید صاحبَ عمرو، یا زید أبا عبدالله، یا تمیم کلَکم، یا تمیم کلَهم اور عطف نسق کی مثال: یا زید وأبا عبدالله، قرآن میں ہے: قل اللهم فاطرَ السموات والارض۔

سوال: چوتھی صورت کیا ہوسکتی ہے؟

جواب: جب منادی ''أیّ'' کا لفظ ہو اور تابع اس کی صفت بن کر آئے۔

سوال: اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

جواب: رفع پڑھنا واجب ہوگا جیسے یآ أیها الناس، یآ أیها النبی۔

سوال: پانچویں صورت کیا ہوسکتی ہے؟

جواب: منادی مبنی ہو اور اس کا تابع بدل یا بغیر الف لام کے عطف نسق ہو۔

سوال: اس صورت میں کیا ہوگا؟

جواب: اس صورت میں تابع پر وہی اعراب آئے گا جو اس وقت آتا جبکہ وہ خود منادی ہوتا، جیسے بدل میں کہیں گے یا سعیدُ کرزُ کرز کو ایک پیش دے کر (بغیر تنوین کے) اس لئے کہ اگر یہ منادی ہوتا تو یا کرز کہا جاتا۔ اس طرح یا سعیدُ أبا عبدالله نصب کے ساتھ، اس لئے کہ اگر أبا عبدالله منادی ہوتا تو منصوب ہی ہوتا، اسی طرح عطف نسق میں یا زیدُ و عمرُو، اور یا زیدُ و أبا عبدالله کہیں گے جیسا کہ یا عمرُو اور یا أبا عبدالله کہتے جب منادی ہوتے۔

سوال: چھٹی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: منادی معرب ہو اور تابع بدل اور عطف نسق بغیر الف لام ہو۔

سوال: اس صورت میں میں کیا اعراب آئے گا؟

جواب: اس صورت میں بھی اس پر وہی اعراب آئے گا جو اس وقت آتا ہے جب وہ خود منادی ہوتا، جیسے یا أبا الحسن صاحبَنا، صاحبَنا کے نصب کے ساتھ اس لئے کہ اگر یہ منادی ہوتا تو منصوب ہی ہوتا۔ اس طرح عطف نسق میں کہیں گے، یا ذا الفضل وذاالعلم۔ اور جیسے یا عبدالله زیدُ جیسا کہ زید منادی ہوتا تو اس کا اعراب یہی ہوتا۔

منادی مکرر کا حکم

سوال: جب منادی مفرد مضاف ہو کر مکرر آئے جیسے یا زید زید الیعملات تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: دوسرا تو ہمیشہ منصوب ہوگا، البتہ پہلے کو ضمہ بھی دے سکتے ہیں اور فتحہ بھی۔

سوال: پہلے کو ضمہ کس وجہ سے دیا سکتا ہے؟

جواب: اس کو منادی مفرد مان کر، اور منادی مفرد مرفوع ہی ہوتا ہے۔

سوال: اس صورت میں دوسرے کی کیا حیثیت ہوگی؟

جواب: یا تو وہ خود منادی ہوگا اور اس کا حرف نداء محذوف مانا جائے گا یعنی یا زید یا زید الیعملات یا وہ عطف بیان ہوگا یا مفعول ہوگا اور أعنی، فعل محذوف ہوگا۔

سوال: اور پہلے والے کو فتحہ کس وجہ سے دیا جا سکتا ہے؟

جواب: یہ مان کر کہ اصل میں وہ بھی مضاف تھا اور اصل یہ تھی یا زید الیعملات زید الیعملات۔

سوال: اگر اس کی اصل یہ تھی تو پھر "الیعملات" پہلے "زید" سے حذف ہوا یا دوسرے سے؟

جواب: اس میں سیبویہ اور مبرد کا اختلاف ہے۔

سوال: سیبویہ کیا کہتے ہیں؟

جواب: سیبویہ یہ کہتے ہیں کہ دوسرے سے حذف ہوا ہے، کیوں کہ پہلے والا اس پر دلالت کر رہا ہے، پھر جو زید ہے اسے 'زید الیعملات' (جو مضاف مضاف الیہ ہے) کے درمیان میں داخل کر لیا گیا، اس طرح یا زید زید الیعملات ہو گیا۔

سوال: مبرّد کی کیا رائے ہے؟

جواب: مبرد کہتے ہیں کہ پہلے سے حذف ہوا اور دوسرا اس پر دلالت کر رہا ہے۔

سوال: یہ دونوں توجیہیں کیسی ہیں؟

جواب: دونوں ضعیف ہیں۔

سوال: سیبویہ کی توجیہ کے ضعیف ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فصل کرنا لازم آرہا ہے، جبکہ مضاف مضاف الیہ ایک ہی کلمہ کی طرح ہوتے ہیں اور ایک ہی کلمہ کے درمیان فصل نہیں ہوتا ہے۔

سوال: مبرد کے قول کے ضعیف ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یہ کہ اس صورت میں پہلے سے حذف ہو رہا ہے، جبکہ عموماً دوسرے کلمہ سے حذف ہوتا ہے، پہلے سے بہت کم حذف ہوتا ہے۔

ترخیم کا بیان

سوال: ترخیم کسے کہتے ہیں؟

جواب: ترخیم کا مطلب ہے کہ منادی کے آخر کو تخفیفاً حذف کر دیا جائے۔

سوال: ترخیم کا یہ نام پرانا ہے یا نیا؟

جواب: پرانا ہے۔

سوال: اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب: حضرت ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ حضرت ابن مسعود ونادوا یامالُ پڑھتے ہیں تو آپ

نے فرمایا کہ جہنم والوں کو ترخیم کا موقع کہاں ہوگا۔ حضرت ابن عباس نے ترخیم کا لفظ استعمال کیا، جس سے پتہ چلا کہ یہ نام بہت پرانا ہے۔

سوال: یہ بات کس نے ذکر کی ہے؟

جواب: زمخشری وغیرہ نے۔

سوال: بعض لوگوں نے اس آیت میں ترخیم کے اچھا ہونے کی کیا وجہ بیان کی ہے؟

جواب: یہاں ترخیم دراصل اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہل عرب جب کسی اسم کو پورے طور پر ادا نہیں کر پاتے ہیں تو اس میں سے کچھ حذف کر دیتے ہیں، اور اہل جہنم تمام کلمات کو پوری طرح ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں گے، جہنمیوں کی اس حالت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے یہاں ترخیم کی گئی ہے۔

سوال: ترخیم کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: سب سے پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ اسم جس میں ترخیم کی جارہی ہے معرفہ ہو، پھر اس کی دو قسمیں ہوں گی، یا تو اس کے آخر میں ''ت'' ہوگی، یا نہیں ہوگی۔

سوال: اگر اس کے آخر میں ''ت'' ہو تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: اگر معرفہ کے آخر میں ''ت'' ہو تو ترخیم کرنے کے لئے مزید کسی شرط کی ضرورت نہیں ہے، نہ علم ہونے کی اور نہ تین حرف سے زیادہ ہونے کی، چنانچہ ''ثبة'' (جو جماعت کے معنی میں آتا ہے) میں ترخیم کریں گے تو کہیں گے: یـا ثب جیسا کہ عائشہ میں ترخیم کرتے وقت کہتے ہیں یا عائشُ۔

سوال: اگر اس کے آخر میں ''ت'' نہیں ہے تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: اگر ''ت'' نہیں ہے تو اس میں ترخیم کرنے کے لئے تین شرطیں ہیں: (۱) وہ (ایسا منادی ہو جو) مبنی علی الضم ہو۔ (۲) وہ علم ہو۔ (۳) تین حرف سے زائد ہو۔ جیسے حارث اور جعفر میں ترخیم کے بعد یا حارِ، یا جعفَ کہیں گے۔

سوال: کیا عبداللہ اور شاب قرنا ھا میں ترخیم کر سکتے ہیں؟

جواب: نہیں؛ اس لئے کہ یہ دونوں مبنی علی الضم نہیں ہیں۔

سوال: کیا ''انسان'' (اگر اس سے کوئی خاص آدمی مراد ہو) میں ترخیم کر سکتے ہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ یہ علم نہیں ہے۔

سوال: کیا زید اور عمرو میں ترخیم کر سکتے ہیں؟

جواب: نہیں؛ اس لئے کہ یہ تین حرف سے زائد نہیں ہیں۔

سوال: کیا حَکَم اور حَسَن میں ترخیم کر سکتے ہیں؟

جواب: جمہور کے نزدیک تو نہیں کر سکتے؛ لیکن امام فراء نے ان کے متحرک الاوسط ہونے کی وجہ سے اجازت دی ہے۔

سوال: امام فراء نے جو اجازت دی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: امام فراء نے اسے ''سقر'' اور ''جمزی'' پر قیاس کیا ہے، کہ سقر کو متحرک الاوسط ہونے کی وجہ سے سب نے غیر منصرف پڑھنا واجب قرار دیا ہے، اسی طرح ''جمزی'' کے متحرک الاوسط ہونے کی وجہ سے نسبت کے موقع پر اس کے الف کو حذف کرنا واجب قرار دیا ہے، حبلی کی طرح الف حذف کرنے اور واو سے بدلنے دونوں کی اجازت نہیں دی ہے، کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ان دو کلمات کے متحرک الاوسط ہونے کی وجہ سے ان کا حکم ان جیسے دوسرے کلمات سے الگ ہے اسی طرح حکم اور حسن کا ترخیم میں حکم ان جیسے دوسرے کلمات سے الگ ہوگا کیوں کہ یہ بھی متحرک الاوسط ہیں۔

سوال: جس لفظ میں ترخیم کی جائے تو اس کے بچے ہوئے آخری حرف پر کیا اعراب آئے گا؟

جواب: "لغة من لا ینتظر" کے مطابق ترخیم کے بعد جو باقی بچا وہ مستقل اسم ہے لہذا اس پر ضمہ آئے گا جیسا کہ مفرد پر منادی ہونے کی وجہ سے ضمہ آتا ہے، اور لغة من ینتظر کے مطابق آخر سے حذف کے بعد اس کلمہ میں جو آخری حرف بچا اس پر وہی اعراب رہے گا، جو اس حرف پر ترخیم سے پہلے تھا، جیسے یا جعفرُ میں ترخیم سے پہلے 'ف' پر فتحہ تھا تو ترخیم کے بعد یا جعف 'ف' کے فتحہ کے ساتھ ہی پڑھیں گے۔ جبکہ پہلے قول کے مطابق پیش پڑھیں گے؛ کیوں کہ ''جعفُ'' ترخیم کے بعد مستقل اسم ہے۔

سوال: لغة من ینتظر اور لغة من لا ینتظر کا کیا مطلب ہے؟

جواب: لغة من ینتظر کا مطلب ہے کہ ان لوگوں کی لغت جو ترخیم شدہ کلمہ میں حذف کئے ہوئے حرف کا اعتبار کرتے ہیں، اور لغة من لا ینتظر کا مطلب ان لوگوں کی لغت جو اس حرف کا اعتبار نہیں کرتے ہیں۔

سوال: لغة من ینتظر کے مطابق کچھ مثالیں دیجئے؟

جواب: جعفر میں یا جعفَ، مالك میں یا مالِ، منصور میں یا منصُ، ھرقل میں یا ھرقُ۔

سوال: لغة من لا ینتظر کے مطابق کچھ مثالیں دیجئے؟

جواب: جعفر میں یا جعفُ، مالك میں یا مالُ، ھرقل میں یا ھرقُ یا منصور میں یا منصُ (اس صورت میں ’ص‘ پر جو ضمہ ہے وہ اصلی ضمہ نہیں بلکہ ترخیم کے بعد الگ سے لایا گیا ہے۔)

ترخیم کی قسمیں

سوال: ترخیم کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین: (۱) ایک حرف حذف ہو۔ (۲) دو حرف حذف ہوں۔ (۳) تین حرف حذف ہوں۔

سوال: دو حرف کب حذف ہوتے ہیں؟

جواب: اس کے لئے چار شرطیں ہیں۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: آخری حرف سے پہلے والا حرف زائد ہو۔

سوال: دوسری شرط؟

جواب: آخری حرف سے پہلے والا حرف، حرفِ علت ہو۔

سوال: تیسری شرط؟

جواب: وہ حرف ساکن ہو۔

سوال: چوتھی شرط؟

جواب: اس آخری حرف سے پہلے بھی تین یا تین سے زیادہ حروف ہوں۔

سوال: اس کی کچھ مثالیں دیجیے؟

جواب: سلمان میں یا سلمُ، منصور میں یا منصُ، مسکین (جبکہ یہ علم ہو) میں یا یا مسکُ

شعر۔ (۹۱) یا مروُ، إن مطیتی محبوسة ترجو الحباء وربھا لم ییأس

اصل میں یا مروان تھا۔

شعر۔ (۹۲) قفی فانظری یا أسمُ ھل تعرفینه؟

سوال: "مختار" میں ایک حرف حذف ہوگا یا دو؟

جواب: صرف ایک۔

سوال: اس سے دو حرف کیوں نہیں حذف ہوں گے جب کہ ما قبل حرف آخر، حرف علت بھی ہے۔ ساکن بھی ہے اور اس سے پہلے تین حروف بھی ہیں؟

جواب: اس لئے کہ وہ حرف علت زائد نہیں ہے، یعنی پہلی شرط مفقود ہے۔ کیوں کہ مختار کی اصل مختیَر یا مختیِرٌ ہے، تو الف 'ی' سے بدلا ہوا ہے، اور 'ی' اصل ہے، اور اصل سے بدلا ہوا حرف بھی اصل کے ہی حکم میں ہوگا، اخفش نے اس کی اجازت دی ہے کہ اس سے الف کو بھی حذف کیا جا سکتا ہے یعنی دو حرف حذف کیے جا سکتے ہیں، جیسا کہ نحویین نے مرامی کے الف کو جو کہ اصلی ہے نسبت کرتے وقت حباری کے الف سے تشبیہ دے کر اس کو حذف کر دیا ہے۔

سوال: دُلا مص اگر علم ہو تو ترخیم کے موقع پر کتنے حرف حذف کر سکتے ہیں؟

جواب: ایک۔

سوال: دو کیوں نہیں؟

جواب: اس لئے کہ آخری حرف سے پہلے والا اگر چہ زائد ہے (زائد ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اہل عرب درع دلامص بھی کہتے ہیں اور درع دلاص بھی کہتے ہیں اگر میم زائد نہ ہوتی تو دلاص نہ کہتے) لیکن میم صحیح ہے، حرف علت نہیں۔

سوال: سعید، عماد اور ثمود میں کیا دو حرف حذف کر سکتے ہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ حرف علت سے پہلے تین حروف نہیں ہیں۔

سوال: سعید، عماد اور ثمود وغیرہ کے بارے میں ایک حرف حذف کرنے کی رائے کس کی ہے؟

جواب: امام سیبویہ کی۔

سوال: ان کی دلیل کیا ہے؟

جواب: شعر ؎ (۹۳) تنکرت منا بعد معرفة لمی

کہ لمیس سے صرف 'س' یعنی ایک حرف حذف کیا ہے۔

سوال: اس سلسلے میں امام فراء کی کیا رائے ہے؟

جواب: وہ دو حرف بھی حذف کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

سوال: ترخیم کی تیسری قسم یہ تھی کہ پورا کلمہ حذف ہو ایسا کب ہوتا ہے؟

جواب: یہ ترکیب مزجی میں ہوتا ہے، جیسے معدی کرب اور حضرموت میں کہیں گے، یا معدی، یا حضر.

مستغاث کا بیان

سوال: مستغاث بہ کس کی قسم میں سے ہے؟

جواب: منادی کی۔

سوال: مستغاث بہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مستغاث بہ ہر اس اسم کو کہتے ہیں جس کو کسی مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے یا کسی پریشانی کو دور کرنے میں مدد کے لئے پکارا جائے۔

سوال: مستغاث بہ کے لئے حروف نداء میں سے کون سا حرف استعمال ہوتا ہے؟

جواب: اس کے لئے صرف یا استعمال ہوتا ہے۔

سوال: مستغاث بہ کا استعمال کس طرح ہوتا ہے؟

جواب: مستغاث بہ مجرور ہوتا ہے اور اس پر لام مفتوح داخل ہوتا ہے، جیسے حضرت عمر رضی اللہ کا قول ہے یا للہ للمسلمین میں للہ۔

سوال: مستغاث بہ کس سے متعلق ہوتا ہے؟

جواب: ابن جنی کے نزدیک ''یا'' حرف نداء سے متعلق ہوتا ہے کیوں کہ ''یا'' میں فعل کے معنی پائے جاتے ہیں، اور ابن الصائغ اور ابن عصفور (سیبویہ کی طرف بھی اس قول کی نسبت کی جاتی ہے) کے نزدیک یہ ایک فعل محذوف کے متعلق ہوتا ہے۔ اور ابن خروف کہتے ہیں کہ ''ل'' زائدہ ہوتا ہے اس وجہ سے مستغاث بہ کسی سے متعلق نہیں ہوتا۔

سوال: مستغاث لہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس کے لئے مدد چاہی جاتی ہے اسے مستغاث لہ کہتے ہیں؟

سوال: مستغاث لہ کا استعمال کس طرح ہوتا ہے؟

جواب: یہ بھی ہمیشہ مجرور ہوتا ہے اور اس سے پہلے لام مجرور ہوتا ہے، جیسے یا لَلّٰہِ لِلمسلمین میں لِلمسلمین۔

سوال: مستغاث لہ کس سے متعلق ہوتا ہے؟

جواب: ایک فعل محذوف سے، تقدیر یوں ہوگی أدعو اللہ لِلمسلمین۔

سوال: اگر مستغاث بہ پر دوسرے مستغاث بہ کا عطف کر دیا جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: جس مستغاث بہ کا عطف کیا ہے اس کی دو صورتیں ہوں گی، یا تو اس پر بھی حرف نداء داخل ہوگا، یا اس پر حرف نداء داخل نہیں ہوگا۔

سوال: اگر اس پر حرف نداء داخل ہے تو؟

جواب: تو اس پر لام مفتوح آئے گا، جیسے ۔

(۹۴) یا لَقومی ویا لَأمثال قومی لأناس عتوهم فی ازدیاد

سوال: اور اگر حرف نداء نہیں ہے تو؟

جواب: تو اس پر جو لام ہے وہ مکسور ہوگا۔ جیسے ۔

(۹۵) یبکیك ناءٍ بعید الدار مغتربٌ یا لَلکهول ولِلشبان للعجب

سوال: مستغاث بہ کے کل کتنے استعمال ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: کون کون سے؟

جواب: پہلا تو اوپر گذر چکا کہ اس پر لام مفتوح داخل کر کے اسے مجرور استعمال کیا جائے۔

سوال: دوسرا استعمال کیا ہے؟

جواب: مستغاث بہ کا دوسرا استعمال یہ ہے کہ اس کے آخر میں ''الف'' لگا دیا جائے، اس صورت میں شروع میں لام مفتوح نہیں آئے گا۔ جیسے شعر ۔

(۹۶) یا یزیدا لآمل نیل عزّ وغنیً بعد فاقة وهوان

سوال: اور تیسرا استعمال کیا ہے؟

جواب: نہ آخر میں ''الف'' لگایا جائے اور نہ شروع میں لام مفتوح لایا جائے۔

سوال: اس صورت میں اس کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس صورت میں اس کا حکم عام منادی کی طرح ہوگا۔ کہا جائے گا یا زید لعمرو اور یا عبدالله لزید زید کو پیش اور عبداللہ کو نصب دے کر جیسا کہ منادی میں ہوتا ہے۔

۔ (۹۷) ألا یا قومُ للعجب العجیب وللغفلات تعرض للأریب

مندوب کا بیان

سوال: مندوب کس کی قسم ہے؟

جواب: یہ بھی منادی کی قسم ہے۔

سوال: مندوب کسے کہتے ہیں؟

جواب: مندوب اس منادی کو کہتے ہیں جس پر یا جس سے غم کا اظہار کیا جائے، جس پر غم کا اظہار کیا جائے اس کی مثال شعر ؎

(۹۸) حملت أمراً عظيماً فاصطبرت له وقمت فيه بأمر الله يا عمرا

اور جس سے غم کا اظہار کیا جائے اس کی مثال: شعر ؎

(۹۹) واحرّ قلباه ممن قلبه شبم ومن بجسمي وحالي عنده سقم

سوال: جس پر غم کا اظہار کیا جائے اور جس سے غم کا اظہار کیا جائے دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: جس پر غم کا اظہار کیا جائے اس کا تعلق عدم سے ہوتا ہے، یعنی کوئی محبوب چیز تھی اب وہ ضائع ہوگئی، تو اس پر غم کا اظہار کیا جا رہا ہے، جیسے شعر ۹۸، اور جس سے غم کا اظہار کیا جائے اس کا تعلق وجود سے ہوتا ہے یعنی ایک چیز موجود ہے اس پر غم کا اظہار کیا جا رہا ہے، جیسے وا قلباہ۔

سوال: مندوب کے لئے حروف نداء میں سے کون سے حروف استعمال ہوتے ہیں؟

جواب: دو: ''واؤ'' اور زیادہ تر یہی استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال مندوب ہی کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا حرف ''یا'' ہے، اس کا استعمال مندوب کے لئے اس وقت ہوتا ہے جب منادی سے التباس کا خوف نہ ہو۔

سوال: مندوب کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا حکم منادی ہی کی طرح ہوتا ہے۔ آپ کہیں گے، وا زید، وا عبداللہ اس کے آخر میں الف لگانے کی اجازت ہے، جیسے وا زیدا، وا عمرا، اور اسی طرح الف کے آخر میں 'ہ' بھی لگا سکتے ہیں۔ جیسے وا زیداہ، وا عمراہ۔

سوال: وصل کرتے وقت اس ''ھاء'' کا حکم کیا ہے؟

جواب: وصل کرتے وقت اسے حذف کر دیتے ہیں؛ لیکن ضرورت شعری کی وجہ سے باقی بھی رکھ سکتے ہیں، جیسے شعر ۹۹ میں ہے، اور اس ھاء وقف کو ضمیر سے مشابہت کی وجہ سے ضمہ دینا بھی جائز ہے، اور التقاء ساکنین سے کسرہ بھی دیا جا سکتا ہے۔

مفعول مطلق کا بیان

سوال: مفعول مطلق کسے کہتے ہیں۔

جواب: مفعول مطلق ایسے لفظ کو کہتے ہیں جو مصدر ہو، فضلہ ہو، اس سے پہلے اسی کے لفظ یا اس کے معنی کا عامل ہو، لفظ کی مثال وكلم الله موسى تكليماً اور معنی کی مثال قعدت جلوساً، تأليت حلفةً. شعر ؎

(۱۰۰) تألى ابن أوس حلفة ليردنى إلى نسوة كأنهن مفائد

سوال: کیا كلا مك كلام حسن میں دوسرا کلام مفعول مطلق ہے؟

جواب: اگر چہ یہ مصدر ہے اور اس سے پہلے اسی کے لفظ کا عامل بھی ہے، یعنی پہلا "کلام" جو مبتدا ہے اور مبتدا اپنی خبر کا عامل ہوتا ہے؛ لیکن پھر بھی یہ مفعول مطلق نہیں؛ کیوں یہ فضلہ نہیں ہے؛ بلکہ "کلام" کی خبر ہے۔

سوال: کیا جد جده میں 'جده' مفعول مطلق ہے، کہ یہ مصدر بھی ہے اور اسی کے لفظ کا جدّ عامل بھی ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ یہ بھی فضلہ نہیں ہے؛ بلکہ جملہ کا جزء یعنی فاعل ہے۔

سوال: مفعول مطلق اصلاً تو مصدر ہی ہوتا ہے؛ لیکن کچھ چیزیں مصدر کی نائب ہو جاتی ہیں اور ان کو مفعول مطلق بنادیا جاتا ہے وہ کیا ہیں؟

جواب: وہ تین ہیں: (۱) جیسے: كل اور بعض، جب کہ یہ دونوں مصدر کی طرف مضاف ہوں، مثلاً: فلا تميلوا كل الميل. ولو تقوّل علينا بعض الأقاويل. (۲) عدد کو بھی مصدر کا نائب بنادیا جاتا ہے، جیسے فاجلدوهم ثمانين جلدة. تو ثمانينَ مفعول مطلق ہے۔ (۳) اسی طرح اسماء آلات کو بھی مفعول مطلق بنادیا جاتا ہے، جیسے ضربته سوطاً، ضربته عصاً، ضربته مقرعةً.

سوال: کیا مصدر کی صفت مصدر کی نائب ہو سکتی ہے؟

جواب: نہیں، معربین کا اس میں اختلاف ہے۔

سوال: معربین کسے کہتے ہیں؟

جواب: معربین قرآن کی نحوی ترکیب کرنے والوں کو کہتے ہیں۔

سوال: معربین کی کیا دلیل ہے؟

جواب: ان کی دلیل یہ آیت ہے: وكلا منها رغداً، یہ لوگ کہتے ہیں کہ اصل میں أكلاً رغداً تھا اور أكلاً مفعول مطلق تھا؛ لیکن اسے حذف کر کے اس کی صفت رغداً کو اس کے قائم مقام بنا

دیا گیا، چنانچہ جس طرح پہلے موصوف مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب تھا، اب اسی وجہ سے اس کی صفت منصوب ہے۔

سوال: جمہور نے اس کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: جمہور کی طرف سے سیبویہ نے یہ جواب دیا ہے کہ "رغدا" أکلاً کی صفت نہیں؛ بلکہ حال ہے، "کُلا" کے اندر جو أکل کا مفہوم ہے وہ ذوالحال ہے۔ اور تقدیر یہ ہے فکلا حالة کون الأکل رغداً۔

سوال: سیبویہ نے رغداً کے حال ہونے کی کیا دلیل دی ہے؟

جواب: سیبویہ نے دلیل یہ دی ہے کہ اہل عرب ایک جملہ بولتے ہیں "سیر علیه طویلا" تو جار مجرور کو نائب فاعل بناتے ہیں، طویلاً کو نہیں بناتے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ "طویلا" حال ہوتا ہے؛ کیوں کہ اگر یہ مصدر (مفعول مطلق) ہوتا تو جار مجرور کی جگہ اسے نائب فاعل بنایا جاتا، اس لئے کہ بالاتفاق "مصدر" (یعنی مفعول مطلق) نائب فاعل بن سکتا ہے، لہذا جس طرح طویلاً اس مثال میں حال ہے اسی طرح اوپر والی آیت میں "رغدا" حال ہے نہ کہ مصدر کی صفت، جسے مصدر کی جگہ رکھا جا سکے۔

مفعول لہ کا بیان

سوال: مفعول لہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مفعول لہ ہر اس مصدر کو کہتے ہیں جو فعل کے واقع ہونے کا سبب بتائے، اور مصدر و فعل کا زمانہ و فاعل ایک ہو۔ جیسے یجعلون أصابعهم فی آذانهم من الصواعق حذر الموت تو حذر مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

سوال: مذکورہ آیت میں 'حذر' مفعول لہ کیوں ہے؟

جواب: اس لئے کہ اس میں ساری شرائط پائی جا رہی ہیں، وہ جعل الاصابع کی علت بھی ہے، اور دونوں کا زمانہ بھی ایک ہے اور دونوں کا فاعل بھی ایک ہی ہے۔

سوال: مفعول لہ کے اور کیا کیا نام ہیں؟

جواب: مفعول لاجلہ، اور مفعول من اجلہ۔

سوال: هو الذی خلق لکم ما فی الأرض میں کیا "کم" مفعول لہ ہے؛ کیوں کہ خلق کی

علت یہی مخاطبین تو ہیں؟

جواب: خلق کی علت مخاطبین تو ہیں جن کے لئے "کم" لایا گیا ہے؛ لیکن یہ مفعول لہ نہیں، کیوں کہ یہ مصدر نہیں، اسی وجہ سے منصوب نہیں؛ بلکہ "لام" کی وجہ سے مجرور ہے۔

سوال: امرؤالقیس کے شعر:

ولو أن ما أسعى لأدنى معيشة　　كفانى ولم أطلب قليل من المال

میں کیا "أدنى" مفعول لہ ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ یہ بھی مصدر نہیں، اسی لیے لام کی وجہ سے مجرور ہے۔

سوال: کیا (۱۰۱) فجئت وقد نضت لنوم ثيابها　　لدى الستر إلا لبسة المتفضل

میں نوم مفعول لہ ہے؛ کیوں کہ "خلع ثوب" کی علت نوم ہی ہے؟

جواب: نوم کپڑے اتارنے کی علت تو ہے؛ لیکن پھر بھی مفعول لہ نہیں؛ کیوں کہ "نوم" اور خلع ثوب کا زمانہ ایک نہیں ہے، پہلے کپڑے اتارے جاتے ہیں، اس کے بعد سویا جاتا ہے، اسی وجہ سے "نوم" پر لام داخل کیا گیا ہے۔

سوال: کیا شعر

(۱۰۲) وإنى لتعرونى لذكراك هزة　　كما انتفض العصفور بلله القطر

میں "ذکری" مفعول لہ ہے، کیوں کہ اس کا اور کپکپی طاری ہونے کا زمانہ ایک ہی ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ دونوں کا فاعل الگ الگ ہے، "تعرو" کا فاعل "هزة" ہے اور "ذکری" کا فاعل یاءِ متکلم ہے۔ اس لئے کہ معنی ہیں لذكرى إياك۔ اسی وجہ سے اس پر لام داخل کیا گیا ہے۔

سوال: والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة میں تركبوها کو مفعول لہ کیوں نہیں بنایا گیا؟

جواب: اس لئے کہ دونوں کا فاعل الگ الگ ہے، خلق کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ اور تركبوا کا فاعل بنی آدم ہیں۔

سوال: اس آیت میں 'زينة' منصوب کیوں ہے؟

جواب: یہ مفعول لہ ہے: اس لئے کہ اس میں تمام شرائط پائی جا رہی ہیں، یہ خلق کی علت بھی ہے، دونوں کا زمانہ بھی ایک ہے، اور دونوں کا فاعل بھی ایک ہی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ۔

مفعول فیہ کا بیان

سوال: مفعول فیہ کا دوسرا نام کیا ہے؟

جواب: ظرف۔

سوال: مفعول فیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مفعول فیہ ہر وہ اسم زمان یا مکان ہوتا ہے جس سے پہلے ایسا عامل ہو جو فـی کے معنی میں ہو، جیسے صمت یوم الخمیس اور جلست أمامك.

سوال: إنا نخاف من ربنا یوماً عبوساً قمطریراً میں "یوماً" مفعول فیہ ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں اگر چہ یہ زمان تو ہے؛ لیکن "فـی" کے معنی میں نہیں ہے؛ بلکہ یہ مفعول بہ ہے، اس لئے کہ مقصود اس دن سے ڈرنا ہے نہ کہ اس دن میں ڈرنا، یعنی ہم اس دن سے ڈر رہے ہیں کہ وہ آئے، نہ یہ کہ اس دن میں ڈر رہے ہیں۔

سوال: الله أعلم حیث یجعل رسالته میں "حیث" مفعول فیہ ہے؟

جواب: نہیں؛ بلکہ مفعول بہ ہے، اس لئے کہ اگر چہ یہ ظرف تو ہے؛ لیکن فی کے معنی میں نہیں؛ کیوں کہ یہاں بھی مقصود یہ نہیں کہ اس جگہ میں جانتا ہے بلکہ مقصود ہے کہ اس جگہ کو جانتا ہے، جہاں رسالت رکھے۔

سوال: "حیث" کا عامل کیا ہے؟ یعنی یہ کس کا مفعول بہ ہے؟

جواب: یہاں یعلم محذوف ہے۔ اور حذف اس وجہ سے کر دیا گیا کہ 'أعلم' اس پر دلالت کر رہا ہے، تقدیر یہ ہے: الله أعلم، یعلم حیث یجعل رسالته.

سوال: کیا ترغبون أن تنکحوهن میں "أن تنکحوهن" مفعول فیہ ہے؟ کیوں کہ یہ تو فی کے معنی میں بھی ہے؟

جواب: نہیں، یہ فی کے معنی میں تو ہے؛ لیکن یہ ظرف نہیں، یعنی زمان یا مکان میں سے نہیں ہے۔

اسماء زمان ومکان کا حکم

سوال: اسماء زمان کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین: (۱) خاص (۲) معدود (۳) مبہم۔

سوال: خاص سے کیا مراد ہے؟

جواب: خاص سے مراد جو" متی " کا جواب بن سکے جیسے" یوم الخمیس "۔

سوال: معدود کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو"کم " کا جواب بن سکے، جیسے: أسبوع، شهر، حول۔

سوال: مبہم سے کیا مراد ہے؟

جواب: جو نہ متی کا جواب بن سکے اور نہ کم کا جیسے حین، وقت۔

سوال: کیا یہ تینوں طرح کے اسماء زمان مفعول فیہ بن سکتے ہیں؟

جواب: ہاں، تینوں طرح کے اسماء زمان مفعول فیہ بن سکتے ہیں۔

سوال: اسماء مکان کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: محدود اور مبہم۔

سوال: محدود سے کیا مراد ہے؟

جواب: جس کی کوئی حد متعین ہو، جیسے گھر، مسجد، مدرسہ۔

سوال: مبہم سے کیا مراد ہے؟

جواب: جس کی کوئی حد متعین نہ ہو جیسے آگے، پیچھے۔

سوال: اسماء مکان میں سے دونوں طرح کے اسماء مفعول فیہ بن سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اسماء مکان میں سے صرف مبہم اسماء مفعول فیہ بن سکتے ہیں محدود نہیں۔

سوال: اسماء مبہم کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: اسماء جہات ستہ یعنی فوق، تحت، أعلى، أسفل، يمين، شمال، ذات الشمال، وراء، اور أمام۔ قرآن میں ہے: وفوق كل ذي علم عليم، قد جعل ربك تحتك سرياً، والركب أسفل منكم، وترى الشمس إذا طلعت تزاور عن كهفهم ذات اليمين وإذا غربت تقرضهم ذات الشمال، وكان وراء هم ملك.

سوال: اسماء جہات سے کسے ملحق کیا گیا ہے؟

جواب: جو مبہم ہونے میں اسماء جہات کی طرح ہوں جیسے عند، اور لدیٰ۔

سوال: اسماء مبہم کی دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: متعین مقدار و مسافت پر دلالت کرنے والے اسماء، جیسے فرسخ، میل، برید۔

سوال: تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: وہ اسماء مکان جو اپنے عامل کے مصدر سے بنائے گئے ہوں جیسے جلست مجلس زید، کہ مجلس جلوس سے بنایا گیا ہے اور جلوس جلس کا مصدر ہے۔ قرآن میں ہے، وأنا كنا نقعد منها مقاعد للسمع.

سوال: کیا ذهبت مجلس زيد کہنا صحیح ہے اور کیا یہ مفعول فیہ ہے؟

جواب: نہیں؛ اس لئے کہ مجلس؛ 'ذهب' عامل کے مصدر سے نہیں بنایا گیا ہے۔

سوال: کیا جلست مذهب عمرو صحیح ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس میں بھی وہی خرابی ہے جو اوپر والے جملے میں ہے۔

مفعول معہ کا بیان

سوال: مفعول معہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مفعول معہ وہ اسم ہے جو فضلہ ہو، اور ایسے واؤ کے بعد ہو جو صراحۃ ''مع'' کے معنی دے رہا ہو، اس سے پہلے ایک فعل ہو یا ایسا کلمہ ہو جس میں فعل کے معنی اور اس کے حروف ہوں، جیسے سرت والنيل اور أنا سائر والنيل.

سوال: کیا لا تأكل السمك وتشرب اللبن میں ''تشرب'' مفعول معہ ہے؛ کیوں کہ یہ بھی تو واؤ بمعنی مع کے بعد واقع ہے؟

جواب: یہ مفعول معہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ اسم نہیں فعل ہے اور مفعول معہ اسم ہوتا ہے۔

سوال: کیا جاء زيد والشمس طالعة میں شمس مفعول معہ ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اگرچہ اس میں مع کے معنی پائے جا رہے ہیں؛ لیکن یہ اسم نہیں بلکہ الشمس طالعة پورا جملہ ہے۔

سوال: کیا اشترك زيد و عمرو میں عمرو مفعول معہ ہے؛ کیوں کہ یہ بھی تو واؤ بمعنی مع کے بعد ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ یہ فضلہ نہیں؛ بلکہ عمدہ ہے، اس لئے کہ فعل اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، اسی وجہ سے اشترك زيد کہنا صحیح نہیں؛ کیوں کہ شرکت کم از کم ''دو'' کو چاہتی ہے۔

سوال: کیا جاء زيد مع عمرو میں 'عمرو' مفعول معہ ہے؛ کیوں کہ یہاں مع کے معنی پائے

جارہے ہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ مع کے معنی تو پائے جارہے ہیں؛ لیکن 'عمرو' واؤ کے بعد نہیں؛ بلکہ مع کے بعد ہے۔

سوال: کیا بعتك الدار بأثاثها میں ''أثاث'' مفعول معہ ہے، کہ یہاں ''ب'' مع کے معنی میں ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ ''أثاث'' سے پہلے ''ب'' ہے، واؤ نہیں۔

سوال: کیا جاء زید و عمرو میں عمرو مفعول معہ ہے؛ کیوں کہ یہ تو عمدہ بھی نہیں اس لئے کہ اس کے بغیر بھی صرف جاء زید کہنا صحیح ہوسکتا ہے؟

جواب: یہ بھی مفعول معہ نہیں؛ کیوں کہ ''واؤ'' یہاں صراحۃ ''مع'' کے معنی پر دلالت نہیں کررہا ہے؛ بلکہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ محض عطف مقصود ہو، معیت مقصود نہ ہو، اور مفعول معہ ہونے کے لئے شرط ہے کہ واؤ صراحۃً مع کے معنی پر دلالت کررہا ہو، دوسرے معنی کا اس میں احتمال نہ ہو۔

سوال: مفعول معہ کی شرط کیا ہے؟

جواب: یہ کہ اس سے پہلے فعل ہو، جیسے سرت والنیل۔ اور فأجمعوا أمرکم و شرکائکم، یا ایسا کلمہ ہو جس میں فعل کے معنی اور اس کے حروف ہوں جیسے أنا سائر والنیل۔

سوال: کیا کل رجل وضیعته میں ضیعة پر نصب پڑھنا جائز ہے؟ اور کیا یہ مفعول معہ ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس سے پہلے نہ فعل ہے اور نہ فعل جیسا کوئی کلمہ ہے، اسی وجہ سے یہ مفعول معہ نہیں ہے اور اس پر نصب پڑھنا غلط ہے۔

سوال: کیا اس طرح کے جملوں میں کسی نے بھی نصب پڑھنے کی اجازت نہیں دی؟

جواب: صرف صمیری نے اجازت دی ہے، باقی تمام نے منع کیا ہے۔

سوال: کیا هذا لك و أباك یعنی ''أبا'' کے نصب کے ساتھ کہنا صحیح ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس میں فعل یعنی 'أشیر' کے معنی تو ہیں کہ اسم اشارہ میں أشیر کے معنی ہوتے ہیں؛ لیکن فعل کے حروف نہیں، اس لئے یہ مفعول معہ نہیں ہے۔

سوال: کل ملا کر اس اسم کی کتنی حالتیں ہیں جو ایسے واؤ کے بعد آئے جس سے پہلے فعل یا فعل جیسا کلمہ ہو؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی حالت کیا ہے؟

جواب: پہلی حالت یہ ہے کہ ''واؤ'' کے بعد والے اسم کو مفعول معہ بنا کر نصب دینا واجب ہو۔

سوال: ایسا کب ہوگا؟

جواب: جب کسی معنوی یا فنی (ترکیبی) رکاوٹ کی وجہ سے عطف کرنا ممتنع ہو۔

سوال: معنوی رکاوٹ کی وجہ سے عطف کرنا کس طرح ممنوع ہوگا؟

جواب: جیسے لا تنه عن القبيح وإتيانه کہ یہاں اتیان کو مفعول معہ کی وجہ سے نصب دینا ہی واجب ہے، اس کا قبیح پر عطف نہیں کر سکتے؛ اس لئے کہ عطف کرنے کی صورت میں معنی بدل جائیں گے، فی الحال معنی یہ ہیں کہ برائی کرنے کے ساتھ برائی سے نہ روکو۔ اور عطف کرنے کی صورت میں معنی ہو جائیں گے کہ نہ برائی سے روکو اور نہ برائی کرنے سے روکو۔ اس طرح اس میں تناقض پیدا ہو جائے گا۔

سوال: فنی (ترکیبی) رکاوٹ کی وجہ سے عطف کرنا کس طرح ممنوع ہوگا؟

جواب: جیسے قمت و زیداً، یہاں "زیداً" کا قمت کی "ت" پر عطف کرنا فنی اعتبار سے منع ہے؛ کیوں کہ ضمیر متصل پر عطف کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کی تاکید کے لئے ضمیر منفصل لائی جائے، جیسے لقد کنتم أنتم و آباؤکم فی ضلال مبین میں کنتم پر عطف کرنے لیے أنتم ضمیر منفصل لے کر آئے۔ اور زیر بحث جملہ میں ضمیر منفصل موجود نہیں، اس لیے عطف کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: کیا قرأت بك وزيداً میں زیداً کا بك کی "ک" پر عطف کرنا صحیح ہو سکتا ہے؟

جواب: نہیں؛ اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ مجرور ضمیر پر عطف کرنے کے لئے حرف جار کا اعادہ ضروری ہے جیسے وعليها وعلى الفلك تحملون میں ہے کہ "ھا" پر عطف کرنے کے لئے "الفلك" پر حرف جار دوبارہ لائے۔ اور چونکہ مذکورہ مثال میں حرف جار کا اعادہ ہے نہیں، اس لئے عطف کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

سوال: کیا کچھ نحوی ایسے بھی ہیں جو ضمیر متصل پر عطف کرنے کے لئے ضمیر منفصل لانے کی شرط نہیں لگاتے ہیں؟

جواب: ہاں، کچھ نحوی شرط نہیں لگاتے ہیں۔

سوال: کیا کچھ نحوی ایسے بھی ہیں جو ضمیر مجرور پر عطف کرنے کے لئے حرف جار دوبارہ لانے کی شرط نہیں لگاتے ہیں؟

جواب: ہاں۔

سوال: جونحوی یہ دونوں شرطیں نہیں لگاتے ہیں، ان کے نزدیک قمت و زیداً اور مررت بك وزیداً میں عطف کرنا بھی صحیح ہوگا؟

جواب: ہاں، ان حضرات کے نزدیک اس طرح کی مثالوں میں عطف کرنا صحیح ہوگا۔

سوال: واؤ کے بعد آنے والے اسم کی دوسری حالت کیا ہے؟

جواب: عطف کرنا بھی صحیح ہو اور مفعول معہ بنانا بھی صحیح ہو؛ لیکن مفعول معہ بنانا راجح ہو، جیسے کن أنت وزیداً کا لأخ۔

سوال: کن أنت و زیداً کالأخ میں مفعول معہ بنانا کیوں راجح ہے؟

جواب: اس مثال میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں: عطف کرنا اور مفعول معہ بنانا۔ مفعول معہ بنانا اس وجہ سے راجح ہے کہ عطف کرنے کی صورت میں معمولی سی خرابی پیدا ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ اگر عطف کیا جائے گا تو لازمی طور پر یہ مطلب نکلے گا کہ آپ جس طرح اپنے مخاطب کو حکم دے رہے ہیں اسی طرح زید کو بھی حکم دے رہے ہیں، حالانکہ ہو سکتا ہے کہ اس جملے کے ذریعہ آپ صرف اپنے مخاطب کو حکم دینا چاہ رہے ہوں، زید کو نہیں۔

سوال: (۱۰۳) فکونوا أنتم وبنی أبیکم مکان الکلیتین من الطحال میں عطف کرنا بہتر ہے یا مفعول معہ بنانا؟

جواب: مفعول معہ بنانا۔ وجہ وہی ہے جو مذکورہ بالا مثال میں گذری۔

سوال: کن أنت وزیداً کالأخ جیسی مثالوں میں مفعول معہ کے بعد واقع ہونے والے اسم کو صرف اپنے ماقبل کے اعتبار سے لایا جائے گا یا "واؤ" سے پہلے اور "واؤ" کے بعد والے دونوں کے اعتبار سے، یعنی کن أنت وزیداً کا لأخ 'میں' أخ 'صرف' زید 'کے اعتبار سے واحد لایا جائے گا یا زید اور أنت دونوں کے اعتبار سے تثنیہ کالأخوین کہا جائے گا؟

جواب: اس سلسلے میں اخفش اور جمہور نحویین کا اختلاف ہے۔

سوال: اخفش کیا کہتے ہیں؟

جواب: اخفش کہتے ہیں دونوں کے اعتبار سے تثنیہ لایا جائے گا جیسا کہ عطف کے موقع پر ہوتا ہے۔ جب کہ جمہور نحویین کہتے ہیں کہ صرف ماقبل کے اعتبار سے واحد لایا جائے گا، اسی وجہ سے کن أنت وزیداً کالأخ کہا جاتا ہے کالأخوین نہیں کہا جاتا۔ جمہور میں ابن کیسان نے اس کی صراحت کی ہے، اور ان کی بات ہی زیادہ بہتر ہے، نیز سماع اور قیاس سے بھی ان

کی تائید ہوتی ہے۔

سوال: واو کے بعد آنے والے اسم کی تیسری حالت کیا ہے؟

جواب: تیسری حالت یہ ہے کہ عطف کرنا راجح ہو اور مفعول معہ بنانا ضعیف ہو۔

سوال: عطف کرنا کب راجح ہوگا؟

جواب: جب لفظی یا معنوی کسی خرابی کے بغیر عطف کرنا ممکن ہو سکے جیسے: قام زيد و عمرو۔

سوال: اس طرح کی مثالوں میں عطف کرنا کیوں راجح ہوتا ہے؟

جواب: اس وجہ سے کہ عطف کرنا ہی اصل ہوتا ہے۔ عطف اس وقت ترک کیا جاتا ہے جب دوسری بات کے لئے کوئی وجہِ ترجیح ہو، اور یہاں ایسا ہے نہیں۔

حال کا بیان

سوال: حال کسے کہتے ہیں؟

جواب: حال ایسے معنی دار کلمہ کو کہتے ہیں جس کے اندر تین شرطیں پائی جائیں: (۱) ایک یہ کہ وہ صفتی صیغہ یعنی مشتق ہو۔ (۲) دوسرے یہ کہ فضلہ ہو (۳) تیسرے یہ کہ کیف کے جواب میں آسکتا ہو۔ جیسے ضربت اللص مكتوفاً۔

سوال: فانفروا ثبات میں ثبات حال ہے باجود یہ کہ یہ صفتی صیغہ نہیں ہے، ایسا کیوں؟

جواب: "ثبات" اگرچہ صفتی صیغہ نہیں ہے؛ لیکن چونکہ یہ "متفرقين" کے معنی میں ہے، اس اعتبار سے تقدیراً صفتی صیغہ ہوا، اسی وجہ سے اسے حال بنایا گیا۔

سوال: ولا تمش فى الأرض مرحا میں "مرحاً" اور شعر

(۱۰۴) ليس من مات فاستراح بميت إنما الميت ميت الأحياء

إنما الميت من يعيش كئيباً كاسفاً باله قليل الرجاء

میں کئیباً دونوں فضلہ نہیں ہیں؛ کیوں کہ اگر ان دونوں کو ہٹا دیا جائے تو معنی بگڑ جائیں گے؛ لیکن اس کے باوجود یہ حال بن گئے ہیں، ایسا کیوں؟

جواب: فضلہ کی تعریف یہ نہیں کہ اس سے استغناء صحیح نہ ہو اور اسے حذف کر کے معنی بگڑ جاتے ہوں؛ بلکہ فضلہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلمہ جو جملہ مکمل ہونے کے بعد آئے، لہذا اس اعتبار سے مرحاً اور کئیباً دونوں فضلہ ہی ہیں؛ کیوں کہ ان سے پہلے ہی جملہ مکمل ہو چکا ہے۔

سوال: ولا تعثوا فی الأرض مفسدین میں مفسدین کیف کے جواب میں واقع نہیں ہوسکتا۔اس کے باوجود بھی یہ حال ہے،ایسا کیوں؟

جواب: حال دوطرح کا ہوتا ہے: حال مؤکدہ اور حال مبینہ۔کیف کے جواب میں واقع ہونے کی شرط حال مبینہ کی ہے نہ کہ حال مؤکدہ کی۔اورآیت میں مفسدین حال مؤکدہ ہے۔

سوال: حال مبینہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: حال مبینہ اس حال کو کہتے ہیں جس کے بغیر جملہ کے معنی پورے نہ ہوں،جیسے جاء خالد راکباً میں راکباً۔

سوال: حال مؤکدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: حال مؤکدہ اس حال کو کہتے ہیں جس کے بغیر بھی جملے کے معنی پورے ہوجائیں اوروہ صرف تاکید کے لئے آیا ہوجیسے ولا تعثوا فی الأرض مفسدین،کہ مفسدین کے بغیر بھی جملے کا مفہوم واضح ہے۔

سوال: حال کی کیا شرط ہے؟

جواب: حال کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔

سوال: اگر کہیں معرفہ بھی حال بنا ہوتو کیا کہا جائے گا؟

جواب: اس کی تاویل کرنا ضروری ہوگا۔

سوال: ادخلوا الاول فالاول، أرسلها العراك اورليخرجن الأعز منها الأذل میں تینوں حال معرفہ ہیں،جب کہ حال تو نکرہ ہوتا ہے؟

جواب: جیسا کہ گذرا کہ حال نکرہ ہی ہوتا ہے،اگر کہیں معرفہ نظر آئے تو نکرہ سے اس کی تاویل کی جائے گی،چنانچہ یہاں تینوں جگہ الف لام کوزائدہ مانا جائے گا۔

سوال: اجتهد وحدك میں الف لام بھی نہیں؛ بلکہ یہ اضافت کی وجہ سے معرفہ ہےاورحال ہےتو اس کی کیا تاویل کی جائے گی؟

جواب: 'وحدك' کی تاویل کسی ایسے لفظ سے کی جائے گی جس میں اضافت نہ ہو،چنانچہ 'وحدك' کی تاویل 'منفرداً' سے کی جائے گی۔اورتقدیرہوگی اجتهد منفرداً۔

سوال: ذوالحال کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: ذوالحال میں چار چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا پایا جانا ضروری ہے۔

سوال: پہلی چیز کیا ہے؟

جواب: ذوالحال یا تو معرفہ ہوگا جیسے خشعاً أبصارهم يخرجون میں يخرجون میں جو ضمیر ہے، وہ ذوالحال ہے اور ضمیر سب سے زیادہ معرفہ ہوتی ہے، اور خشعاً حال ہے۔

سوال: دوسری چیز کیا ہے؟

جواب: (اگر ذوالحال معرفہ نہ ہوتو) ایسا نکرہ ہوگا جس کی تخصیص ہوگئی ہو۔ جیسے في أربعة أيام سواء للسائلين میں سواء حال ہے اور أربعة ذوالحال ہے۔ اگر چہ یہ نکرہ ہے؛ لیکن اضافت کی وجہ سے اس کی تخصیص ہوگئی ہے۔

سوال: تیسری چیز کیا ہے؟

جواب: (ذوالحال معرفہ بھی نہ ہو، نکرہ بھی نہ ہوتو) عام ہوگا۔ جیسے وما أهلكنا من قرية إلا لها منذرون میں "لها منذرون" پورا جملہ حال ہے اور قرية ذوالحال ہے، اگر چہ یہ نکرہ عام ہے؛ لیکن چونکہ نفی کے سیاق میں واقع ہونے کی وجہ یہ عام ہوگیا ہے، اس لیے ذوالحال بن گیا ہے۔

سوال: چوتھی چیز کیا ہے؟

جواب: (اگر اوپر کی تینوں چیزوں میں سے کوئی نہ ہو اور ذوالحال نکرہ ہوتو) وہ حال سے مؤخر ہوگا جیسے

شعر ؎ (۱۰۵) لمية موحش طلل يلوح كأنه خلل

میں موحشاً حال ہے اور طلل ذوالحال، طلل اگر چہ نکرہ ہے؛ لیکن حال سے مؤخر ہونے کی وجہ سے ذوالحال بن گیا ہے۔

تمیز کا بیان

سوال: تمیز کسے کہتے ہیں؟

جواب: تمیز وہ ہے جس میں پانچ چیزیں جمع ہوں: ایک یہ کہ وہ اسم ہو، دوسرے یہ کہ فضلہ ہو، تیسرے یہ کہ نکرہ ہو، چوتھے یہ کہ جامد ہو، پانچویں یہ کہ ذوات میں جو ابہام ہے اس کی تفسیر کر رہی ہو۔

سوال: حال اور تمیز کتنی اور کون سی چیزوں میں مشترک ہوتے ہیں؟

جواب: تین میں: (۱) حال بھی اسم ہوتا ہے اور تمیز بھی۔ (۲) حال بھی فضلہ ہوتا ہے تمیز بھی۔ (۳) حال بھی نکرہ ہوتا ہے تمیز بھی۔

سوال: حال اور تمیز کتنی باتوں میں مختلف ہوتے ہیں؟

جواب: دو ہیں: (۱) حال مثبت کی وضاحت کرتا ہے اور تمیز ذوات کے ابہام کو دور کرتی ہے (۲) حال مشتق ہوتا ہے اور تمیز جامد ہوتی ہے۔

سوال: تمیز کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: تمیز مفرد اور تمیز نسبتی۔ (تمیز نسبتی کو تمیز جملہ بھی کہا جاتا ہے)۔

سوال: تمیز مفرد کتنی جگہوں کے بعد آتی ہے؟

جواب: تمیز مفرد چار جگہوں کے بعد آتی ہے۔

سوال: پہلی جگہ کیا ہے جس کے بعد تمیز مفرد آتی ہے؟

جواب: مقادیر کے بعد۔

سوال: مقادیر کا اطلاق کن چیزوں پر ہوتا ہے؟

جواب: تین چیزوں پر: (۱) مساحات یعنی پیمائش کے آلات جیسے جریب نخلا (۲) کیل یعنی ناپنے کی چیزیں، جیسے صاع تمراً، اور (۳) وزن کرنے کی چیزیں، جیسے: منوان عسلاً۔

سوال: دوسری جگہ کیا ہے جس کے بعد تمیز مفرد آتی ہے۔

جواب: عدد کے بعد جیسے أحد عشر درهماً۔ قرآن میں ہے إني رأيت أحد عشركوكباً، إن هذا أخي له تسع وتسعون نعجة۔ حدیث میں ہے، إن لله تسعة وتسعين اسماً۔

سوال: کیا عدد بھی مقادیر میں سے ہے؟

جواب: نہیں۔ اکثر محققین کا یہی قول ہے۔

سوال: اس کی کیا دلیل ہے کہ عدد مقادیر میں سے نہیں ہے؟

جواب: اس کی دلیل یہ ہے کہ مقادیر سے اس کی حقیقت مراد نہیں ہوتی؛ بلکہ اس کی تعداد بتانا مقصود ہوتا ہے، یعنی وہ پیمانہ خود مراد نہیں ہوتا؛ بلکہ پیمانہ کے اندر جو چیز ہوتی ہے اس کی تعداد و مقدار مراد ہوتی ہے۔ اس لئے تعداد کی اضافت مقادیر کی طرف صحیح ہوتی ہے جیسے عندی مقدار رطل زیتاً؛ لیکن عدد سے اس کی حقیقت مراد ہوتی ہے اس وجہ سے اس کی طرف تعداد کی اضافت نہیں کی جاتی چنانچہ عندی تعداد عشرين رجلاً نہیں کہہ سکتے، مگر یہ کہ جب اس سے دوسرا مطلب مراد لیں۔

سوال: عندی مقدار عشرين رجلاً سے دوسرا مطلب کیا مراد لیا جاسکتا ہے؟

جواب: یعنی مجازاً کسی آدمی کا موازنہ بیس آدمی سے کریں، جیسے: خالد بیس آدمیوں کے

برابر ہے، تواس وقت آپ یہ جملہ کہہ سکتے ہیں: عندی مقدار عشرین رجلاً گویا خالد بیس آدمیوں کی مقدار کے برابر ہے۔

سوال: عدد کی ہی تمیز میں سے "کم" بھی ہے۔ یہ بتائیے کہ کم تمیز یہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: کم تمیز یہ کی دو قسمیں ہیں: کم استفہامیہ اور کم خبریہ۔

سوال: کم استفہامیہ کب استعمال ہوتی ہے؟

جواب: جب کسی چیز کی کمیت اور تعداد پوچھنا مقصود ہو، جیسے کم داراً بنیت؟

سوال: کم خبریہ کب استعمال ہوتی ہے؟

جواب: جب فخر اور زیادتی کا اظہار مقصود ہو جیسے: کم عبید ملکتُ۔

سوال: کم استفہامیہ کی تمیز کیسے آتی ہے؟

جواب: کم استفہامیہ کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب ہوتی ہے، جیسے کم عبداً ملکت؟ البتہ اگر اس پر حرف جار داخل ہو جائے تو مجرور ہو جاتی ہے جیسے بکم درهم اشتریت؟

سوال: کم خبریہ کی تمیز کا کیا حکم ہے؟

جواب: کم خبریہ کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے، پھر جمع بھی ہو سکتی ہے جیسا کی تین سے دس تک کی تمیز جمع آتی ہے، جیسے: کم عبیدٍ ملکت، جیسے کہتے ہیں: عشرة أعبد ملکت، ثلاثة أعبد ملکت۔ اور واحد بھی آسکتی ہے جیسا کہ سو اور اس سے اوپر کی تمیز آتی ہے، کہا جائے گا: کم عبد ملکت، جیسے کہا جاتا ہے: مائة عبد ملکت، ألف عبد ملکت۔

سوال: تیسری جگہ کیا ہے جس کے بعد تمیز مفرد آتی ہے؟

جواب: تمیز کے مفرد آنے کی تیسری جگہ وہ ہے جو مماثلت پر دلالت کرے، یعنی مماثلت پر دلالت کرنے والے الفاظ کے بعد آتی ہے جیسے ولو جئنا بمثله مدداً، اور اہل عرب کا قول ہے إن لنا أمثالها إبلا۔

سوال: چوتھی جگہ کیا ہے جس کے بعد تمیز مفرد آتی ہے؟

جواب: اس کلمے کے بعد جو مغایرت پر دلالت کرے، جیسے إن لنا غیرها إبلاً۔

سوال: تمیز نسبتی کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تمیز نسبتی کی دو قسمیں ہیں: محول اور غیر محول۔

سوال: محول کا کیا مطلب ہے؟

جواب: محول کا مطلب یہ ہے کہ اصلاً تو وہ فاعل یا مفعول یا مبتدا ہو؛ لیکن ترکیب بدل کر اسے تمیز کے طور پر لایا گیا ہو۔

سوال: محول کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: محول کی پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: پہلی قسم یہ ہے کہ فاعل سے محول ہو۔ جیسے اشتعل الرأس شیباً۔ اصل میں اشتعل شیب الرأس تھا، شیب فاعل تھا، مگر اسے تمیز بنا دیا گیا اور شیب کے مضاف الیہ رأس کو فاعل بنا دیا گیا۔

سوال: محول کی دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: دوسری قسم یہ ہے کہ مفعول سے محول ہو جیسے: وفجرنا الأرض عیوناً کہ اصل میں عیون الأرض تھا، مضاف الیہ "الأرض" کو مفعول بنا دیا گیا اور مضاف "عیون" کو تمیز بنا دیا گیا۔

سوال: محول کی تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: یہ کہ مضاف سے محول ہو؛ لیکن یہ مضاف فاعل اور مفعول نہ ہو جیسا کہ اوپر کی دونوں قسموں میں تھا، اور ایسا اسم تفضیل کے بعد ہوتا ہے جس سے اس اسم کی خبر دی جا رہی ہو جو تمیز سے الگ کوئی اور کلمہ ہو (یعنی اسم تفضیل ایسے کلمہ کی خبر بن رہا ہو جو کلمہ تمیز نہ ہو) جیسے زید أکثر منك علماً۔ اس کی اصل علم زید أکثر منك تھی، تو "زید أکثر منك علما" میں "أکثر" زید کی خبر بن رہا ہے اور أکثر کا جو مبتدا ہے جس کی یہ خبر بن رہا ہے، وہ تمیز کے کلمہ یعنی (علماً) کے علاوہ دوسرا کلمہ ہے۔ اسی طرح أنا اکثر منك مالا وأعز نفراً۔

سوال: اگر اسم تفضیل کے بعد آنے والا کلمہ بالکل وہی کلمہ ہو جو مبتدا ہو تو کیا ہوگا؟

جواب: اس صورت میں اضافت کی وجہ سے اسے جر دینا ضروری ہوگا، جیسے مال زید أکثر مال، کہ أکثر کے بعد آنے والا کلمہ (مالٍ) وہی ہے جو مبتدا یعنی مال ہے۔

سوال: اگر اسم تفضیل کی اضافت ایسے لفظ کی طرف ہو جو کہ مبتدا کے کلمے کے علاوہ ہو تو کیا ہوگا؟

جواب: اس صورت میں تمیز بن کر منصوب ہوگا، جیسے زید أکثر الناس مالاً۔

سوال: تمیز کتنی طرح کی ہوتی ہے؟

جواب: جس طرح حال کی دوقسمیں ہیں: حال مؤکدہ اور حال مبینہ، اسی طرح تمیز کی بھی دوقسمیں ہیں: مؤکدہ اور مبینہ۔ تمیز مبینہ ابہام کو دور آتی ہے، اور مؤکدہ ابہام کو دور نہیں کرتی۔ محض تاکید کے لئے آتی ہے۔

سوال: حال مؤکدہ کی مثالیں پیش کیجئے؟

جواب: ولا تعثوا فی الارض مفسدین۔ ثم ولیتم مدبرین - ویوم أبعث حیاً۔ تبسم ضاحکاً۔ شعر ؎

(۱۰۶) وتضیء فی وجه الظلام منیرة ‏ ‏ ‏ كجمانة البحری سل نظامها

سوال: تمیز مؤکدہ کی مثالیں پیش کیجئے؟

جواب: إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهراً - ووعدنا موسى ثلثين ليلة وأتممنها بعشر، فتم ميقات ربه أربعين ليلة، پہلی آیت میں ''شهراً'' اور دوسری میں ''ليلة'' کسی ابہام کو دور کرنے کے لئے نہیں آئے؛ کیوں کہ جملے میں ابہام ہے ہی نہیں، یہ محض تاکید کے لئے آئے ہیں۔ اسی طرح شعر ؎

(۱۰۷) ولقد علمت بأن دين محمد ‏ ‏ ‏ من خير أديان البرية ديناً

میں "ديناً" اور ؎

(۱۰۸) والتغلبيون بئس الفحل فحلهم ‏ ‏ ‏ فحلاً وأمهم زلاء منطيق

میں "فحلاً" بھی محض تاکید کے لیے ہیں۔

سوال: کیا تمیز مؤکدہ کے بارے میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: ہاں، امام سیبویہ کا اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ نعم الرجل رجلا زید کہنا یعنی نعم اور بئس کے باب میں تمیز مؤکدہ لانا صحیح نہیں۔

سوال: شعر ۱۰۸ میں جو فحلاً ہے امام سیبویہ اس کی کیا توجیہ کرتے ہیں؟

جواب: کہتے ہیں کہ وہ حال مؤکدہ ہے نہ کہ تمیز مؤکدہ۔

سوال: صحیح بات کیا ہے؟

جواب: صحیح بات یہ ہے کہ تمیز مؤکدہ استعمال کرنا صحیح ہے، اس کے بہت سے دلائل ہیں۔

سوال: صاحب کتاب نے اس شعر کا کیا جواب دیا ہے جس سے سیبویہ نے استدلال ہے۔

جواب: صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ نعم اور بئس کے باب میں حال کے مقابلہ میں تمیز زیادہ

استعمال ہوتی ہے، لہذا مذکورہ شعر میں بھی یہی مانا جائے گا کہ یہ تمیز ہے نہ کہ حال۔

مستثنی کا بیان

سوال: مستثنی کب منصوب ہوتا ہے؟

جواب: جب اس میں تین شرطیں پائی جائیں: (۱) استثناء إلا کے ذریعے ہو، (۲) اس سے پہلے کلام تام ہو، (۳) وہ کلام موجب ہو۔

سوال: اگر مذکورہ تینوں شرطیں پائی جائیں تو کیا یہ بھی شرط ہے کہ استثناء متصل ہو؟

جواب: نہیں، جب یہ تینوں شرطیں پائی جائیں تو چاہے استثناء متصل ہو، جیسے قام القوم إلا زيدا اورفشربوا منه إلا قليلًا، یا چاہے منقطع ہو جیسے قام القوم إلا حماراً، اور ایک قول کے مطابق یہ آیت فسجد الملائكة كلهم أجمعون إلا إبليس۔

سوال: "فسجد الملائكة كلهم أجمعون إلا إبليس" میں مستثنی منقطع ہے یا متصل؟

جواب: جو لوگ ابلیس کو فرشتوں میں سے نہیں مانتے ان کے نزدیک منقطع ہے، اور بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ ابلیس فرشتوں کی جنس سے ہے ان کے نزدیک متصل ہے۔

سوال: استثناء إلا کے ذریعہ ہو اور اس سے پہلے کلام تام بھی ہو؛ لیکن کلام موجب نہ ہو؛ بلکہ غیر موجب یعنی نفی، نہی یا استفہام ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں مستثنی یا تو متصل ہوگا یا منقطع، اسی اعتبار سے حکم ہوگا۔

سوال: مذکورہ صورت میں اگر مستثنی متصل ہو تو کیا حکم ہے یعنی استثناء إلا کے ذریعہ ہے، اس سے پہلے کلام تام ہے، اور غیر موجب بھی ہے اور متصل بھی ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں مستثنی میں دو صورتیں جائز ہوں گی: (۱) مستثنی کو مستثنی منہ کا بدل بنانا۔ (۲) مستثنی کو اس کا اصل اعراب یعنی نصب دینا۔

سوال: اگر مستثنی کو مستثنی منہ کا تابع بنایا جائے تو اس کی کیا حیثیت ہوگی؟

جواب: بصریین کے نزدیک وہ بدل بعض ہوگا اور کوفیین کے نزدیک عطف نسق ہوگا۔

سوال: دونوں صورتوں میں سے کونسی بہتر ہے؟

جواب: نصب پڑھنا بھی بہتر ہے؛ لیکن تابع بنانا زیادہ بہتر ہے۔

سوال: مستثنی منہ غیر موجب ہو اور مستثنی متصل ہو تو دو صورتیں جائز ہوتی ہیں، اس کی کچھ مثالیں دیجیے؟

جواب: نفی کی مثال: قرآن میں ہے ما فعلوه إلا قليل منهم. ابن عامر نے مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے قليل کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے، بقیہ قراء سبعہ نے ' فعلوه ' میں جو فاعل کی ضمیر ہے اس سے بدل مان کر مرفوع پڑھا ہے۔ نہی کی مثال: ولا يلتفت منكم أحد إلا امرأتك، ابوعمرو اور ابن کثیر نے ''أحد'' سے بدل مان کر رفع کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی قراء نے استثناء کی وجہ سے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔

سوال: اگر لا يلتفت منكم أحد إلا امرأتك میں "امرأتك" کو بدل نہ مانا جائے؛ بلکہ مستثنیٰ مانا جائے تو مستثنیٰ منہ کیا ہوگا؟

جواب: اس صورت میں مستثنیٰ منہ ''أحد'' اور '' بأهلك '' میں سے کوئی بھی ہوسکتا ہے، اور ہر ایک کے اعتبار سے حکم الگ ہوگا۔

سوال: اگر مستثنیٰ منہ "أحد" کو مانیں تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس صورت میں بدل بنانا راجح ہوگا؛ لیکن مستثنیٰ کی بنیاد پر نصب دینا بھی جائز ہوگا۔

سوال: اگر بدل بنانا راجح ہوگا تو اکثر قراء نے جو استثناء کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے اس کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: یہ کہا جائے گا کہ ان کی قراءت مرجوح طریقے پر ہے؛ کیوں کہ اس موقع پر بدل بنانا راجح تھا۔

سوال: قراء نے مرجوح طریقے پر کیوں پڑھا؟

جواب: قراءت کا دارومدار روایت پر ہوتا ہے نہ کہ قاعدے پر۔

سوال: اگر مستثنیٰ منہ ''بأهلك'' کو مانا جائے تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس صورت میں استثناء کی وجہ سے نصب پڑھنا ہی واجب ہوگا؛ اس لئے کہ اس صورت میں کلام تام موجب ہوگا، اور جب کلام تام موجب ہوتا ہے تو نصب واجب ہوتا ہے۔

سوال: کلام تام غیر موجب کی نفی اور نہی کی مثال تو گذر چکی، استفہام کی مثال دیجیے؟

جواب: ومن يقنط من رحمة ربه إلا الضالون.

سوال: ''الضالون'' کو کس طرح پڑھا گیا ہے؟

جواب: پڑھا تو تمام قراء نے رفع کے ساتھ ہے؛ کیوں کہ يقنط کی ضمیر جو مرفوع ہے اس سے بدل ہے؛ لیکن قاعدہ کی رو سے اگر نصب کے ساتھ پڑھا جائے، تب بھی گنجائش ہوتی۔ البتہ مسئلہ چونکہ قراءت کا ہے، اس لئے جیسے سنا گیا ہے ویسے ہی پڑھا جائے گا۔

سوال: یہ تو اس کا حکم ہوا جب کلام تام غیر موجب ہو اور مستثنیٰ متصل ہو؛ لیکن اگر مستثنیٰ منقطع ہو تو کیا

حکم ہوگا؟

جواب: اس میں اہل حجاز اور بنو تمیم کا اختلاف ہے۔

سوال: اہل حجاز کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل حجاز کے نزدیک اس صورت میں نصب پڑھنا واجب ہوگا، کہا جائے گا: ما فیها أحد إلا حماراً قرآن میں بھی اس کے مطابق ہے۔ ما لهم به من علم إلا اتباع الظن۔

سوال: بنو تمیم کیا کہتے ہیں؟

جواب: بنو تمیم کے نزدیک استثناء کی وجہ سے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور مستثنیٰ منہ سے بدل بنانا بھی جائز ہے۔ چنانچہ وہ مذکورہ آیت میں إلا اتباع الظن رفع کے ساتھ پڑھتے ہیں، علم کا بدل مان کر۔

سوال: علم کا بدل مان کر تو مجرور پڑھنا چاہیے تھا کیوں کہ علم مجرور ہے؟

جواب: علم لفظاً مجرور ہے؛ لیکن محلاً مرفوع ہے، لہذا اس کے محل پر عطف کر کے مرفوع پڑھا گیا ہے۔

سوال: اگر لفظ کے اعتبار سے علم کا بدل مان کر اتباع کو مجرور پڑھا جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: مجرور پڑھنے کی اجازت نہیں؛ اس لئے کہ من علم میں من زائدہ ہے، اور من زائدہ ایسے موقع پر عمل نہیں کرتا ہے۔

سوال: من زائدہ کب عمل کرتا ہے؟

جواب: من زائدہ یا تو نکرہ منفی میں عمل کرتا ہے جیسے ما ترى في خلق الرحمان من تفاوت، یا نکرہ استفہام میں عمل کرتا ہے جیسے هل ترى من فطور۔

سوال: اور آیت میں اتباع الظن کیا ہے؟

جواب: یہ معرفہ ہے اور موجب ہے۔ اس وجہ سے من اس میں عمل نہیں کر سکتا۔

سوال: إلا کے علاوہ استثناء کے دوسرے ادوات کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: جو ہمیشہ جر دیتے ہیں۔

سوال: جو ہمیشہ جر دیتے ہیں وہ کون سے ہیں؟

جواب: غير اور سوى، جیسے قام القوم غير زيد، قام القوم سوى زيد۔

سوال: یہ تو واضح ہوگیا کہ غیر کے بعد والا مجرور ہوگا؛ لیکن خودُ غیر ' پر کیا اعراب آئے گا؟

جواب: اس صورت میں اگر" غیــــر " کی جگہ إلا لگا دیا جائے تو إلا کے بعد والے اسم پر جو اعراب آئے گا وہی اس صورت میں خود غیر پر آئے گا۔ جیسے قـام الـقـوم غیرَ زید کی جگہ اگر قام القوم إلا زیداً ہوتا تو زیداً منصوب ہوتا ہے لہذا اس جگہ غیر پر زبر آئے گا۔ اور ما قـام الـقـوم غیر زید میں غیر پر رفع بھی آسکتا ہے اور نصب بھی؛ کیوں کہ اگر یہاں إلا لگا دیا جائے تو زید پر نصب بھی آسکتا ہے اور بدل بنا کر رفع بھی: ماقام القوم إلا زیداً اور ما قام القوم إلا زید۔ اور ماقام القوم غیر حمار میں "غیر" پر بنو حجاز کے نزدیک نصب واجب ہے اور بنو تمیم کے نزدیک نصب اور بدل دونوں کی اجازت ہے۔

سوال: سوی کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس میں جمہور اور سیبویہ کا اختلاف ہے۔

سوال: جمہور کے نزدیک کیا ہے؟

جواب: جمہور کے نزدیک سوی کا بھی وہی حکم ہے جو غیر کا ہے۔

سوال: اور سیبویہ کیا کہتے ہیں؟

جواب: سوی ہر حال میں منصوب ہوگا ظرفیت کی بنیاد پر۔

سوال: ادوات استثناء کی دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: جو ہمیشہ نصب دیتے ہیں۔

سوال: وہ کون سے ہیں؟

جواب: چار ہیں: لیس، لا یکـون، ماخلا، ماعدا۔ جیسے: قـامـوا لیس زیدا، قاموا لا یکون زیداً، قاموا ما خلا زیداً، قاموا ما عدا زیداً، حدیث شریف میں ہے، ما أنھر الدم وذکر اسم الله علیه فکلوا، لیس السن والظفر۔ لبید کا شعر ہے ؎

(١١٠) ألا کل شیء ما خلا الله باطلُ وکل نعیم لا محالة زائل

سوال لیس اور لا یکون کے بعد والا کلمہ ہمیشہ منصوب کیوں آتا ہے؟

جواب: وہ کلمہ ان دونوں کی خبر بنتا ہے، اور ان کا اسم وجوبی طور پر ان میں چھپا ہوتا ہے۔

سوال: اور ما خلا، ماعدا کے بعد والے پر نصب کیوں آتا ہے؟

جواب: وہ کلمہ ان دونوں کا مفعول بنتا ہے، اور دونوں کا فاعل پوشیدہ ہوتا ہے۔

سوال: ادوات استثناء کی تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: جو کبھی نصب دیتے ہیں اور کبھی جر دیتے ہیں۔

سوال: وہ کون سے ہیں؟

جواب: تین ہیں: خلا، عدا، اور حاشا۔

سوال: یہ تینوں جر کیوں دیتے ہیں؟

جواب: کیوں کہ تینوں حروف جار میں سے ہیں۔

سوال: اور نصب کیوں دیتے ہیں؟

جواب: یہ تینوں فعل بن کر بھی استعمال ہوتے ہیں، اس لئے اگر ان کو فعل مانا جائے تو یہ نصب دیتے ہیں اور ان کا فاعل ان کے اندر مستتر ہوتا ہے۔

مجرورات کا بیان

سوال: مجرورات کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: مجرور بالحرف، اور مجرور بالاضافہ۔

سوال: حروف جارہ کتنے ہیں اور کون سے ہیں۔

جواب: بیس ہیں، اور وہ یہ ہیں: من، إلی، عن، علی، فی، ل، با، رب، مذ، منذ، کاف، حتی، واؤ قسم، تاء قسم، خلا، عدا، حاشا، لعل، متی، کی، لولا (صاحب کتاب نے حروف جار کی تعداد بتائی تو بیس ہے لیکن شمار اکیس کرائے ہیں۔)

سوال: ان میں سے وہ کون سے حروف ہیں جو حرف جر کے طور پر شاذ استعمال ہوتے ہیں۔

جواب: چار ہیں: لعل، متی، کی، لولا۔

سوال: لعل کے ذریعہ کون لوگ جر دیتے ہیں؟

جواب: قبیلۂ عقیل کے لوگ۔ ان کے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

(١١١) لعل اللهِ فضلكم علينا بشيءٍ أن أمكم شريم

سوال: متی کے ذریعہ کون لوگ جر دیتے ہیں؟

جواب: قبیلہ ہذیل کے لوگ۔ ان کے شاعر کا قول ہے ؎

(١١٢) شربن بماء البحر ثم ترفعت متى لجج خضر لهن نئيج

سوال: ''کیُ'' کسے جر دیتا ہے؟

جواب: کیُ صرف ''ما'' استفہامیہ کو جر دیتا ہے، اور اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے، جب کسی چیز کی علت کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہتے ہیں، کیمه یعنی لِمَهُ (کیوں)۔

سوال: لولا کسے جر دیتا ہے؟

جواب: لولا صرف ضمیر کو جر دیتا ہے، کہتے ہیں: لولای، لولاک، لولاه۔ شعر

(۱۱۳) أومت بعينيها من الهودج لولاك فی ذالعام لم أحجج

سوال: لولا کے بعد ضمیر متصل آنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: نادر الاستعمال ہے حتی کہ مبرد نے تو اس کے ضمیر متصل کے ساتھ استعمال ہونے سے انکار کر دیا ہے۔

سوال: سیبویہ کیا کہتے ہیں؟

جواب: ان کے مطابق اس طرح استعمال تو ہوتا ہے؛ لیکن کم ہوتا ہے، اور مبرد کے خلاف انہوں نے اسی طرح کے اشعار سے دلیل پیش کی ہے۔

سوال: ویسے لولا زیادہ تر کس طرح استعمال ہوتا ہے؟

جواب: ضمیر منفصل کے ساتھ، جیسے لولا أنا، لولا أنت، لولا هو، قرآن میں ہے لولا أنتم لكنا مؤمنين۔

سوال: حروف کی تعداد کے اعتبار سے حروف جار کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: چار: (۱) جن میں ایک حرف ہو، وہ پانچ ہیں ب، ل، ک، و، ت، (۲) جن میں دو حرف ہوں ایسے حروف چار ہیں، من، عن، فی، مذ، (۳) جن میں تین حروف ہو، ایسے تین ہیں، إلی، علی، منذ، (۴) جن میں چار حروف ہیں وہ صرف ایک ہے حتیٰ۔

سوال: کیا یہ تمام حروف اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر آتے ہیں؟

جواب: نہیں؛ بلکہ کچھ ایسے ہیں جو صرف اسم ظاہر کو جر دیتے ہیں اور کچھ ایسے جو دونوں پر آتے ہیں۔

سوال: جو حروف صرف اسم ظاہر کو جر دیتے ہیں، وہ کونسے ہیں؟

جواب: سات ہیں، واو، تاء، مذ، منذ، حتی، کاف اور رب، (باقی حروف دونوں کو جر دیتے ہیں)۔

سوال: یہ سات حروف جو صرف اسم ظاہر کو جر دیتے ہیں کیا ہر طرح کے اسم ظاہر کو جر دیتے ہیں یا کچھ کے ساتھ خاص ہیں؟

جواب: اس اعتبار سے ان سات حروف کی تین قسمیں ہیں۔

سوال: پہلی قسم؟

جواب: جو ہر اسم ظاہر کو جر دیتے ہیں، یہ دو ہیں، مذ اور منذ کہتے ہیں، ما رأیته مذ یومین، ما رأیته منذ یوم الجمعة.

سوال: دوسری قسم؟

جواب: جو صرف اسم ظاہر نکرہ کو جر دیتا ہے، وہ ربّ ہے، ربّ رجل صالح.

سوال: تیسری قسم؟

جواب: جو صرف اللہ کو جر دیتا ہے، وہ "ت" ہے، جیسے تاللہ لأکیدن أصنامکم، تالله لقد آثرك الله علینا، اس طرح خوب استعمال ہوتا ہے، اور کبھی یہ لفظ رب کو بھی جر دیتا ہے جبکہ وہ کعبہ کی طرف مضاف ہو جیسے ترب الکعبة لأفعلن کذا۔ یہ قلیل الاستعمال ہے۔ اور کبھی کبھی لفظ رحمان پر بھی آتا ہے جیسے: تالرحمان یہ تو بہت ہی کم استعمال ہوتا ہے۔

مجرور بالاضافہ کی قسمیں

سوال: مجرور بالاضافۃ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: پہلی قسم یہ ہے کہ مضاف صفتی صیغہ نہ ہو اور مضاف الیہ اس کا معمول نہ ہو۔

سوال: مضاف صفتی صیغہ نہ ہو اور مضاف الیہ اس کا معمول نہ ہو اس کی کتنی صورتیں بنیں گی؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: یہ کہ دونوں باتیں نہ ہوں، یعنی نہ مضاف صفت کا صیغہ ہو اور نہ مضاف الیہ اس کا معمول ہو، جیسے غلام زید۔

سوال: دوسری صورت کیا ہوگی؟

جواب: مضاف تو صفتی صیغہ ہو؛ لیکن مضاف الیہ اس کا معمول نہ ہو، جیسے کاتب القاضی، کاسب عیاله (کہ ان دونوں مثالوں میں قاضی اور عیاله: کاتب اور کاسب کا معمول یعنی فاعل یا مفعول نہیں ہیں، گرچہ مضاف صفتی صیغہ ہے)۔

سوال: تیسری صورت کیا ہوسکتی ہے؟

جواب: مضاف الیہ مضاف کا معمول تو ہو؛ لیکن مضاف صفتی صیغہ نہ ہو، جیسے ضرب اللص، یعنی ضرب اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے؛ لیکن صفت کا صیغہ نہیں ہے۔

سوال: ان تینوں قسموں کی اضافت کو کس نام سے جانا جاتا ہے؟

جواب: ان تینوں قسموں کی اضافت کو اضافت معنوی کہا جاتا ہے۔

سوال: اضافت معنوی کیوں کہتے ہیں؟

جواب: اس لئے کہ یہ اضافت معنوی فائدہ دیتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر مضاف الیہ معرفہ ہو تو مضاف معرفہ ہوجاتا ہے جیسے غلام زید اور اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو مضاف کی تخصیص ہوجاتی ہے جیسے غلام رجل، غلام امرأة۔

سوال: اضافت معنوی کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: پہلی قسم یہ ہے کہ اضافت "فی" کے معنی میں ہو۔

سوال: اضافت فی کے معنی میں کب ہوتی ہے؟

جواب: جب مضاف الیہ مضاف کا ظرف ہو جیسے بل مکر اللیل، (اس کو اضافت ظرفیہ بھی کہتے ہیں)۔

سوال: دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: اضافت من کے معنی میں ہو۔

سوال: ایسا کب ہوتا ہے۔

جواب: جب مضاف الیہ مضاف کا کل ہو، اور اس سے خبر دینا صحیح ہو، یعنی مضاف مبتدا اور مضاف الیہ خبر بن سکے۔ جیسے خاتم حدید اور باب ساج کہ اگر الخاتم حدید اور الباب ساج کہا جائے تو صحیح ہے برخلاف "ید زید" کے کہ الید زید کہنا صحیح نہیں (اس کو اضافت بیانیہ کہتے ہیں)۔

سوال: اضافت معنوی کی تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: جب اضافت لام کے معنی میں ہو۔ جیسے غلام زید، ید زید (اسے اضافت لامیہ کہتے ہیں)۔

سوال: مجرور بالاضافہ کی دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: مضاف صفتی صیغہ ہو اور مضاف الیہ اس کا معمول ہو۔

سوال: مضاف صفتی صیغہ ہو اور مضاف الیہ اس کا معمول ہو، اس کی کتنی صورتیں ہو سکتی ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی صورت کیا ہے؟

جواب: مضاف اسم فاعل ہو جیسے ضارب زید الآن، ضارب زید غداً۔

سوال: دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: مضاف اسم مفعول ہو، جیسے هذا معمور الدار الآن، هذا معمور الدار غداً۔

سوال: تیسری صورت کیا ہے؟

جواب: مضاف صفت مشبہ ہو جیسے رجل حسن الوجه۔

سوال: ان تینوں طرح کی اضافت کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: اضافت لفظی؛ اس لیے کہ یہ اضافت (لفظی) تخفیف کا فائدہ دیتی ہے؛ کیوں کہ ضاربُ زیدٍ ضاربٌ زیداً سے خفیف ہے۔

سوال: کیا اضافت لفظی سے تعریف و تخصیص کا فائدہ بھی ہوتا ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: جب اس اضافت سے تعریف و تخصیص کا فائدہ نہیں ہوتا تب تو جس کلمہ میں یہ اضافت ہو وہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے؟

جواب: ہاں، بن سکتا ہے، جیسے هدياً بالغ الكعبة میں بالغ الكعبة "هدياً" کی صفت ہے جو کہ نکرہ ہے۔

سوال: کیا وہ کلمہ جس میں اضافت لفظی ہو حال بن سکتا ہے؟

جواب: بن سکتا ہے، جیسے ثانی عطفه کہ باوجود مضاف ہونے کے ''ثانی" حال ہے، حالانکہ حال نکرہ ہوتا ہے اور مضاف معرفہ؛ لیکن چونکہ اضافت لفظی سے کلمہ معرفہ نہیں ہوتا؛ بلکہ نکرہ ہی رہتا ہے اس لئے یہ حال بن گیا ہے۔

سوال: اضافت کن چیزوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی؟

جواب: تین چیزوں کے ساتھ: (۱) تنوین کے ساتھ، (۲) اس نون کے ساتھ جو اعراب کے لئے آتا

ہے جیسے تثنیہ اور جمع مذکر سالم کا نون، (۳) الف لام کے ساتھ۔

سوال: تنوین اور اضافت ایک ساتھ کیوں جمع نہیں ہوسکتے؟

جواب: اس لئے کہ اضافت اسم کے ناقص ہونے پر دلالت کرتی ہے اور تنوین اسم کے کامل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور ایک ہی چیز کامل بھی ہو اور ناقص بھی ہو، ایسا نہیں ہوتا۔

سوال: اضافت اور نون اعرابی ایک ساتھ کیوں جمع نہیں ہوسکتے؟

جواب: نون اعرابی اسم کے مکمل ہونے پر دلالت کرتا ہے؛ کیوں کہ یہ نون تنوین کے قائم مقام ہوتا ہے اور اضافت اسم کے ناقص ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

سوال: کیا اضافت کے وقت اصلی نون بھی گر جاتا ہے جو اعراب کے ساتھ پڑھا تو جاتا ہے، لیکن اعراب کے لئے نہیں آتا؟

جواب: نہیں، اسی وجہ سے مفرد اور جمع تکسیر کا نون نہیں گرتا جیسے حین، شیاطین، کہتے ہیں: آتیك حین طلوع الشمس اور ھؤلاء شیاطین الانس۔ صرف نون اعرابی یعنی تثنیہ اور جمع مذکر سالم کا نون گرتا ہے، جیسے مسلمان، مسلمون، قرآن میں ہے، والمقیمی الصلاۃ اصل میں والمقیمین تھا، اور إنکم لذائقو العذاب، اصل میں لذائقون تھا۔ إنا مرسلو الناقۃ، جو اصل میں مرسلون تھا۔

سوال: الف لام اور اضافت دونوں ایک ساتھ کیوں جمع نہیں ہوسکتے؟

جواب: اس لئے کہ الف لام بھی تعریف کے لئے آتا ہے اور اضافت بھی۔ اب اگر ایک ہی کلمہ پر دونوں آجائیں تو دو تعریفیں (معرفہ بنانے والی دو چیزیں) جمع ہوجائیں گی، اور یہ جائز نہیں، اسی وجہ سے الغلام زید کہنا صحیح نہیں۔

سوال: کیا الف لام اور اضافت کبھی بھی ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے یا کوئی صورت مستثنیٰ ہے؟

جواب: ایک صورت مستثنیٰ ہے، وہ یہ کہ مضاف صفتی صیغہ ہو اور مضاف الیہ اس صفتی صیغہ کا معمول ہو، ایسی صورت میں دونوں ایک ساتھ جمع ہوسکتے ہیں۔

سوال: مضاف صفتی صیغہ ہو اور مضاف الیہ اس کا معمول ہو تو الف لام اور اضافت ایک ساتھ جمع ہوسکتے ہیں، اس مسئلے کی کتنی صورتیں ہوسکتی ہیں؟

جواب: پانچ۔

سوال: پہلی؟

جواب: مضاف تثنیہ کا صیغہ ہو، جیسے الضاربا زید.

سوال: دوسری؟

جواب: مضاف جمع مذکر سالم ہو جیسے الضاربو زید.

سوال: تیسری؟

جواب: مضاف الیہ پر الف لام داخل ہو جیسے: الضارب الرجل.

سوال: چوتھی؟

جواب: مضاف الیہ ایسے اسم کی طرف مضاف ہو جس پر الف لام ہو جیسے الضارب رأس الرجل.

سوال: پانچویں؟

جواب: مضاف الیہ مضاف ہو ایسی ضمیر کی طرف جو لوٹ رہی ہو ایسے اسم کی طرف جس پر الف لام ہو۔ جیسے مررت بالرجل الضارب غلامه.

فعل کی طرح عمل کرنے والے اسماء

سوال: فعل کی طرح کتنے اسماء عمل کرتے ہیں؟

جواب: سات: اسمِ فعل، مصدر، اسم فاعل، اسم مبالغہ، اسم مفعول، صفت مشبہ اور اسم تفضیل۔

(۱) اسم فعل

سوال: اسم فعل کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: اسم فعل کی تین قسمیں ہیں۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: جس کو اسم فعل ماضی کہا جاتا ہے، یعنی وہ اسم فعل بمعنی فعل ماضی ہوتا ہے، جیسے هيهات، یہ بعد کے معنی میں ہے۔ شعر ؎

(۱۱۴) هيهات هيهات العقيق ومن به وهيهات خل بالعقيق نواصله

سوال: اسم فعل کی دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: جس کو اسم فعل امر کہا جاتا ہے، جیسے صه، اسكت کے معنی میں ہے، حدیث شریف میں ہے، إذا قلت لصاحبك والإمام يخطب صه فقد لغوت۔

سوال: اسم فعل کی تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: جس کو اسم فعل مضارع کہا جاتا ہے جیسے وی، أعجب کے معنی میں ہے، قرآن میں ہے ویکأنه لا یفلح الکفرون، یعنی أعجب لعدم فلاح الکافرین، وی میں ایک لغت ''وا'' کی بھی ہے، جیسا کہ اس شعر میں ہے:۔

(۱۱۵) وا، بأبی أنت وفوك الأشنب   كأنما ذر علیه الزرنب

اور ایک لغت واهاً کی بھی ہے جیسا کہ شعر میں ہے ۔

(۱۱۶) واهاً لسلمیٰ ثم واهاً واهاً   یا لیت عیناها لنا وفاها

سوال: اسم فعل کے احکام بیان کیجیے۔

جواب: پہلا حکم یہ ہے کہ یہ اپنے معمول کے بعد نہیں آتا ہے، تو علیك زیداً جو کہ الزم زیداً کے معنی میں ہے اس میں زیداً علیك کہنا جائز نہیں ہے۔

سوال: کیا اس سلسلے میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: ہاں، امام کسائی کہتے ہیں کہ اسم فعل اپنے معمول کے بعد بھی آ سکتا ہے۔

سوال: ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: قرآن کی یہ آیت کتاب الله علیکم، کسائی کہتے ہیں کہ اس کے معنی علیکم کتاب الله ہیں، یعنی الزموا کتاب الله۔

سوال: جمہور نے اس کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: جمہور (یعنی بصریین) نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس جگہ علیکم اسم فعل ہے ہی نہیں؛ بلکہ کتاب الله مفعول مطلق ہے اور اس کا فعل کتب محذوف ہے، اور علیکم اس محذوف فعل یا اس مفعول مطلق سے متعلق ہے۔ تقدیر ہے، کتب الله ذلك کتابا علیکم۔

سوال: اس کی کیا دلیل ہے کہ یہاں کتب محذوف ہے؟

جواب: اس کی دلیل ایک قرینہ ہے، وہ قرینہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں 'حرمت' ہے اور حرمت فرضیت کو چاہتی ہے، یعنی جب کوئی چیز فرض ہوگی تب ہی تو اس کے خلاف کرنا حرام ہوگا۔

سوال: اسم فعل کا دوسرا حکم کیا ہے؟

جواب: اس کا دوسرا حکم یہ ہے کہ اگر یہ طلب کے معنی پر دلالت کر رہا ہو یعنی اسم فعل امر ہو تو اس کے جواب میں فعل مضارع کو جزم دینا جائز ہے، لہذا نزال نحدثُك جزم کے ساتھ کہیں گے جیسا کہ أنزل نحدثك کہتے ہیں، شعر۔

(۱۱۷) وقولی کلما جشأت وجاشت　　مکانك تحمدی أو تستریحی

تو اس شعر میں ''مکانك'' اسم فعل ہے اثبتی کے معنی میں، اس کے جواب میں تحمدی مجز وم ہے۔ (مکانك اصلا ظرف مکان ہے، پھر اس معنی سے اس کو منتقل کر کے اسم فعل بنایا گیا ہے)

سوال: اسم فعل کا تیسرا حکم کیا ہے؟

جواب: اس کا تیسرا حکم یہ ہے کہ فاء سببیہ کے بعد فعل مضارع کو اس کے جواب میں نصب نہیں دیا جائے گا۔

سوال: لہذا مکانك فتحمدی، یا صه فنحدثك کہنا صحیح نہیں۔

سوال: کیا اس سلسلہ میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: جی ہاں، امام کسائی کا اختلاف ہے (اس کی تفصیل ''أن'' کی بحث میں گذر چکی ہے۔)

(۲) مصدر

سوال: مصدر کسے کہتے ہیں؟

جواب: مصدر وہ اسم ہے جو حدث یعنی مصدری معنی پر دلالت کرے اور فعل کے مطابق ہو۔

سوال: معنی مصدری پر دلالت کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: مصدر معنی مصدری پر دلالت کرے اس کا تعلق عام طور سے زمان، مکان، تذکیر و تانیث، واحد، تثنیہ، جمع سے نہیں ہوتا۔

سوال: ''فعل کے مطابق ہو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: یعنی فعل ماضی جو اس مصدر سے مشتق ہے اس کے اصلی اور زائد حروف مصدر میں ہوں، اس سے اسم مصدر کو نکالنا مقصود ہے، جیسے أعطیت کا مصدر عطاء ہے، گر چہ یہ حدث پر دلالت کر رہا ہے؛ لیکن فعل کے مطابق نہیں ہے، اس لئے کہ اگر فعل کے مطابق ہوتا تو إعطاء ہوتا۔

سوال: مصدر کے فعل کی طرح عمل کرنے کے لئے کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: آٹھ۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: پہلی شرط یہ ہے کہ مصدر کی جگہ پر فعل أن مصدریہ کے ساتھ آ سکتا ہو، اُن مصدریہ کی مثال جیسے أعجبنی ضربك زیداً اس کی جگہ أعجبنی أن ضربت زیدا، اسی طرح یعجبنی

ضربك عمرواً کہ اس کی جگہ یعجبنی أن تضرب عمرواً، مامصدریہ کی مثال یعجبنی ضربك زیداً الآن، کہ یہاں یعجبنی ما ضربت زیداً الآن صحیح ہے۔

سوال: کیا یعجبنی ضربك زیداً الآن کی جگہ أن مصدریہ آ سکتا ہے؟

جواب: اس جگہ أن ضربت نہیں آ سکتا؛ کیوں کہ یہ ماضی کے لئے ہو جائے گا اور نہ ہی أن تضرب کہہ سکتے ہیں؛ کیوں کہ یہ مضارع کے لئے ہو جائے گا، ہاں اس کی جگہ یعجبنی ما ضربت زیداً الآن کہہ سکتے ہیں۔

سوال: کیا ضرباً زیداً میں زید کو "ضرباً" کا معمول بنا سکتے ہیں، یعنی کیا اس جگہ ضرباً مصدر عمل کر سکتا ہے؟

جواب: نہیں، بعض نحویین کا اختلاف ہے، کیوں کہ "ضرباً" کی جگہ پر فعل بغیر أن اور ما کے آ سکتا ہے، آپ کہہ سکتے ہیں اضرب زیداً، اس لئے اس جگہ زید ضرباً کا معمول نہیں ہو سکتا ہے؛ کیوں کہ مصدر کے عمل کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کی جگہ پر فعل أن یا ما کے ساتھ آ سکتا ہو، اور یہاں بغیر أن اور ما کے آ سکتا ہے۔

سوال: پھر ضرباً زیداً میں زید کا عامل کون ہے؟

جواب: ایک فعل محذوف ہے وہی عامل ہے، اور 'ضربا' بھی اس محذوف فعل کا مفعول مطلق ہے۔

سوال: مررت بزید فإذا له صوت صوت حمار میں دوسرے صوت کو پہلے صوت کا معمول بنا کر نصب دے سکتے ہیں؟

جواب: نہیں، اس لئے کہ پہلے 'صوت' کی جگہ پر فعل نہ تو اکیلا آ سکتا ہے اور نہ حرف مصدر أن اور ما کے ساتھ آ سکتا ہے۔

سوال: کیوں نہیں آ سکتا، کیا اس کی جگہ فإذا له أن یصوت یا فإذا له ما یصوت نہیں آ سکتا؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس صورت میں معنی بدل جائیں گے، قائل کہنا تو یہ چاہ رہا ہے کہ جب میں اس کے پاس سے گذرا تو وہ آواز نکال رہا تھا۔ اور اس صورت میں معنی ہو جائیں گے کہ جب میں اس کے پاس سے گذرا تو اس نے آواز نکالی۔ دونوں میں فرق ہے۔ اس لئے یہاں پہلے صوت کو دوسرے صوت پر عمل نہیں دلا سکتے۔

سوال: مصدر کے عمل کرنے کی دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: دوسری شرط یہ ہے کہ مصدر تصغیر نہ ہو، اسی وجہ سے أعجبنی ضریبك زیداً کہنا صحیح نہیں ہے۔

سوال: کیا یہ شرط متفق علیہ ہے؟

جواب: جی ہاں، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

سوال: کیا مصدرِ جمع عمل کرسکتا ہے؟

جواب: اس میں اختلاف ہے، بعض لوگوں نے مصدر جمع کو تصغیر پر قیاس کر کے اس کو عمل دلانے سے منع کیا ہے، اور بعض نے اجازت دی ہے۔

سوال: جن لوگوں نے مصدر جمع کو عمل دلانے سے منع کیا ہے ان کی کیا دلیل ہے۔

جواب: وہ کہتے ہیں کہ جس طرح تصغیر فعل کی صفات سے جدا ہوتی ہے اسی طرح مصدر جمع بھی، اور تصغیر کو عمل دلانے سے سب منع کرتے ہیں تو چاہیے کہ مصدر جمع کو بھی عمل نہ دلایا جائے۔

سوال: جن لوگوں نے مصدر جمع کو عمل دلانے کی اجازت دی ہے ان کا استدلال کیا ہے؟

جواب: یہ شعر (۱۱۸) وعدت وكان الخلف منك سجية مواعيد عرقوب أخاه بيثرب
کہ مواعید مصدرِ جمع ہے پھر بھی اپنے فاعل عرقوب کی طرف مضاف ہوکر عمل کررہا ہے۔

سوال: تیسری شرط کیا ہے؟

جواب: تیسری شرط یہ ہے کہ مصدر ضمیر نہ ہو، اسی وجہ سے ضربنی زیداً أحسن وهو عمرواً قبیح کہنا صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ "ھو" میں فعل کے الفاظ نہیں ہیں، اس وجہ سے "عمرواً" کو ھو کا مفعول بنانا درست نہیں۔

سوال: کیا اس شرط میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: کوفیین کے نزدیک یہ شرط درست نہیں، چنانچہ اگر مصدر ضمیر بھی ہو تب بھی وہ عمل دلاتے ہیں۔

سوال: کوفیین کی کیا دلیل ہے؟

جواب: یہ شعر (۱۱۹) وما الحرب إلا ما علمتم وذقتم وما هو عنها بالحديث المرجم
کہتے ہیں کہ "عنها" "ھو" سے متعلق ہے، تو اس طرح "ھو" عنها میں عمل کررہا ہے۔

سوال: ابن ہشام نے اس کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: کہتے ہیں کہ یہ شعر نادر ہے، اور اس میں تاویل کی جائے گی، لہذا اس پر کوئی قاعدہ نہیں بنے گا۔

سوال: چوتھی شرط کیا ہے؟

جواب: مصدر محدود نہ ہو یعنی مصدر محدود تعداد پر دلالت نہ کررہا ہو، اسی وجہ سے أعجبنی ضربتك

زیدا کہنادرست نہیں کیوں کہ"ضربة ''ایک مرتبہ مارنے کو کہتے ہیں۔

سوال: اس شعر میں تو ''ضربة ''کو"ملا" میں عمل دلایا ہے،حالانکہ ضربة مصدر محدود ہے؟

(۱۲۰) يحايى به الجلد الذى هو حازم بضربة كفيه الملا نفس راكب

جواب: یہ شاذ ہے۔

سوال: پانچویں شرط کیا ہے؟

جواب: مصدر عمل کرنے سے پہلے موصوف نہ ہو،یعنی اس کی صفت اس کے معمول سے پہلے نہ ہو،لہذا أعجبنى ضربك الشديد زيداً کہنا صحیح نہیں کیوں کہ مصدر کی صفت اس کے معمول سے پہلے ہے۔

سوال: اگر مذکورہ مثال میں الشديد کو مؤخر کر دیا جائے یعنی أعجبنى ضربك زيداً الشديد کہا جائے تو درست ہے؟

جواب: ہاں، درست ہے۔جیسا کہ اس شعر میں، الشديد مصدر کے معمول"بك" سے مؤخر ہے۔

(۱۲۱) إن وجدى بك الشديد أرانى عاذراً فيك من عهدت عذولا

سوال: چھٹی شرط کیا ہے؟

جواب: مصدر محذوف نہ ہو۔

سوال: "مالك و زيدا" ایک جملہ بولا جاتا ہے،بعض لوگ اس کی تقدیر مالك و ملا بستك زيدا بتاتے ہیں یعنی زید کو مصدر محذوف کا معمول بناتے ہیں تو اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: ان حضرات کی اس تاویل کو نحویین نے رد کر دیا ہے۔

سوال: اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ"بسم الله ''اصلاً' ابتدائی ''مصدر محذوف کا معمول ہے،اور ابتدائی مبتدا ہے اور ثابت خبر بھی محذوف ہے۔مبتدا اور خبر دونوں کو حذف کر کے مبتدا کے معمول کو باقی رکھا گیا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: نحویین نے اس تاویل کو بھی قبول نہیں کیا ہے۔

سوال: لیکن اس شعر۔

(۱۲۲)هل تذكرون إلى الديرين هجرتكم ومسحكم وصلبكم رحمان قربانا

میں تو''رحمان قربانا''میں''قول''مصدر حذف کر دیا گیا ہے اور پھر بھی''رحمان قربانا"پر اس کو عمل دلایا گیا ہے،اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: ضرورت شعری کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے، ورنہ قاعدہ یہی ہے کہ مصدر محذوف عمل نہیں کرتا ہے۔

سوال: ساتویں شرط کیا ہے؟

جواب: مصدر اور اس کے معمول کے درمیان فصل نہ ہو۔

سوال: یوم تبلی السرائر میں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ "یوم" "رجعه" کا معمول ہے، جبکہ مصدر اور اس کے معمول کے درمیان "لقادر" سے فصل کر دیا گیا ہے، کیا ان کی یہ بات صحیح ہے؟

جواب: نہیں، نحویین نے اسے قبول نہیں کیا ہے، کیوں کہ یہ قاعدہ کے خلاف ہے۔

سوال: آٹھویں شرط کیا ہے؟

جواب: وہ یہ ہے کہ مصدر اپنے معمول سے مؤخر نہ ہو، اس وجہ سے أعجبني زيداً ضربك کہنا صحیح نہیں ہے۔

سوال: اس آٹھویں شرط کے بارے میں سہیلی نے کیا کہا ہے؟

جواب: سہیلی کہتے ہیں کہ اگر مصدر کا معمول جار مجرور ہے تو اگر وہ مصدر سے پہلے بھی آجائے تب بھی مصدر عمل کر سکتا ہے۔

سوال: سہیلی نے کیا دلیل دی ہے؟

جواب: قرآن کی آیت لا يبغون عنها حولا سے کہ عنها "حولاً" کا معمول ہے حالانکہ اس سے مقدم ہے، اسی طرح اہل عرب کا قول ہے، اللهم اجعل من أمرنا فرجاً ومخرجاً کہ مخرج مصدر ہے اور من أمرنا اس کا معمول ہے۔ اور باوجود جار مجرور کے مقدم ہونے کے مصدر عمل کر رہا ہے۔

سوال: جو مصدر عمل کرتا ہے وہ کتنی طرح کا ہوتا ہے؟

جواب: عمل کرنے والے مصدر کی تین صورتیں ہیں۔

سوال: پہلی صورت کیا ہے؟

جواب: مضاف ہو کر عمل کرے۔

سوال: جو مصدر مضاف ہو کر عمل کرے گا اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: اس کی دو قسمیں ہیں۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: فاعل کی طرف مضاف ہو جیسے ولولا دفع الله الناس، وأخذهم الربا وقد نهوا

عنه وأكلهم أموال الناس بالباطل.

سوال: دوسری قسم؟

جواب: مفعول کی طرف مضاف ہو، جیسے شعر ے

(۱۲۳)ألا إن ظلم المرء نفسه بين إذا لم يصنها عن هوىً يغلب العقلا

حدیث شریف میں ہے وحج البيت من استطاع إليه سبيلا اور سیبویہ کی کتاب جس کا نام ہی الکتاب ہے اس کا شعر ہے ے

(۱۲۴) تنفی يداها الحصى فی كل هاجرة نفی الدراهم تنقاد الصياريف

سوال: عمل کرنے والے مصدر کی دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: مصدر منون ہو۔ جیسے أو إطعام فی يوم ذی مسغبة ،يتيماً: اس میں یتیماً" إطعام" کا مفعول ہے۔

سوال: مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کونسی صورت زیادہ استعمال ہوتی ہے؟

جواب: استعمال تو پہلی صورت زیادہ ہوتی ہے، لیکن دوسری صورت قاعدے کے زیادہ مطابق ہے، کیوں کہ مصدر منون نکرہ ہونے کی وجہ سے فعل کے مشابہ ہوتا ہے۔

سوال: عمل کرنے والے مصدر کی تیسری صورت کیا ہے؟

جواب: معرف بالالف واللام ہو کر عمل کرے، جیسے شعر ہے ے

(۱۲۵)عجبت من الرزق المسىءَ إلٰهُهُ ومن ترك بعض الصالحين فقيراً

کہ اصل عجبت من أن رزق المسىء إلهه ومن أن ترك بعض الصالحين فقيرا ہے۔

سوال: اس تیسری صورت کا کیا حکم ہے؟

جواب: معرف بالالف واللام ہو کر مصدر کا عمل کرنا قیاس اور استعمال دونوں اعتبار سے شاذ ہے۔

(۳) اسم فاعل

سوال: اسم فاعل کسے کہتے ہیں؟

جواب: اسم فاعل صفتی صیغہ ہے جو کام کرنے والے پر دلالت کرے اور مضارع کے حرکات وسکنات کے مطابق ہو، جیسے ضارب، مكرم۔

سوال: جواسم فاعل عمل کرتا ہے وہ کتنی طرح کا ہوتا ہے۔

جواب: دوطرح کا: یا تو الف لام کے ساتھ ہوگا، یا الف لام سے خالی ہوگا۔

سوال: اگر الف لام کے ساتھ ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگراسم فاعل الف لام کے ساتھ ہے تو چاہے ماضی کے معنی میں ہو یا حال واستقبال کے معنی میں، ہر حال میں عمل کرے گا، آپ کہہ سکتے ہیں جاء الضارب زیدا أمس، جاء الضارب زیداً الآن، جاء الضارب زیداً غداً.

سوال: اگر الف لام کے ساتھ ہوتو ہر حال میں کیوں عمل کرتا ہے؟

جواب: اس وجہ سے کہ ''الف لام'' اسم موصول ہوتا ہے، اور ''ضارب'' فعل کی جگہ پر ہوتا ہے، اگر ماضی کے معنی میں ہے تو ضرب کی جگہ پر اور اگر حال یا استقبال کے معنی ہے تو یضرب کی جگہ پر ہوتا ہے۔ اور فعل ہر حال میں عمل کرتا ہے تو جو فعل کی جگہ ہوگا وہ بھی ہر حال میں عمل کرے گا۔ شعر میں ہے ؎

(۱۲۶) القاتلین الملك الحلا حلا　　　خیر معد حسباً ونائلاً

سوال: اگر الف لام سے خالی ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اسم فاعل اگر الف لام سے خالی ہو تو دو شرطوں کے ساتھ عمل کرے گا۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: یہ کہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو، ماضی کے معنی میں نہ ہو۔

سوال: کیا اس شرط میں کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: امام کسائی، ہشام اور ابن مضاء کا اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر ماضی کے معنی میں ہو تو بھی عمل کرے گا۔

سوال: ان حضرات کی کیا دلیل ہے؟

جواب: قرآن کی یہ آیت وکلبهم باسط ذراعیه بالوصید کہ "باسط" ماضی کے معنی میں ہے، پھر بھی عمل کر رہا ہے۔

سوال: ان حضرات کی دلیل کا کیا جواب دیا گیا ہے؟

جواب: جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں پر مراد حکایت حال ماضیہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ گزری

ہوئی چیز کو اس انداز سے بیان کرنا کہ ایسا لگے کہ وہ چیز ابھی ہو رہی ہے۔ اسی وجہ سے اس کی جگہ پر یبسط کا آنا بھی صحیح ہے، اور اس بات کا قرینہ کہ اس سے مراد حکایت حال ہے یہ ہے کہ جملہ حالیہ ہے، اور اسی وجہ سے ونقلبهم کہا گیا، وقلبناهم نہیں کہا گیا۔

سوال: دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: دوسری شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے یا تو نفی ہو یا استفہام ہو یا مبتدا ہو یا موصوف ہو۔

سوال: نفی کی مثال؟

جواب: ؎ خليلى ما وافٍ بعهدى أنتما

میں وافٍ عمل کر رہا ہے، أنتما اس کا فاعل ہے؛ کیوں کہ اس سے پہلے نفی ہے۔

سوال: استفہام کی مثال؟

جواب: ؎ أقاطن قوم سلمى أم نووا ظعناً...

سوال: مبتدا کی مثال؟

جواب: إن الله بالغ أمره ،بالغ عمل کرتا ہے؛ کیوں کہ اس سے پہلے اللہ مبتدا ہے۔

سوال: موصوف کی مثال؟

جواب: مررت برجلٍ ضاربٍ زيداً، شعر ؎

(۱۲۷) إني حلفت برافعين أكفهم　　بين الحطيم وبين حوضى زمزم

رافعين سے پہلے موصوف "قوم" محذوف ہے اس وجہ سے یہ عمل کر رہا ہے۔

سوال: اس دوسری شرط کے بارے میں امام اخفش کی کیا رائے ہے؟

جواب: وہ فرماتے ہیں کہ اگر اسم فاعل سے پہلے مذکورہ چاروں چیزوں سے کوئی بھی نہ ہو تب بھی عمل کرے گا۔

سوال: ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: یہ شعر (۱۲۸) خبيرٌ بنو لهب ،فلا تك ملغياً　　مقالة لهبى إذا الطير مرت

کہ بنو لهب، خبير کا فاعل ہے جبکہ "خبير" سے پہلے ان چاروں میں سے کچھ بھی نہیں۔

سوال: اس دلیل کا جمہور نے کیا جواب دیا ہے؟

جواب: جمہور کہتے ہیں کہ اس شعر میں تقدیم و تاخیر ہے، بنو لهب مبتدا مؤخر ہے اور خبير خبر مقدم۔

سوال: اگر "خبیر" کو خبر مانیں تو یہ اشکال ہے کہ بنو مبتدا تو جمع ہے اور خبیر واحد، جب کہ مبتدا اور خبر میں اس چیز میں مطابقت ہوتی ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ خبیر جمع ہی ہے، کیوں کہ فعیل کے وزن پر آنے والا کلمہ کبھی کبھی جمع کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے والملائکة بعد ذلك ظهير۔

(۴) مبالغے کے اوزان

سوال: مبالغے کے کتنے اوزان ہیں جو فعل کی طرح عمل کرتے ہیں؟

جواب: پانچ، فعّالٌ، فعولٌ، مفعالٌ، فعيلٌ، فَعِلٌ۔

سوال: فَعّال کی مثال؟

جواب: ؎ (۱۲۹) أخا الحرب لباساً إليها جلالها وليس بولاج الخوالف أعقلا

سوال: فعول کی مثال؟

جواب: ؎ (۱۳۰) ضروب بنصل السيف سوق سمانها

سوال: مفعال کی مثال؟

جواب: إنه لمنحار بوائكها۔

سوال: فعیل کی مثال؟

جواب: والله سميع دعاء من دعاه۔ شعر ؎

(۱۳۱) أتاني أنهم مزقون عرضي جحاش الكرملين لها فديد

سوال: ان پانچوں میں کون زیادہ استعمال ہوتا ہے؟

جواب: فعال، فعول اور مفعال زیادہ استعمال ہوتے ہیں، باقی فعیل اور فعل کم استعمال ہوتے ہیں۔

سوال: کس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے ان کا استعمال ہوتا ہے؟

جواب: جب کسی فعل میں تکرار پائی جائے تب ہی استعمال ہوگا۔ لہذا اگر کسی نے ایک مرتبہ مارا تو اس کے لئے ضرّاب "نہیں کہا جائے گا اسی طرح دوسرے صیغوں کا استعمال بھی تکرارِ فعل کے موقع پر ہوگا۔

سوال: مبالغے کے اوزان کے لئے کیا کچھ شرائط ہیں؟

جواب: مبالغہ کے اوزان کی تفصیل وشرائط بالکل اسم فاعل کی طرح ہے۔

سوال: کیا تمام لوگ مبالغے کے اوزان کو عمل دلانے کے قائل ہیں یا اس میں اختلاف ہے؟

جواب: سیبویہ عمل دلاتے ہیں اور کوفیین منع کرتے ہیں۔

سوال: سیبویہ کی کیا دلیل ہے؟

جواب: سیبویہ کی دو دلیلیں ہیں: (۱) ایک تو سماع کہ ان کو عمل دلاتے ہوئے اہل عرب سے سنا گیا، (۲) مبالغہ کا صیغہ چونکہ اصل میں اسم فاعل ہی ہوتا ہے، مبالغہ کے معنی پیدا کرنے کے لئے ان اوزان پر اسے ڈھال لیا جاتا ہے تو اسی وجہ سے عمل دلانے میں انہیں اصل اسم فاعل کی طرح مان لیا گیا۔

سوال: کوفیین کی کیا دلیل ہے؟

جواب: کہتے ہیں کہ یہ صیغے مضارع کے اوزان اور اس کے معنی کے مخالف ہوتے ہیں، لہذا انہیں عمل نہیں دلایا جائے گا۔

سوال: مبالغہ کے اوزان کے بعد جو اسم منصوب ہوتا ہے جیسے اوپر اشعار میں گذرا، اس کا کوفیین کیا جواب دیتے ہیں؟

جواب: کہتے ہیں کہ وہاں ایک فعل مقدر ہوتا ہے وہی اس اسم کو نصب دیتا ہے، جیسے أنا ضرّاب زیدا کی تقدیر نکالیں گے أنا ضراب اضرب زیدا اسی وجہ سے کوفیین کے نزدیک اس اسم کو مبالغہ کے اوزان پر مقدم کرنا درست نہیں۔

سوال: کوفیین اسم منصوب کے اسم مبالغہ سے مقدم ہونے کو منع کرتے ہیں اس کا جمہور نے کیا جواب دیا ہے؟

جواب: جمہور کہتے ہیں کہ مقدم کرنا جائز ہے، اور اہل عرب کا قول ہے أما العسل فأنا شرّاب، اس سے کوفیین کی بات غلط ثابت ہوتی ہے۔

سوال: اسم مبالغہ کو عمل دلانے کے بارے میں بصریین کی کیا رائے ہے؟

جواب: بصریین تین اوزان کو تو عمل دلاتے ہیں؛ لیکن فعیل اور فعل کو وہ عمل نہیں دلاتے۔

سوال: جرمی کیا کہتے ہیں؟

جواب: [illegible]ن کے نزدیک چار اوزان تو عمل کرتے ہیں؛ لیکن فعیل کو عمل نہیں دلاتے۔

(۵) اسم مفعول

سوال: اسم مفعول کو عمل دلانے کی کیا شرط ہے؟

جواب: جو شرائط اسم فاعل کو عمل دلانے کے ہیں وہی اسم مفعول کو عمل دلانے کے بھی ہیں، جیسے اگر اس پر الف لام ہوگا تو کسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں کہا جائے گا جاء المضروب عبده اور اگر الف لام نہیں ہے تو عمل دلانے کے لئے شرط ہے کہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو۔ کہا جائے گا۔ زید مضروب عبده؛ لیکن اگر اس سے ماضی مراد ہو تو زید مضروب عبده کہنا درست نہ ہوگا۔ امام کسائی کا اس میں اختلاف ہے۔ اس طرح مضروب الزید کہنا بھی صحیح نہیں، کیوں کہ اس سے نفی استفہامیہ وغیرہ میں سے کچھ نہیں، اخفش کا اس میں اختلاف ہے۔ (یہ پوری تفصیل وہی ہے جو اسم فاعل کی بحث میں گذر چکی ہے)۔

(۶) صفت مشبہ

سوال: صفت مشبہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: یہ وہ صفت ہوتی ہے جو دوسرے کے مقابلے میں زیادتی کا معنی دینے کے لئے نہ بنائی گئی ہو؛ بلکہ اپنے موصوف کے اندر پائیداری کے ساتھ پائے جانے والے معنی کو بتائے، عارضی طور پر پائے جانے والے معنی پر دلالت نہ کرے، جیسے مررت برجل حسن الوجه میں ''حسن''۔

سوال: صفت مشبہ اور اسم تفضیل میں کیا فرق ہے؟

جواب: اسم تفضیل مشارکت اور زیادتی پر دلالت کرتا ہے، جب کہ صفت مشبہ میں یہ معنی نہیں ہوتے، یہ تو صرف اپنے موصوف کے اندر پائیداری کے ساتھ معنی پر دلالت کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ جیسے مذکورہ مثال میں ''حسن'' ہے کہ اس شخص میں ''حُسن'' پائیدار ہے، فوری طور پر پیدا ہو جانے اور ختم ہو جانے والی چیز نہیں۔

سوال: اسم فاعل و اسم مفعول اور صفت مشبہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: اسم فاعل اور اسم مفعول حدوث اور تجدد یعنی عارضی معنی پر دلالت کرتے ہیں (یعنی ان دونوں کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی عمل عارضی طور پر پایا جائے، جیسے مررت برجل ضارب عمرا، تو اس جگہ ضارب عارضی معنی پر دلالت کر رہا ہے یعنی آپ رجل ضارب اس وقت کہیں گے جب وہ مار رہا ہوگا، نہ اس کے بعد کہیں گے اور نہ پہلے، اسی طرح اسم

مفعول کا حال ہے) لیکن صفت مشبہ پائیداری پر دلالت کرتی ہے۔

سوال: صفت مشبہ کو صفت مشبہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: صفت مشبہ کی اصل تو یہ تھی کہ یہ اپنے معمول کو نصب نہ دے، کیوں کہ یہ فعل لازم سے مشتق ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ اس سے عارضی معنی مراد نہیں ہوتے جس کی وجہ سے یہ فعل سے مخالف ہوتی ہے؛ کیوں کہ فعل سے عارضی معنی مراد ہوتے ہیں۔ ان دو سبب کی وجہ سے اصلاً تو صفت مشبہ کو عمل نہیں کرنا چاہیے تھا؛ لیکن یہ اسم فاعل کے مشابہ ہوتی ہے، اس وجہ سے اسے اسم فاعل کا حکم دے دیا گیا۔ اسم فاعل سے مشابہت کی وجہ سے ہی اسے صفت مشبہ کہتے ہیں۔

سوال: اسم فاعل اور صفت مشبہ دونوں میں کیا چیز مشترک ہے یعنی وجہ شبہ کیا ہے؟

جواب: جس طرح اسم فاعل کی تثنیہ جمع اور مؤنث آتی ہے اسی طرح صفت مشبہ کی بھی آتی ہے، یہی وجہ شبہ ہے، جیسے حسن، حسنة، حسنان، حسنتان، حسنون، حسنات، جیسے اسم فاعل میں کہتے ہیں، ضارب، ضاربة، ضاربان، ضاربتان، ضاربون، ضاربات۔

سوال: جس طرح صفت مشبہ کو اسم فاعل کے مشابہ قرار دیا گیا، کیا اسم تفضیل کو بھی اسم فاعل کے مشابہ قرار دیا جاسکتا ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ عام طور پر اسم تفضیل کی تثنیہ، جمع اور مؤنث نہیں آتی۔

سوال: صفت مشبہ کو اسم فاعل متعدی بیک مفعول سے مشابہ قرار دینے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مطلب یہ ہے کہ صفت مشبہ صرف ایک اسم کو نصب دیتی ہے۔

سوال: صفت مشبہ کو اسم فاعل سے مشابہ قرار دیا گیا؛ لیکن اسم مفعول سے مشابہ کیوں نہیں قرار دیا گیا؟

جواب: اس وجہ سے کہ اسم مفعول اور صفت مشبہ میں دو فرق ہیں: (۱) اسم مفعول معنی اور ذات پر دلالت نہیں کرتا ہے اور صفت مشبہ ان دونوں پر دلالت کرتی ہے، (۲) اسم مفعول کا مرفوع نائب فاعل ہوتا ہے، جب کہ صفت مشبہ مرفوع کا فاعل ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ دونوں چیزیں اسم فاعل میں پائی جاتی ہیں، اس لئے صفت مشبہ کو اسم فاعل کے مشابہ قرار دیا گیا)۔

سوال: صفت مشبہ اسم فاعل سے کتنی چیزوں میں مخالف ہوتی ہے؟

جواب: پانچ چیزوں میں۔

سوال: پہلی چیز کیا ہے؟

جواب: اسم فاعل ہمیشہ مضارع کے مطابق ہوتا ہے جیسے ضارب یضرب کے مطابق ہے، جبکہ

صفت مشبہ اکثر و بیشتر مضارع کے مطابق نہیں ہوتی ہے، جیسے حسن اور ظریف یحسن اور یظرف کے مطابق نہیں ہے، بہت کم مضارع کے مطابق ہوتی ہے جیسے طاھر اور ضامر یطھر اور یضمر کے مطابق ہیں۔ حتی کہ بعض نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ صفت مشبہ کبھی بھی مضارع کے مطابق نہیں ہوتی، حالانکہ ایسا نہیں ہے، لیکن اکثر مطابق نہیں ہوتی۔

سوال: آپ نے کہا کہ اسم فاعل ہمیشہ مضارع کے مطابق ہوتا ہے، لیکن داخل تو یدخل کے مطابق نہیں ہے۔ کیوں کہ داخل میں "خ" پر کسرہ ہے اور یدخل میں "خ" پر ضمہ؟

جواب: مطابقت کا اعتبار حرکت کا حرکت سے ہے نہ کہ بعینہ اس حرکت کا ہونا ضروری ہے، یعنی جس حرف پر مضارع میں حرکت ہے اسی حرف پر اسم فاعل میں بھی حرکت ہوگی، یہ ضروری نہیں کہ حرکت ایک ہی جیسی ہو۔

سوال: قائم اور یقوم میں تو یہ بات بھی نہیں؛ کیوں کہ قائم کا دوسرا حرف ساکن ہے جبکہ یقوم کا دوسرا حرف متحرک ہے؟

جواب: اصلاً یَقْوُمُ تھا، تیسرے حرف کی حرکت دوسرے پر آ گئی ہے، ورنہ دوسرا حرف اصلاً ساکن ہے اور اعتبار اصل کا ہے۔

سوال: دوسری چیز کیا ہے جس میں صفت مشبہ اسم فاعل سے مخالف ہوتی ہے؟

جواب: صفت مشبہ پائیداری پر دلالت کرتی ہے اور اسم فاعل حدوث وتجدد پر۔

سوال: تیسری چیز کیا ہے؟

جواب: اسم فاعل ماضی، حال اور استقبال ہر زمانہ کے لئے آتا ہے، اور صفت مشبہ صرف حال کے لئے۔

سوال: چوتھی چیز کیا ہے؟

جواب: صفت مشبہ کا معمول اس سے پہلے نہیں آ سکتا۔ چنانچہ زید وجھہ حسن میں وجھہ کو منصوب یعنی حسن کا معمول مقدم کر کے نہیں پڑھ سکتے، جبکہ اسم فاعل میں زید ضارب اباہ میں زید أباہ ضارب کہہ سکتے ہیں۔

سوال: صفت مشبہ کا معمول اس پر مقدم کیوں نہیں کر سکتے جب کہ اسم فاعل میں ایسا کر سکتے ہیں؟

جواب: اسم فاعل قوی ہے کیوں کہ وہ فعل کی فرع ہے، اور صفت مشبہ کمزور ہے کیوں کہ وہ فعل کی فرع (اسم فاعل) کی فرع ہے۔

سوال: پانچویں چیز کیا ہے؟

جواب: صفت مشبہ کا معمول اجنبی نہیں ہوتا ہے، صرف سببی ہوتا ہے، جبکہ اسم فاعل کا معمول سببی بھی ہوتا ہے اور اجنبی بھی ہوتا ہے۔

سوال: سببی سے کیا مراد ہے؟

جواب: سببی سے مراد یہ ہے کہ صفت مشبہ کا معمول تین چیزوں میں سے ایک ہوتا ہے۔

سوال: پہلی چیز کیا ہے؟

جواب: یہ کہ اس کا معمول موصوف کی ضمیر سے متصل ہو جیسے مررت برجل حسن وجهه کہ وجهه جو صفت مشبہ کا معمول ہے اس میں موصوف "رجل" کی ضمیر ہے۔

سوال: دوسری چیز؟

جواب: اس کا معمول ایسی چیز سے ملا ہوا ہو جو ضمیر کے قائم مقام ہوتی ہے جیسے مررت برجل حسن الوجه، کہ یہاں "حسن" کا معمول "وجه" الف لام سے ملا ہوا ہے۔ اور الف لام "ضمیر" کے قائم مقام ہوتا ہے۔

سوال: تیسری چیز؟

جواب: اس کے معمول کے ساتھ موصوف کی ضمیر مقدر ہو جیسے مررت برجل حسن وجهاً، کہ وجهاً میں موصوف "رجل" کی ضمیر موجود تو نہیں ہے، لیکن مقدر ہے؛ کیوں کہ اصل ہے: وجهاً منه۔

سوال: اسم فاعل کا معمول سببی بھی ہوتا ہے اس کی مثال؟

جواب: مررت برجل ضارب اباه کہ "أباه" جو ضارب کا معمول ہے اس میں رجل کی ضمیر ہے۔

سوال: اسم فاعل کا معمول اجنبی بھی ہوتا ہے اس کی مثال؟

جواب: مررت برجل ضارب عمرواً.

سوال: صفت مشبہ کے معمول کی کتنی حالتیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی حالت کیا ہے؟

جواب: یہ کہ صفت مشبہ کا معمول مرفوع ہو، جیسے مررت برجل حسن وجهُه۔

سوال: صفت مشبہ کا معمول مرفوع کیوں ہوتا ہے؟

جواب: اس کی دو وجہیں ہیں۔

سوال: پہلی کیا ہے؟

جواب: یہ کہ فاعلیت کی بنیاد پر مرفوع ہو، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، اس صورت میں صفت مشبہ میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی؛ بلکہ وہی مرفوع کلمہ فاعل ہوگا، کیوں کہ اگر اس میں فاعل کی ضمیر بھی پوشیدہ مانی جائے تو ایک ہی چیز کے دو فاعل ہو جائیں گے جو کہ جائز نہیں۔

سوال: دوسری وجہ کیا ہے؟

جواب: اس میں دوسری وجہ کی اجازت فارسی نے دی ہے، وہ یہ کہ صفت مشبہ میں فاعل کی ضمیر پوشیدہ مانی جائے اور اس کے معمول کو اسی ضمیر کا بدل مانا جائے، چنانچہ فارسی نے جنات عدن مفتحة لهم الأبواب میں اسی کے مطابق مفتحة میں نائب فاعل کی مرفوع ضمیر پوشیدہ کی ہے اور الأبواب کو اسی کا بدل بعض مانا ہے۔

سوال: صفت مشبہ کے معمول کی دوسری حالت کیا ہے؟

جواب: معمول پر نصب آئے، جیسے مررت برجل حسنٍ وجهاً. یا مررت برجل حسنٍ الوجهَ.

سوال: نصب آنے کی کیا وجہ ہوگی؟

جواب: جس معمول پر نصب آرہا ہے یا تو وہ نکرہ ہوگا یا معرفہ، اسی اعتبار سے نصب آنے کی وجہ الگ الگ ہوگی۔

سوال: اگر معمول نکرہ ہے تو نصب آنے کی کیا وجہ ہوگی؟

جواب: دو وجہیں ہو سکتی ہیں: (۱) تمیز کی بنیاد پر، یہی راجح ہے، (۲) مفعول بہ کی مشابہت کی بنیاد پر۔

سوال: اگر معمول معرفہ ہو تو نصب آنے کی کیا وجہ ہوگی؟

جواب: اس صورت میں صرف ایک وجہ ہوگی اور وہ ہے مفعول بہ سے مشابہت۔ اس صورت میں وہ تمیز کی وجہ سے منصوب نہیں ہو سکتا؛ کیوں کہ تمیز نکرہ ہوتی ہے، اور وہ معمول معرفہ ہوتا ہے۔ اگر چہ کوفیین کے نزدیک تمیز معرفہ بھی ہوتی ہے، لہذا ان کے نزدیک اس صورت میں بھی معمول کے منصوب کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ تمیز ہے۔

سوال: صفت مشبہ کے معمول کی تیسری حالت کیا ہوتی ہے؟

جواب: مجرور۔

سوال: معمول مجرور کب ہوگا؟

جواب: جب صفت مشبہ اس کی طرف مضاف ہو، جیسے مررت برجل حسن الوجه۔

سوال: جر اور نصب والی حالت میں صفت مشبہ کا مرفوع کون ہوگا؟

جواب: اس میں ایک ضمیر پوشیدہ ہوگی، جو فاعل ہوگی۔

سوال: ان تینوں حالتوں میں اصل کیا ہے؟

جواب: رفع والی حالت اصل ہے، اس لئے کہ وہ معنی کے اعتبار سے سب سے کم ہے۔

سوال: معنی کے اعتبار سے کم ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مطلب یہ ہے کہ نصب اور جر والی صورت میں پہلے حسن کی نسبت ایک تمیز کی طرف ہوگی پھر اس کے معمول کی طرف۔ اس میں کئی مرحلے ہیں، جب کہ مرفوع والی حالت میں حسن کی نسبت صرف اس کے فاعل کی طرف ہو جائے گی اور بات پوری ہو جائے گی۔

سوال: دوسرے نمبر پر کون سی حالت ہے؟

جواب: نصب والی اور پھر تیسرے نمبر پر جر والی۔

(۷) اسم تفضیل

سوال: اسم تفضیل کسے کہتے ہیں؟

جواب: اسم تفضیل ایسا صفتی صیغہ ہے جو شرکت اور زیادتی پر دلالت کرے، یعنی کسی صفت میں دو افراد شریک ہوں اور ایک اس میں دوسرے سے آگے نکل جائے، جیسے أعلم، أكثر، أفضل۔

سوال: اسم تفضیل کی کتنی حالتیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی حالت کیا ہے؟

جواب: پہلی حالت وہ ہے جس میں اسم تفضیل کا مفرد اور مذکر ہونا لازم ہے۔

سوال: اسم تفضیل کا مفرد اور مذکر لانا کب لازم ہے؟

جواب: دو صورتوں میں مفرد اور مذکر لانا ضروری ہے۔

سوال: پہلی صورت کیا ہے؟

جواب: یہ کہ اسم تفضیل کے بعد مفضول (مفضل علیہ) پر مِنْ جارہ داخل ہو جیسے زید أفضل من عمرو، الزيدان أفضل من عمرو، الزيدون أفضل من عمرو، الهند أفضل

من عمرو، الهندان أفضل من عمرو، الهندات أفضل من عمرو. واحد، تثنیہ، جمع مذکر، مؤنث سب کے لئے اسم تفضیل واحد بھی ہے اور مذکر بھی۔ قرآن میں ہے: إذ قالوا ليوسف وأخوه أحب إلى أبينا منا ۔ اور قل إن كان آباؤكم وأبناؤكم وإخوانكم وأزواجكم وعشيرتكم وأموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومساكن ترضونها أحب إليكم من الله ورسوله وجهاد فى سبيله" پہلی آیت میں تثنیہ کے لئے اور دوسری میں جمع کے لئے اسم تفضیل مفرد ہی ہے۔

سوال: دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: اسم تفضیل نکرہ کی طرف مضاف ہو، جیسے زيد أفضل رجل، الزيدان أفضل رجلين، الزيدون أفضل رجال، هند أفضل امرأة، الهندان أفضل امرأتين. الهندات أفضل نسوة.

جواب: اسم تفضیل کی دوسری حالت کیا ہے؟

سوال: دوسری حالت یہ ہے کہ اسم تفضیل اپنے موصوف کے مطابق ہو۔

سوال: اسم تفضیل موصوف کے مطابق کب ہوگا؟

جواب: جب اس پر الف لام ہو، جیسے زيد الأفضل، الزيدان الأفضلان، الزيدون الأفضلون، هند الفضلى، الهندان الفضليان، الهندات الفضليات يا الفُضَل.

سوال: اسم تفضیل کی تیسری حالت کیا ہے؟

جواب: تیسری حالت وہ ہے جس میں مطابق لانا اور نہ لانا دونوں صورتیں جائز ہوتی ہیں۔

سوال: دونوں صورتیں کب جائز ہوتی ہیں؟

جواب: جب اسم تفضیل معرفہ کی طرف مضاف ہو۔ جیسے الزيدان أفضل القوم. اور الزيدان أفضلا القوم دونوں جائز ہیں۔ قرآن میں ولتجدنهم أحرص الناس میں جمع کے لئے واحد اور وكذلك جعلنا فى كل قرية أكابر مجرميها میں جمع کے لئے جمع استعمال کیا ہے۔

سوال: ابن السراج کیا کہتے ہیں؟

جواب: کہتے ہیں کہ اس صورت میں مطابق نہ لانا ہی ضروری ہے۔

سوال: ابن السراج کی یہ بات کہاں تک درست ہے؟

جواب: کوفیین نے اسے تسلیم نہیں کیا ہے اور وکذلك جعلنا فی كل قرية أكابر مجرميها سے ان کا رد کیا ہے، کہ اس آیت میں مطابق ہی استعمال کیا گیا ہے۔

سوال: کیا اسم تفضیل کا مفعول آتا ہے؟

جواب: نہیں، اس پر تمام نحویین کا اتفاق ہے۔

سوال: إن ربك هو أعلم من ضل عن سبيله میں کیا 'من' أعلم کا مفعول نہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس کا مفعول آتا ہی نہیں ہے۔

سوال: کیا مذکورہ آیت میں 'أعلم'' من' کی طرف مضاف ہے؟

جواب: مضاف بھی نہیں، کیوں اسم تفضیل مضاف الیہ کا بعض ہوتا ہے اگر آیت میں مضاف کو مضاف الیہ کا جزء مان لیا جائے تو مطلب ہوگا أعلم المضلين (گمراہوں میں سب سے زیادہ جاننے والا) جو کہ غلط ہے۔

سوال: پھر ''من'' کا عامل کون ہے؟

جواب: ''يعلم'' محذوف ہے، اور حذف اس لئے کر دیا کہ 'أعلم'' اس پر دلالت کر رہا ہے۔

سوال: کیا اسم تفضیل اسم ضمیر کو رفع دیتا ہے؟

جواب: تمام نحویین کے نزدیک اسم تفضیل ضمیر مستتر کو رفع دیتا ہے، یعنی اس کا فاعل اس میں بھی ایک ضمیر ہوتی ہے، جیسے زيد أفضل من عمرو، تو أفضل میں فاعل کی ضمیر ہے جو زید کی طرف لوٹ رہی ہے۔

سوال: کیا اسم تفضیل اسم ظاہر کو رفع دیتا ہے؟

جواب: اس کے بارے میں اہل عرب میں دو گروہ ہیں۔

سوال: ایک گروہ کیا کہتا ہے؟

جواب: ایک گروہ کہتا ہے کہ (جس طرح اسم تفضیل ضمیر مستتر کو رفع دیتا ہے اسی طرح) اسم تفضیل اسم ظاہر کو مطلقاً رفع دیتا ہے، کوئی قید نہیں۔ جیسے مررت برجل أفضل منه أبوه۔ تو''أفضل'' رجل کی صفت ہے اور مجرور ہے، غیر منصرف ہونے کی وجہ سے اس پر فتحہ آیا ہے، اور 'أبوه' أفضل کا فاعل ہے۔

سوال: دوسرا گروہ کیا کہتا ہے؟

جواب: دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اسم تفضیل ہر جگہ تو اسم ظاہر کو رفع نہیں دیتا، صرف مسئلہ کحل میں رفع دیتا ہے۔

سوال: پہلے گروہ والوں نے مررت برجل أفضل منه أبوه کی جومثال دی تھی دوسرے گروہ والے اس کی کیا توجیہ کرتے ہیں؟

جواب: کہتے ہیں کہ أفضل پر رفع پڑھنا ضروری ہے، یہ خبر مقدم ہے، اور أبوہ مبتدا مؤخر ہے۔ اور أفضل میں فاعل کی ضمیر ہے جو أبوہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔

سوال: ان دونوں میں سے کس گروہ کی لغت زیادہ استعمال ہوتی ہے؟

جواب: دوسرے گروہ کی، جو کہتے ہیں کہ اسم تفضیل صرف مسئلہ کحل میں ہی اسم ظاہر کو رفع دیتا ہے۔

سوال: یہ مسئلہ کحل کیا ہے؟

جواب: اس کا قاعدہ یہ ہے کہ کلام میں نفی ہو، اس کے بعد اسم جنس ہو، جو اسم تفضیل کا موصوف ہو، اس کے بعد ایک اسم (یعنی فاعل) ہو جو دو اعتبار سے مفضل ہو یعنی ایک اعتبار سے مفضل اور ایک اعتبار سے مفضل علیہ، جیسے ما رأیت رجلا أحسن فی عینه الكحل منه فی عین زید. تو اس مثال میں "أحسن" نے "الكحل" اسم ظاہر کو رفع دیا ہے۔

سوال: اگر کلام میں نفی کی جگہ نہی یا استفہام ہو تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: تب بھی یہی حکم ہوگا، نہی کی مثال: لا یکن احد أحب إلیه الخیر منه إلیك، استفہام کی مثال: هل رأیت رجلا أحسن فی عینه الكحل منه فی عین زید.

توابع کا بیان

سوال: توابع کسے کہتے ہیں؟

جواب: توابع ایسے کلمات کو کہتے ہیں جن پر اعراب دوسروں کی اتباع میں آتا ہے۔

سوال: توابع کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: پانچ: نعت، تاکید، عطف بیان، عطف نسق اور بدل۔

پہلی قسم: نعت

سوال: نعت کسے کہتے ہیں؟

جواب: نعت ایسا تابع ہے جو مشتق ہو، یا مشتق کی تاویل میں ہو، اپنے متبوع کے لفظ کے علاوہ کوئی اور لفظ ہو۔

سوال: نعت کی تعریف میں مشتق یا مؤول مشتق کہہ کر کیا مقصود ہے؟

جواب: مقصود یہ ہے کہ اس کی تعریف سے دوسرے تمام توابع نکل جائیں؛ کیوں کہ وہ مشتق نہیں ہوتے؛ بلکہ جامد ہوتے ہیں، جیسے تاکید جاء القوم أجمعون یاجاء زید زید، بیان اور بدل جیسے: جاء زید ابو عبدالله، عطف نسق: جیسے: جاء زید وعمرو کہ سب جامد ہیں۔

سوال: ''اپنے متبوع کے لفظ کے علاوہ کوئی اور لفظ ہو'' کہہ کر کیا فائدہ ہوا؟

جواب: مشتق یا مؤول مشتق کہہ کر تمام توابع نکل گئے تھے، لیکن تاکید لفظی رہ گئی تھی، کیوں کہ تاکید لفظی کبھی کبھی مشتق بھی آتی ہے، جیسے جاء زید الفاضل الفاضل، ضرورت تھی کہ نعت کی تعریف سے اسے نکالا جائے، اس مقصد سے یہ جملہ کہا گیا۔

سوال: اوپر کہا گیا کہ نعت کے علاوہ تمام توابع جامد ہوتے ہیں، لیکن قال ابو بکر الصديق اور قال عمر الفاروق میں الصدیق اور الفاروق جو عطف بیان یا بدل ہیں دونوں مشتق ہیں؟

جواب: ہیں تو مشتق؛ لیکن دونوں خلفاء کے لقب ہیں، جس کی وجہ سے علم کے درجہ میں آگئے ہیں۔

سوال: رأیت کاتبا وشاعرا میں معطوف بھی مشتق ہے جبکہ اوپر کہا گیا کہ نعت کے علاوہ تمام توابع جامد ہوتے ہیں؟

جواب: اصل میں ''شاعرا'' معطوف ہے ہی نہیں، معطوف تو رجلا ہے جو اس کا موصوف ہے اور محذوف ہے۔ (اسی طرح کاتبا حقیقت میں مفعول نہیں؛ بلکہ یہاں بھی رجلا محذوف ہے اور وہی اصلا مفعول ہے) جملے کی اصل ہے: رأیت رجلا کاتبا ورجلا شاعرا۔

سوال: نعت کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب: لغت کا فائدہ یہ ہے کہ یا تو وہ (۱) متبوع کی تخصیص کرے گی، جیسے مررت برجل کاتب (۲) یا معرفہ کی وضاحت کرے گی، جیسے مررت بزید الخیاط۔ یا (۳) متبوع کی مدح کرے گی جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم یا (۴) متبوع کی مذمت کرے گی، جیسے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، (۵) یا رحم پر دلالت کرے گی جیسے اللھم ارحم عبدك المسكين (٦) یا متبوع کی تاکید کرے گی جیسے تلك عشرة كاملة . فإذا نفخ فی الصور نفخة واحدة۔

سوال: اسم کی کتنی حالتیں ہو سکتی ہیں؟

جواب: دس: واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، معرفہ، نکرہ، مرفوع، منصوب، مجرور۔

سوال: ان دسوں میں سے ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ کسی اسم پر کتنی حالتیں آسکتی ہیں؟

جواب: چار۔ واحد، تثنیہ، جمع میں سے ایک، مذکر مؤنث میں سے ایک، معرفہ نکرہ میں سے ایک، مرفوع منصوب مجرور میں سے ایک، جیسے جاء نی زید، اس میں مفرد، مذکر، معرفہ اور مرفوع چار جمع ہیں، اگر جاء نی رجل کہیں تو اس میں مفرد، مذکر، نکرہ اور مرفوع ہیں، اگر رأیت زیدا کہیں تو اس میں مفرد، مذکر، منصوب، معرفہ جمع ہیں، وقس علی ھذا۔

سوال: نعت ان دس چیزوں میں سے کتنی چیزوں میں ہمیشہ اپنے متبوع کے مطابق ہوگی؟

جواب: بعض نحویین کے الفاظ سے لگتا ہے کہ نعت ہمیشہ دس میں سے چار چیزوں میں اپنے منعوت کے مطابق ہوگی، حالانکہ ایسا نہیں ہے؛ بلکہ ہمیشہ تو صرف پانچ میں سے دو میں مطابقت ضروری ہے، وہ پانچ یہ ہیں: رفع، نصب، جر، معرفہ، نکرہ، باقی مذکر مؤنث اور واحد تثنیہ جمع میں کبھی تو ان سے دو میں مطابق ہوگی اور کبھی نہیں ہوگی، جب صفت حقیقی ہوگی تو ان دونوں میں بھی مطابق ہوگی اور جب صفت سببی ہوگی تو صرف اوپر کے دونوں میں مطابقت ضروری ہے ان دونوں میں نہیں۔ (حقیقی اور سببی کی تفصیل آگے آرہی ہے)۔

سوال: کیا اعراب میں کبھی صفت موصوف کے خلاف آسکتی ہے؟

جواب: نہیں، کبھی نہیں۔

سوال: ھذا جحر ضب خربٍ میں تو موصوف یعنی جحر مرفوع ہے؛ لیکن "خرب" صفت مجرور ہے؟

جواب: پہلی بات تو یہ کہ اکثر "اہل عرب" "خرب" کو مرفوع پڑھتے ہیں۔ لہذا کوئی اشکال ہی نہیں، لیکن جو لوگ مجرور پڑھتے ہیں تو دراصل وہ مجرور کے پڑوس کی وجہ سے پڑھتے ہیں، جس کو جر جوار کہا جاتا ہے، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔ (۱۳۳) قد یؤخذ الجار بجرم الجار کہ کبھی کبھی پڑوسی کے جرم میں پڑوسی پکڑ لیا جاتا ہے۔

سوال: جر جوار دینے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

جواب: جر جوار کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دو ملے ہوئے کلموں میں مناسبت پیدا کردیں گرچہ معنی اس کے مخالف ہوں۔ اس اعتبار سے "خرب" میں ضمہ مقدر ہوگا، جو اس وجہ سے ظاہر نہیں ہو رہا ہے کہ اس پر پڑوسی کی حرکت آئی ہوئی ہے۔ لہذا یہ ایسے ہی ہے جیسے الحمدلله میں حسن بصریؒ نے اللہ کی وجہ سے الحمد کی دال کو مکسور پڑھا ہے، اب کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ مبتدا بھی کبھی مرفوع نہیں ہوتا ہے؟ نہیں کہا جاسکتا ہے کیوں کہ یہ حرکت تو پڑوس کی وجہ سے آئی ہے ورنہ

مبتدا کا اعراب تو ہمیشہ رفع ہوتا ہے، اور جیسے کوئی کہتا ہے کہ رأیت زیدا یا مررت بزید اور آپ اس سے پوچھیں کہ من زیدا یا من زید، تو ظاہر ہے کہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ خبر کو نصب یا جر دے دیا گیا، بلکہ ایسا تو آپ نے اس لئے کہا کہ جو اعراب آپ کے مخاطب نے دیا تھا وہی آپ نے بھی ''اعراب حکائی'' کی بنیاد پر دے دیا۔

سوال: صفت حقیقی کیا ہے؟

جواب: صفت حقیقی جو اپنے موصوف میں پائی جانے والی کسی صفت کو بتائے جیسے جاء محمود الشاعر۔

سوال: یہ صفت کتنی چیزوں میں موصوف کے مطابق ہوتی ہے؟

جواب: یہ صفت دس میں سے چار چیزوں میں اپنے متبوع کے مطابق ہوتی ہے۔

سوال: صفت سببی کیا ہوتی ہے؟

جواب: یہ اپنے موصوف کے متعلق کی صفت بیان کرتی ہے جیسے هذا رجل عالم أبوه تو اس مثال میں ''عالم'' رجل کی صفت نہیں ہے؛ بلکہ اس کے متعلق ''أبوه'' کی صفت ہے۔

سوال: یہ کتنی چیزوں میں مطابق ہوتی ہے؟

جواب: یہ دس میں سے صرف دو میں مطابق ہوتی ہے یعنی اعراب میں اور معرفہ نکرہ میں، باقی تذکیر و تانیث میں اپنے فاعل کے مطابق ہوتی ہے، اور واحد تثنیہ جمع میں کسی کے مطابق نہیں ہوتی، بلکہ ہمیشہ مفرد ہی ہوتی ہے، کیوں کہ اس کا فاعل ظاہر ہوتا ہے، تذکیر و تانیث اور واحد تثنیہ جمع میں اس کا یہ حکم اس لئے ہوتا ہے کہ یہ صفت فعل کے درجہ میں ہوتی ہے، لہذا اگر اس جگہ پر فعل آجائے تو اس کا بھی یہی حکم ہوگا جو صفت کا ہے۔

سوال: صفت (سببی) اگر اپنے موصوف کی ضمیر کو رفع دے رہی ہو تو کتنی چیزوں میں مطابقت ہوگی؟

جواب: (اعراب اور معرفہ نکرہ میں تو مطابقت ہمیشہ ہوتی ہی ہے) اس صورت میں واحد تثنیہ جمع اور مذکر مؤنث میں بھی مطابقت ہو جائے گی، تو اس طرح دس میں سے چار چیزوں میں مطابقت پائی جائے گی جیسا کہ معربین نے کہا تھا، مثال: مررت برجل قائم، برجلين قائمين، برجال قائمين، بامرأة قائمة، بامرأتين قائمتين، بنسوة قائمات، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہاں فعل آجاتا ہے تو بھی اسی طرح استعمال کرتے، کہا جاتا مررت برجل قام، مررت برجلين قاما، مررت برجال قاموا، مررت

بامرأة قامت، مررت بامرأتين قامتا، مررت بنساء قمن۔

سوال: صفت (سببی) اگر اسم ظاہر کو رفع دے رہی ہے تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: (معرفہ نکرہ اور اعراب میں تو مطابقت ضروری ہوگی لیکن) اس صورت میں مذکر مؤنث اور واحد تثنیہ جمع میں اپنے موصوف کے مطابق نہ ہوگی، بلکہ مذکر مؤنث میں اسم ظاہر کے مطابق ہوگی، کہا جائے گا مررت برجل قائمة أمه، تو قائمة کو رجل کی وجہ سے مذکر نہیں لائیں گے بلکہ ''أمـــه'' کی وجہ سے مؤنث لائیں گے جیسا کہ اگر یہاں فعل ہوتا تو کہتے مـررت برجل قامت أمه ،اسی طرح کہیں گے مررت بامرأة قائم ابوها، امرأة کی وجہ سے قـائمة نہیں کہیں گے؛ بلکہ أبـوهـا کی وجہ سے مذکر لائیں گے جیسا کہ فعل ہوتا تو کہتے، مـررت بـامـرأة قام ابوها، قرآن میں ہے، ربـنـا أخـرجـنـا من هذه القرية الـظالم أهلها. اور باقی ہر حال میں واحد ہی آئے گی، کہیں گے، مـررت برجلين قائم ابـواهـمـا، مـررت رجـال قائم آباء هم، جیسا کہ قـائم کی جگہ فعل ہوتا تو کہتے قام ابواهما، او قام آباؤهم.

سوال: جو لوگ فاعل کے حساب سے فعل کو تثنیہ اور جمع لانے قائل ہیں کیا ان کے مطابق ایسے موقع پر صفت کو بھی تثنیہ اور جمع لایا جاسکتا ہے؟

جواب: لایا جاسکتا ہے، ان حضرات کے مطابق صفت کو تثنیہ اور جمع سالم لاسکتے ہیں، جیسے مـــررت برجلين قائمين ابواهما، مررت برجال قائمين آباؤهم.

سوال: اگر اسم ظاہر جمع ہو تو کیا صفت کو جمع مکسر لاسکتے ہیں؟ اگر لاسکتے ہیں تو سب کے نزدیک یا کسی کا اختلاف ہے؟

جواب: بالاتفاق لاسکتے ہیں، جیسے مـررت بـرجـال قيـام آبـاء هـم، مـررت برجل قعود غلمانه۔

سوال: ایسے موقع پر صفت کو واحد لانا بہتر ہے یا جمع مکسر؟

جواب: جمع مکسر لانا زیادہ بہتر ہے۔ (اور جمع صحیح لانے سے مفرد لانا ہی صحیح ہے)

سوال: اگر موصوف صفت کے بغیر بھی معلوم ومشہور ہو تو صفت کے اعراب کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں صفت کو موصوف کے تابع بھی لاسکتے ہیں، اور الگ بھی لاسکتے ہیں۔

سوال: اگر تابع نہ لائیں تو اس پر کیا اعراب آئے گا؟

جواب: رفع بھی آسکتا ہے، مبتدا پوشیدہ مان کر، اور نصب آسکتا ہے فعل محذوف مان کر جیسے أذم، أمدح، أعنی وغیرہ۔ صفت مدح کی مثال: الحمد لله رب العالمین، اس میں سیبویہ نے تابع بنا کر جر پڑھنے کی اجازت دی ہے اور أمدح مقدر مان کر نصب کی اور "ھو" مقدر مان کر رفع کی بھی، اور سیبویہ نے یہ بیان کیا ہے کہ میں نے بعض اہل عرب کو ربَّ العلمین منصوب پڑھتے ہوئے سنا تو میں نے یونس سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ بھی عربی ہی ہے یعنی قاعدے کے مطابق ہے۔ صفت مذمت کی مثال: وامراتہ حمالة الحطب، جمہور نے تابع بنا کر حمالة مرفوع پڑھا ہے جبکہ عاصم نے 'أذم'' مقدر مان کر منصوب پڑھا ہے۔ صفت ترحم کی مثال: مررت بزید المسکین، اتباع کی وجہ سے جر اور أرحم مقدر مان کر نصب اور" ھو "مقدر کر مان کر رفع تینوں صحیح ہیں۔ صفت توضیح کی مثال: مررت بزید التاجر، اعنی مان کر نصب، ھو مان کر رفع اور اتباع کی بنیاد پر جر تینوں صحیح ہیں۔

سوال: صفت کو تابع بنانے نہ بنانے میں کیا اس میں کوئی فرق ہے کہ موصوف حقیقۃ مشہور ہو یا متکلم اسے مشہور سمجھ کر (ادعاءً) ایسا کرے؟

جواب: کوئی فرق نہیں۔ سیبویہ نے اپنی کتاب میں اس کی صراحت کی ہے کہ مررت بقومك الكرام میں نصب اور رفع بھی جائز ہے، جبکہ آپ مخاطب کو ایسا سمجھیں کہ گویا کہ وہ ان کو جانتا ہے۔

دوسری قسم: تاکید

سوال: تاکید کو کس طرح ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: الف کے ساتھ بھی تاکید اور ہمزہ کے ساتھ بھی تأکید۔

سوال: تاکید کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: لفظی، اور معنوی۔

سوال: تاکید لفظی کسے کہتے ہیں؟

جواب: اس تاکید کو کہتے ہیں جس میں پہلے ہی والے لفظ کو بطور تاکید دوبارہ لایا جائے، چاہے اسم ہو جیسے شعر ہے۔

(۱۳۴) أخاك أخاك ،إن من لا أخا له كساعٍ إلى الهيجا بغير سلاح

پہلا "أخاك" تو الزم یا احفظ جیسے فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے اور دوسرا اس کی

تاکید ہے۔

یا چاہے فعل ہو جیسے

(۱۳۵)فأين إلى أين النجاة ببغلتي أتاك أتاك اللاحقون احبس احبس

سوال: أتاك أتاك اللاحقون میں لاحقون کون سے أتاك کا فاعل ہے؟

جواب: اس سلسلے میں تین قول ہیں۔

سوال: پہلا قول کیا ہے؟

جواب: اللاحقون پہلے أتاك کا فاعل ہے،اور دوسرے أتاك کا کوئی فاعل نہیں، کیوں کہ وہ اسناد کے لئے لایا ہی نہیں گیا ہے،وہ تو محض تاکید کے طور پر لایا گیا ہے۔

سوال: دوسرا قول کیا ہے؟

جواب: لاحقون بیک وقت دونوں کا فاعل ہے،اس لئے کہ أتاك أتاك لفظاً اور معنیً ایک ہی ہیں جس کی وجہ سے دونوں ایک ہی کلمہ کی طرح ہیں۔

سوال: تیسرا قول کیا ہے؟

جواب: یہ تنازع کے باب سے ہے،دونوں فعل "لاحقون" کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔

سوال: اس تیسرے قول پر کیا اعتراض کیا گیا ہے؟

جواب: اگر باب تنازع سے ہوتا تو ایک فعل میں ضمیر پوشیدہ ہوتی، اگر پہلے کو عمل دلاتے تو أتاك أتوك اللاحقون ہوتا،اور اگر دوسرے کو عمل دلاتے تو أتوك أتاك اللاحقون ہوتا۔

سوال: تاکید لفظی جو حرف ہو اس کی مثال دیجیے؟

جواب: شعر (۱۳۶) لا لا أبوح بحب بثنة أخذت عليّ مواثقا وعهوداً

سوال: کیا كلا إذا دكت الارض دكاً دكاً، میں دكاً دكاً اور وجاء ربك والملك صفاً صفاً میں صفاً صفاً تاکید کے لئے آیا ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: تاکید کیوں نہیں؟

جواب: اس لئے کہ اس کے معنی دكاً بعد دك اور صفاً بعد صف ہیں،یعنی اس عمل میں زور اور تاکید کے معنی مقصود نہیں؛ بلکہ اس جملہ کی تکرار اور بار بار ہونا مقصود ہے۔جیسے کہ علمته الحساب باباً باباً میں یہ مطلب نہیں کہ ایک ہی باب سکھایا؛ بلکہ مطلب ہوتا ہے کہ ایک

باب کے بعد دوسرا باب، دوسرے باب کے بعد تیسرا۔

سوال: کیا کچھ نحویین نے ان دونوں آیتوں میں تاکید بھی مانی ہے۔

جواب: ہاں، بہت سے نحویین نے انھیں تاکید مانا ہے۔

سوال: کیا مؤذن کا قول الله اكبر، الله اكبر تاکیدِ جملہ کی قبیل سے ہے؟

جواب: ابن جنی کے نزدیک تو تاکید کے لئے ہے؛ لیکن دوسرے حضرات کے نزدیک دوسرا جملہ پہلے جملے کی تاکید نہیں؛ بلکہ مستقل جملہ ہے۔

سوال: کیا قد قامت الصلوة، قد قامت الصلوة میں دوسرا جملہ پہلے جملے کی تاکید ہے؟

جواب: ہاں؛ کیوں کہ اس میں دوسری بار جو کہہ رہا ہے وہ پہلے کی تاکید ہے، جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جلدی آؤ، ورنہ جماعت چھوٹ جائے گی۔

سوال: تاکید معنوی کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس میں کوئی لفظ تو مکرر نہیں لایا جاتا ہے؛ لیکن خاص الفاظ کے ذریعہ تاکید پیدا کردی جاتی ہے۔

سوال: تاکید معنوی کے لئے کون کون سے الفاظ آتے ہیں؟

جواب: نفس، عین، كل، كلا، كلتا، أجمع جمعاء وغیرہ۔

سوال: نفس اور عين کس معنی میں استعمال ہوتے ہیں؟

جواب: یہ ذات (متبوع) سے احتمال کو ختم کرنے کے لئے آتے ہیں، جیسے آپ نے کہا جاء زيد، تو اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ زید خود آیا ہو اور یہ بھی کہ اس کا خط یا اس کی خبر آئی ہو؛ لیکن جب آپ نے نفسه (يا عينه) کہہ دیا تو دوسرا احتمال ختم ہو گیا۔

سوال: ان دونوں کا استعمال کس طرح ہوتا ہے؟

جواب: ان دونوں میں ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مؤکد کی طرف لوٹے۔

سوال: کیا عين اور نفس سے الگ الگ تاکید لائی جائے گی یا دونوں سے بیک وقت بھی تاکید لا سکتے ہیں؟

جواب: الگ الگ بھی لا سکتے ہیں، اور ایک ساتھ بھی۔

سوال: اگر دونوں کو ایک ساتھ لائیں تو کیا شرط ہے؟

جواب: شرط یہ ہے کہ پہلے نفس کو لایا جائے، مثال: جاء زيد نفسه عينه۔

سوال: کیا جاء زيد عينه نفسه کہنا صحیح ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ دونوں ایک ساتھ ہیں اور نفس کو پہلے نہیں لایا گیا ہے جبکہ اس کو پہلے لانا ضروری ہوتا ہے۔

سوال: اگر مؤکد مفرد ہے تو عین اور نفس کو کس طرح استعمال کیا جائے گا؟

جواب: اگر مؤکد مفرد ہے تو ان دونوں کو بھی مفرد لانا ضروری ہے، جاء زید نفسه، عینه۔

سوال: اگر مؤکد تثنیہ ہے تو؟

جواب: اس صورت میں ان دونوں کو تثنیہ بھی لاسکتے ہیں جیسے جاء الزیدان نفساهما، عیناهما؛ لیکن چونکہ اس صورت میں دو تثنیہ جمع ہو رہے ہیں جو پسندیدہ نہیں، اس وجہ سے اگر مؤکد تثنیہ ہے تو ان دونوں کو جمع لانا ہی بہتر ہے، کہا جائے گا جاء الزیدان أنفسهما، أعینهما۔

سوال: اگر مؤکد جمع ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مؤکد جمع ہے تو ان دونوں کو بھی جمع لانا واجب ہے، جیسے: جاء الزیدون أنفسهم، أعینهم: جاء ت الهندات أنفسهن أعینهن۔

سوال: نفس اور عین کی جمع کس وزن پر آئے گی۔

جواب: أفعُل کے وزن پر۔

سوال: کل کس معنی میں تاکید کے لئے آتا ہے؟

جواب: خصوص کے احتمال کو عموم کے لفظ سے دور کرنے کے لئے آتا ہے۔یعنی اس کی وجہ سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ یہ کام کچھ خاص لوگوں نے نہیں کیا بلکہ سب اس میں شریک تھے، جیسے کسی نے کہا "جاء القوم" تو اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ سب آئے اور یہ بھی کہ بعض آئے، ہو سکتا ہے کہ آپ نے قوم سے بعض مراد لیا ہو، لیکن جب کلهم کہد یا تو بعض کا احتمال ختم ہو گیا۔

سوال: کل سے تاکید کتنی شرطوں کے ساتھ لائی جا سکتی ہے؟

جواب: تین شرطوں کے ساتھ۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: جس کی تاکید لائی گئی ہے وہ تثنیہ نہ ہو، یا تو مفرد ہو یا جمع۔

سوال: دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: بذات خود مؤکد کے یا مؤکد کے عامل کے اجزاء ہو سکتے ہوں۔

سوال: مؤکد کے اجزاء ہوسکنے کی مثال؟

جواب: ''فسجد الملائكة كلهم أجمعون'' کہ ملائکہ کے اجزاء ہوسکتے ہیں، کہ یہ ہوسکتا ہے بعض نے سجدہ کیا ہو اور بعض نے نہ کیا ہو۔

سوال: مؤکد کے عامل کے اجزاء ہوسکنے کی مثال؟

جواب: ''اشتريت العبد كله'' ظاہر ہے کہ غلام کی ذات کے تو اجزاء نہیں ہوسکتے لیکن ''عبده'' کے عامل یعنی ''اشتری'' کے اجزاء ہوسکتے ہیں، کہ کچھ حصہ کسی نے خریدا ہو اور کچھ کسی نے۔

سوال: جاء زيد كله کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ دوسری شرط مفقود ہے، نہ تو مؤکد "زيد" کے اجزاء ہوسکتے ہیں، اور نہ ہی "جاء" کے۔

سوال: تیسری شرط کیا ہے؟

جواب: ''كل'' سے ایک ضمیر ملی ہو جو مؤکد کی طرف لوٹ رہی ہو۔

سوال: إنا كل فيها میں کیا کل تاکید کے لئے آیا ہے؟

جواب: نہیں، کیوں کہ تیسری شرط نہیں پائی جا رہی ہے، اس میں کوئی ضمیر نہیں ہے، البتہ زمخشری اور فراء کا اس میں اختلاف ہے، وہ اسے تاکید کے لئے مانتے ہیں۔

سوال: كلا اور كلتا کس معنی میں استعمال ہوتے ہیں؟

جواب: تاکید میں یہ وہی معنی دیتے ہیں، جو کل کے ہوتے ہیں، یعنی خصوص کے احتمال کو ختم کرتے ہیں، جیسے کسی نے کہا: جاء الزيدان تو اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں ایک ساتھ آئے اور بظاہر یہی معنی ہیں، لیکن ان میں سے کسی ایک کے آنے کا بھی احتمال ہے کہ ایک زید آیا، لیکن جب كلاهما کہہ دیا تو دوسرا احتمال ختم ہوگیا۔

سوال: جاء الزيدان میں ایک زید کے آنے کا احتمال کیسے ہوسکتا ہے جب کہ الزيدان تثنیہ ہے؟

جواب: ظاہراً تو یہی معنی ہیں کہ دونوں آئے لیکن ایک کے آنے کا بھی احتمال ہوسکتا ہے، کہ کبھی تثنیہ سے بھی واحد مراد ہوتا ہے، جیسے ''لولا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم'' کہ اس میں على رجل من إحدى القريتين مراد ہے۔

سوال: كلا اور كلتا سے تاکید لانے کی کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: چار۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: مؤکد تثنیہ ہو۔

سوال: دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: ان دونوں کی جگہ پر واحد کا آنا صحیح ہو، یعنی عامل ایسا نہ ہو جو شرکت کے معنی پر دلالت کرتا ہو، کہ اس میں واحد مراد ہو ہی نہیں سکتا جیسے اشترك۔

سوال: کیا ''اختصم الزيدان كلاهما'' کہنا صحیح ہوسکتا ہے؟

جواب: نہیں، کیوں کہ دوسری شرط مفقود ہے، اس کی جگہ اختصم أحد الزيدان نہیں آسکتا؛ اس لئے کہ خصومت کم از کم دو میں ہوتی ہے۔

سوال: تیسری شرط کیا ہے؟

جواب: جس فعل کی ان دونوں کی طرف اسناد کی گئی ہے ان دونوں کے معنی مختلف نہ ہوں۔

سوال: کیا "مات زيد وعاش عمرو كلاهما" کہنا صحیح ہے؟

جواب: نہیں، اس لئے کہ تیسری شرط مفقود ہے، عاش اور مات دونوں کے معنی الگ الگ ہیں۔

سوال: چوتھی شرط کیا ہے؟

جواب: دونوں سے ایک ضمیر ملی ہو جو مؤکد کی طرف لوٹ رہی ہو۔

سوال: أجمع اور جمعاء سے تاکید کس طرح آتی ہے؟

جواب: عام طور سے ان کے ذریعہ تاکید كل کے بعد لائی جاتی ہے، جیسے جاء القوم كلهم أجمعون۔

سوال: کیا أجمع اور جمعاء میں بھی مؤکد کی ضمیر کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: نہیں، اسی وجہ سے کہا جاسکتا ہے ''اشتريت العبد كله أجمع، اشتريت الأمة كلها جمعاء" اشتريت العبيد كلهم أجمعين، اشتريت الإماء كلهن جمع، قرآن میں ہے ''فسجد الملائكة كلهم أجمعون"۔

سوال: اگر ان سے پہلے کل نہ ہو تو کیا ان سے تاکید لائی جاسکتی ہے؟

جواب: لائی جاسکتی ہے، قرآن میں ہے "لأغوينهم أجمعين، وإن جهنم لموعدهم أجمعين، حدیث میں ہے ''إذا صلى الإمام جالساً فصلوا جلوساً

أجمعون "(أجمعون: صلوا کی ضمیر کی تاکید کی وجہ سے مرفوع بھی پڑھا گیا ہے اور اس کا حال بنا کر منصوب بھی؛ لیکن حال بنانا ضعیف ہے؛ کیوں کہ حال نکرہ ہوتا ہے اور یہ اضافت کی نیت کی وجہ سے معرفہ ہوتا ہے؛ اس لیے کہ یہ نیۃ مضاف ہوتا ہے جس کا مضاف الیہ محذوف ہوتا ہے۔)

سوال: کیا أجمع اور جمعاء کی تثنیہ آتی ہے؟

جواب: جمہور بصریین کے نزدیک نہیں آتی؛ کیوں کہ أجمعان اور جمعاوان نہیں سنا گیا ہے۔

نعت اور تاکید کا فرق

سوال: نعت اور تاکید کتنے مسئلوں میں مختلف ہیں؟

جواب: دو میں۔

سوال: پہلا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: یہ کہ اگر کئی نعتیں آجائیں تو ان کو حرف عطف کے ساتھ لانے نہ لانے کا اختیار ہوتا ہے؛ لیکن تاکید میں بغیر حرف عطف کے ہی لانا ضروری ہوتا ہے۔

سوال: کئی نعتوں کو حرف عطف کے ساتھ لانے کی مثال؟

جواب: "سبح اسم ربك الأعلى الذى خلق فسوى، والذى قدر فهدى والذى أخرج المرعى" اور شاعر کا یہ شعر

(۱۳۷) إلى الملك القرم وابن الهمام   وليث الكتيبة فى المزدحم

سوال: کئی نعتوں کو بغیر حرف عطف کے لانے کی مثال؟

جواب: "ولا تطع كل حلاف مهين، هماز مشاء بنميم، مناع للخير معتد أثيم ...الآية۔

سوال: کیا اگر تاکیدیں کئی ہوں تو ان کے درمیان حرف عطف لا سکتے ہیں؟

جواب: نہیں، اسی وجہ سے جاء زيد نفسه وعينه اور جاء القوم كلهم و أجمعون کہنا صحیح نہیں ہے، حرف عطف کو ہٹانا ضروری ہے۔

سوال: نعت میں حرف عطف لانے کی اجازت کیوں ہے اور تاکید میں کیوں نہیں؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ الفاظ تاکید ایک ہی معنی میں ہوتے ہیں، اور کسی چیز کو اسی پر عطف نہیں کیا جاتا، برخلاف نعت کے کہ ان کے معانی مختلف ہوتے ہیں، اس وجہ سے ان کو ایک دوسرے پر

عطف کیا جا سکتا ہے۔

سوال: دوسرا مسئلہ کیا ہے جس میں نعت اور تاکید مختلف ہوتے ہیں؟

جواب: نعت جس طرح معرفہ کی آتی ہے اسی طرح نکرہ کی بھی آتی ہے، لیکن تاکید نکرہ کی نہیں آتی۔

سوال: جاء رجل نفسه کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ مؤکد نکرہ ہے۔

سوال: تاکید نکرہ کی کیوں نہیں آتی؟

جواب: کیوں کہ الفاظ تاکید معرفہ ہوتے ہیں، اس لئے وہ نکرہ کی تاکید نہیں کریں گے۔

سوال: لیکن اس شعر (۱۳۸) لکنه شاقه أن قیل ذا رجب یا لیت عدة حول کله رجب میں تو "حول" نکرہ ہے، پھر بھی اس کی تاکید آئی ہے؟

جواب: یہ شعر شاذ ہے۔

تیسری قسم: عطف بیان

سوال: عطف کے لغت میں کیا معنی ہیں؟

جواب: کسی چیز سے پھرنے کے بعد پھر اسی کی طرف لوٹنا۔

سوال: اصطلاح میں عطف کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: عطف نسق اور عطف بیان۔

سوال: عطف بیان کسے کہتے ہیں؟

جواب: عطف بیان وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کی وضاحت یا تخصیص کرے، جامد غیر مؤول ہو، یعنی ایسا جامد نہ ہو جس کی مشتق سے تاویل ہو جاتی ہے۔

سوال: عطف بیان کی تعریف میں "موضح اور مخصص" کہہ کر کیا فائدہ حاصل ہوا؟

جواب: اس سے تاکید جیسے "جاء زید نفسه اور عطف نسق جیسے جاء زید وعمرو اور بدل جیسے أكلت الرغيف ثلثه عطف بیان کی تعریف سے نکل گئے کیوں کہ یہ سب تخصیص وتوضیح نہیں کرتے۔

سوال: جامد کہہ کر کیا فائدہ ہوا؟

جواب: جامد کہہ کر اس کی تعریف سے نعت خارج ہوگئی؛ کیوں کہ نعت مشتق ہوتی ہے، صرف موضح اور

مخصص کہہ کر نعت عطف بیان کی تعریف سے خارج نہیں ہوتی؛ کیوں کہ نعت بھی موضح ہوتی ہے جیسے جاء زید التاجر اور مخصص بھی ہوتی ہے جیسے جاء رجل تاجر؛ لیکن یہ جامد نہیں ہوتی۔

سوال: غیر مؤول کہہ کر کیا فائدہ ہوا؟

جواب: کبھی کبھی نعت بھی جامد ہوتی ہے جیسے مررت بزید هذا اور مررت بقاع عرفج؛ لیکن وہ مشتق کی تاویل میں ہوتی ہے؛ کیوں کہ پہلے جملے میں مررت بزید المشار الیه اور دوسرے جملے میں بقاع خشن کی تاویل میں ہے، غیر مؤول کہہ کر اس طرح کی نعت بھی نکل گئی؛ کیوں کہ عطف بیان جامد محض ہوتا ہے۔

سوال: عطف بیان کس معنیٰ کے لیے آتا ہے؟

جواب: متبوع کی وضاحت کے لئے یا اس کی تخصیص کے لئے۔

سوال: عطف بیان کتنی چیزوں میں اپنے متبوع کے تابع ہوتا ہے؟

جواب: ان تمام چیزوں میں جن میں نعت منعوت کے تابع ہوتی ہے۔اس عطف بیان کی مثال جو اپنے متبوع کی وضاحت کرے ”أقسم بالله أبو حفص عمر اور اس کی مثال جو متبوع کی تخصیص کرے جیسے هذا خاتم حديد۔

سوال: هذا خاتم حديد کو کتنی طرح پڑھا جا سکتا ہے؟

جواب: تین طرح۔

سوال: پہلی صورت کیا ہے؟

جواب: اضافت معنوی کی وجہ سے مجرور، جیسے هذا خاتم حديدٍ یعنی هذا خاتم من حديد۔

سوال: دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: نصب کے ساتھ، جیسے هذا خاتم حديداً۔

سوال: نصب کس وجہ سے دیا جا سکتا ہے؟

جواب: تمیز کی بنیاد پر، اور بعض نے کہا ہے کہ حال کی بنیاد پر۔

سوال: تیسری صورت کیا ہے؟

جواب: تابع بنا کر رفع کے ساتھ، جیسے هذا خاتم حديدٌ۔

سوال: کیا تینوں طرح سے پڑھنا سب کے نزدیک صحیح ہے؟

جواب: ہاں، سب کے نزدیک صحیح ہے؛ لیکن اختلاف اس میں ہے کہ تابع بنائیں گے تو کونسا تابع ہوگا؟

سوال: کیا اختلاف ہے؟

جواب: اوپر گذرا ہے کہ نصب بھی پڑھ سکتے ہیں اور نصب پڑھنے کی وجہ کے بارے میں دو رائیں تھیں، ایک رائے تھی کہ تمیز کی بنیاد پر اور دوسری تھی کہ حال کی بنیاد پر، جو لوگ تمیز کی بنیاد پر نصب مانتے ہیں ان کے نزدیک تابع بنایا جائے تو عطف بیان ہوگا، اور جو حال کی بنیاد پر نصب مانتے ہیں ان کے نزدیک اگر تابع بنایا جائے تو تابع صفت ہوگا۔

سوال: عطف بیان بنانا زیادہ صحیح ہے یا صفت؟

جواب: عطف بیان؛ کیوں کہ حدید جامد محض ہے اور عطف بیان جامد محض ہوتا ہے؛ لیکن صفت جامد محض نہیں ہوتی۔

سوال: دوسری صورت میں حال بنانا زیادہ اچھا ہے یا تمیز؟

جواب: تمیز بنانا؛ کیوں کہ حال مشتق ہوتا ہے اور تمیز جامد، اور یہ بھی جامد ہے۔

سوال: کیا عطف بیان کا متبوع نکرہ ہوسکتا ہے؟

جواب: بعض کے نزدیک نہیں ہوسکتا؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ ہوسکتا ہے۔

سوال: صحیح ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب: قرآن میں ہے ویسقی من ماء صدید۔ اس میں صدید کو عطف بیان مانا گیا ہے جب کہ اس کا متبوع "ماء" نکرہ ہے، اسی طرح "أو كفارة طعام مساكين" کے بارے میں فارسی نے کہا ہے کہ طعام کو بدل بھی بنایا جاسکتا ہے اور عطف بیان بھی، حالانکہ یہاں بھی متبوع نکرہ ہے۔

سوال: کیا ہر وہ کلمہ جسے عطف بیان بناسکتے ہیں اسے بدل کل بھی بنایا جاسکتا ہے؟

جواب: صرف ایک صورت مستثنی ہے، باقی ہر جگہ بناسکتے ہیں۔

سوال: کیا صورت مستثنی ہے؟

جواب: جب تابع متبوع کی جگہ پر نہ آسکتا ہو تو عطف بیان کو بدل کل نہیں بناسکتے، اور اگر تابع متبوع کی جگہ پر بغیر کسی رکاوٹ کے آسکتا ہو تو عطف بیان کو بدل بھی بناسکتے ہیں۔

سوال: کس طرح کی مثالوں میں تابع متبوع کی جگہ پر نہیں آسکتا؟

جواب: جیسے (۱۳۹) أنا ابن التارك البكري بشرٍ علیه الطیر ترقبه وقوعاً

اس شعر میں البکری متبوع ہے اور بشر تابع ہے؛ لیکن اس میں البکری کی جگہ بشر نہیں آسکتا، کیوں کہ اگر ایسا کریں تو ''أنا ابن التارك بشرٍ'' ہو جائے گا، اس صورت میں معرف باللام کلمہ کی اضافت غیر معرف باللام کلمہ کی طرف ہوگی جو کہ صحیح نہیں، اس وجہ سے یہاں بشر عطف بیان ہی ہوگا، بدل کل نہیں ہوسکتا۔

اور جیسے (۱۴۰) أیا أخوینا عبد شمس ونوفلا أعیذ کما باللہ أن تحدثا حرباً

اس میں أخوینا متبوع ہے اور عبد شمس ونوفلا تابع۔ اگر تابع کو متبوع کی جگہ رکھیں تو ''أیا عبد شمس ونوفلا'' ہو جائے گا جو کہ صحیح نہیں؛ کیوں کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب منادی پر غیر معرف باللام کا عطف کیا جائے تو اس پر وہی اعراب آتا ہے جو خود منادی ہونے کی صورت میں اس پر آتا۔ اور اگر نوفلا خود منادی ہوتا تو یا نوفل ہوتا، یا نوفلا نہیں ہوتا۔ اسی طرح عطف کی صورت میں بھی أیا عبد شمس ونوفل ہونا چاہیے تھا؛ لیکن یہاں نوفلا ہے، اس وجہ سے عبد شمس ونوفلا عطف بیان ہی ہوں گے، بدل نہیں۔

چوتھی قسم: عطف نسق

سوال: عطف نسق کسے کہتے ہیں؟

جواب: عطف نسق ایسا تابع ہے کہ اس کے اور متبوع کے درمیان کوئی حرف عطف ہو۔

سوال: واؤ کس معنی میں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: سیرافی کہتے ہیں کہ بصرہ اور کوفہ کے تمام نحویین اور لغویین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ واؤ بغیر ترتیب کے صرف جمع کے معنی پر دلالت کرتا ہے، یعنی اس میں اس ترتیب کا پتہ نہیں چلتا کہ واؤ سے پہلے والے نے کام پہلے کیا اور بعد والے نے بعد میں، بلکہ صرف یہ معنی ہوتے ہیں کہ دونوں نے کام کیا۔

سوال: جاء زید وعمرو کا کیا مطلب ہوسکتا ہے؟

جواب: تین مفہوم ہوسکتے ہیں، یہ تو واضح ہے کہ آنے میں دونوں شریک ہیں یعنی دونوں ہی آئے ہیں؛ لیکن پھر اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں: (۱) دونوں ساتھ آئے، (۲) ذکر کردہ ترتیب سے آئے یعنی پہلے زید پھر عمرو، (۳) ذکر کردہ ترتیب کے برعکس آئے یعنی پہلے عمرو پھر زید، لہذا محض واؤ کی وجہ سے یہ نہیں پتہ چل سکتا کہ پہلے کون آیا؛ کیوں کہ واؤ ترتیب پر دلالت ہی نہیں کرتا۔

سوال: اگر کہیں ان تین مفہوموں میں سے کوئی ایک خاص مفہوم سمجھ میں آجائے تو اس کی کیا وجہ ہوگی؟

جواب: جو خاص مفہوم بھی سمجھ میں آجائے تو وہ واؤ کی وجہ سے نہیں ہوگا؛ بلکہ کسی دوسرے قرینہ کی وجہ سے سمجھ میں آسکتا ہے، جیسے وإذ یرفع إبراهیم القواعد من البیت وإسماعیل میں معیت کا مفہوم سمجھ میں آرہا ہے، اور إذا زلزلت الأرض زلزالها وأخرجت الأرض أثقالها وقال الإنسان مالها میں ترتیب کا مفہوم سمجھ میں آرہا ہے، اور ماهی إلا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا میں عکس ترتیب کا مفہوم سمجھ میں آرہا ہے، کیوں کہ اگر یہاں ترتیب کے لئے ہوتا تو موت کے بعد زندہ ہو جانے کا اعتراف ہو جاتا جب کہ منکرین اسی کا انکار کر رہے ہیں، تو ان تینوں میں جو معیت، ترتیب اور عکس ترتیب کا مفہوم سمجھ میں آرہا ہے، وہ واؤ کی وجہ سے نہیں؛ بلکہ کسی دوسرے قرینہ کی وجہ سے۔

سوال: سیرافی نے جو اس پر اجماع کا دعوی کیا ہے کہ تمام نحوی اور لغوی واؤ کو ترتیب کے لئے نہیں مانتے کیا یہ دعوی صحیح ہے؟

جواب: یہ دعوی صحیح نہیں؛ کیوں کہ بعض کوفیین اسے ترتیب کے لئے بھی مانتے ہیں۔

سوال: جو کوفیین ترتیب کے لئے مانتے ہیں وہ ماهی إلا حیاتنا الدنیا میں کیا توجیہ کرتے ہیں؛ کیوں کہ یہاں تو ترتیب کے لئے ہو ہی نہیں سکتا۔

جواب: کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یموت کبارنا وتولد صغارنا فنحیا۔

سوال: کیا ان کی یہ توجیہ قابل قبول ہے؟

جواب: نہیں، بہت بعید توجیہ ہے، اور اہل عرب کے قول "اختصم زید وعمرو" سے ان کی رائے کی تردید ہو جاتی ہے، اس لئے کہ واؤ اگر ترتیب کے لئے ہوتا تو یہاں واؤ کی جگہ فاء یا ثم کا آنا بھی صحیح ہوتا، لیکن صحیح نہیں ہے، کیوں کہ ترتیب کا مطلب ہے کہ ایک نے کام پہلے کیا اور دوسرے نے بعد میں، اور فاء اور ثم اسی معنی کے لئے آتے ہیں، لیکن اہل عرب اسے منع کرتے ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ واؤ ترتیب کے لئے نہیں آتا، ورنہ جس طرح یہاں فاء اور ثم سے عطف درست نہیں کیوں کہ یہ ترتیب کے لئے آتے ہیں، اسی طرح واؤ سے بھی عطف درست نہیں ہوتا، اگر وہ ترتیب کے معنی پر دلالت کرتا ہوتا۔

سوال: "ف" کس معنی پر دلالت کرتا ہے؟

جواب: "ف" میں تین مفہوم ہوتے ہیں، (۱) حکم میں شرکت، (۲) ترتیب، (۳) اور تعقیب۔

سوال: ترتیب اور تعقیب کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ترتیب کا مطلب تو واضح ہے، تعقیب کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام اس کے فوراً بعد ہوا، جیسے جاء زید فعمرو، کا مطلب ہے کہ پہلے زید آیا اور پھر عمرو، زید کے فوراً بعد بغیر کسی تاخیر کے آیا۔

سوال: تعقیب کس اعتبار سے ہوگی یعنی یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کتنی دیر بعد ہوا؟

جواب: ہر چیز کی تعقیب اسی کے اعتبار سے ہوگی، یعنی جو حکم لگایا جا رہا ہے اس کے اعتبار سے دیکھا جائے گا کہ پہلے والا کام کب ہوا اور دوسرا والا اس کے کتنے وقت بعد ہوا، جیسے "دخلت البصرۃ فبغداد" کا مطلب ہوگا کہ آپ بغداد میں بصرہ کے تین دن بعد داخل ہوئے یعنی چوتھے دن، کیوں کہ بصرہ اور بغداد کے بیچ تین دن کی مسافت ہے، اب اگر بجائے چوتھے دن کے آپ پانچویں یا چھٹے دن داخل ہوئے تو یہ جملہ صحیح نہ ہوگا، کیوں کہ اس جگہ تعقیب کی مدت تین دن تھی اور آپ چار پانچ دن بعد داخل ہو رہے ہیں۔

سوال: کیا اس کے علاوہ "ف" کے کوئی اور معنی بھی ہوتے ہیں؟

جواب: ہاں! "ف" کبھی کبھی سبب پر دلالت کرتا ہے، اور اس وقت تعقیب کا معنی لازم نہیں ہوتا۔

سوال: سبب پر کب دلالت کرتا ہے؟

جواب: اس معنی پر عام طور سے اس وقت دلالت کرتا ہے جب جملہ کا عطف جملہ پر ہو، جیسے سها فسجد، زنى فرجم، سرق فقطع، قرآن میں ہے "فتلقى آدم من ربه كلمات فتاب عليه"

سوال: کیا اس کے علاوہ کسی اور معنی پر بھی "ف" دلالت کرتا ہے؟

جواب: ہاں، (سبب کے معنی پر دلالت کرنے کی وجہ سے) جواب شرط میں ربط کے معنی پر دلالت کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، یعنی شرط اور جواب شرط میں ربط پیدا کرتا ہے، جیسے من يأتني فإني أكرمه، یہاں ف شرط اور جواب شرط میں ربط کا کام کر رہا ہے۔

سوال: "من دخل داری فله درهم" کا کیا مطلب ہوگا؟

جواب: "ف" چوں کہ جواب شرط میں ربط کے معنی بھی دیتا ہے اس لئے اس جملہ کا مطلب ہوگا کہ جو بھی داخل ہوگا اسے ایک درہم ملے گا، یعنی وہ داخل ہونے سے درہم کا مستحق ہو جائے گا۔

سوال: اگر اس جملہ سے "ف" ہٹا کر "من دخل داری له درهم" کہا جائے تو کیا مطلب ہوگا؟

جواب: اس صورت میں مذکورہ معنی بھی ہو سکتے ہیں اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہی کہ میرے اوپر اس کا حق

ہے جو مجھے دینا ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے معنی کے اعتبار سے درہم کا مستحق داخل ہونے کی وجہ سے ہوگا اور یہاں پہلے سے ہی مستحق ہے۔

سوال: اگر جملہ کا عطف جملہ پر ہو تو کیا ''ف'' ہمیشہ سبب پر دلالت کرتا ہے یا کبھی اس معنی سے خالی بھی ہوتا ہے؟

جواب: کبھی کبھی سبب کے معنی سے خالی بھی ہوتا ہے، جیسے الذی خلق فسوی والذی قدر فهدی والذی أخرج المرعی فجعله غثاءً أحوی ' یہاں سبب کے معنی نہیں؛ بلکہ ف یہاں ثم کے معنی میں ہے۔

سوال: ثم کس معنی میں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: تین معنوں کا فائدہ دیتا ہے، (۱) حکم میں شرکت، (۲) ترتیب، (۳) اور تراخی۔

سوال: تراخی کا کیا مطلب ہے؟

جواب: یعنی بعد والا کام پہلے والے سے کچھ دیر بعد ہوا، جیسے جاء زید ثم عمرو کا مطلب ہوگا عمرو، زید کے کچھ دیر بعد آیا۔

سوال: ''ولقد خلقناکم ثم صورناکم ثم قلنا للملائکة'' میں تو تراخی کے معنی میں نہیں ہے؟

جواب: دراصل یہاں مضاف محذوف ہے، تقدیر ہے خلقنا أباکم ثم صورنا أباکم، دونوں جگہ سے مضاف حذف کر دیا ہے۔

سوال: حتی کس معنی میں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: حتی غایت یعنی انتہا اور تدریج کے معنی دیتا ہے۔

سوال: تدریج کا کیا مطلب ہے؟

جواب: تدریج کا مطلب ہے کہ حتی کا ماقبل آہستہ آہستہ ختم ہوتا ہے یہاں تک کہ انتہا یعنی اسم معطوف تک پہنچتا ہے، جیسے أکلت السمکة حتی رأسها، کہ کھانا آہستہ آہستہ ہوا یہاں تک کہ سر بھی کھالیا۔

سوال: حتی سے عطف کرنے کے لیے کیا شرط ہے؟

جواب: شرط یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کا جزء ہو، یا تو حقیقۃً اس کا جزء ہو یا تقدیراً۔

سوال: حقیقۃً جزء ہونے کی مثال؟

جواب: جیسے: أکلت السمکة حتی رأسها کہ رأس حقیقت میں سمك کا ہی جزء ہے۔

سوال: تقدیراً جزء ہونے کی مثال؟

جواب: جیسے شعر (۱۴۱) ألقی الصحیفة کی یخفف رحله والزاد حتی نعله ألقاها
کہ نعله کازاد پر عطف کیا ہے جب کہ نعل حقیقت میں اسکا جزء نہیں؛ لیکن تقدیراً اس معنی میں جزء ہے کہ جو چیز اسے بوجھل کررہی تھی اسے پھینک دیا اور بوجھل کرنے والی چیزوں میں جوتا بھی تھا۔

سوال: کیا حتی میں ترتیب کے معنی بھی پائے جاتے ہیں جیسا کہ فا اور ثم میں پائے جاتے ہیں؟

جواب: بعض نحویین کے نزدیک حتی ترتیب پر دلالت کرتا ہے؛ لیکن یہ بات صحیح نہیں؛ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ صرف جمع کے معنی پر دلالت کرتا ہے ترتیب پر نہیں جیسا کہ واؤ صرف جمع کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ ترتیب کے معنی پر نہیں کرتا۔

سوال: اس کی کیا دلیل ہے کہ حتی ترتیب پر دلالت نہیں کرتا؟

جواب: حدیث پاک میں ہے "کل شیء بقضاء وقدر حتی العجز والکسل" یہاں قضاء اور قدر کے معنی ارادہ کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اللہ کے ارادہ سے ہے، اور ظاہر ہے کہ اس کے ارادے میں ترتیب نہیں ہے، یعنی تمام چیزیں اسی کے ارادے میں ہیں، عقلمندی ہو یا بے وقوفی، ترتیب تو فیصلہ شدہ چیزوں کے ظاہر ہونے میں ہے، اس سے پتہ چلا کہ حتی ترتیب کے معنی نہیں دیتا۔

سوال: أو کس معنی پر دلالت کرتا ہے؟

جواب: دو یا دو سے زیادہ چیزوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے پر دلالت کرتا ہے، جیسے دو چیزوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کی مثال "لبثنا یوماً أو بعض یوم" کئی چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کی مثال "فکفارته إطعام عشرة مساکین من أوسط ما تطعمون أهلیکم أو کسوتهم أو تحریر رقبة"۔

سوال: کیا "سواء علیّ أقمت أو قعدت" کہنا صحیح ہے؟

جواب: نہیں، کیوں کہ سواء میں دو چیزیں ہوتی ہیں، اسی وجہ سے سواء علیّ هذا الشئی نہیں کہہ سکتے؛ کیوں کہ ایک ہی چیز ہے، دو نہیں، اور "أو" میں دونوں میں سے ایک ہی ہوگا، کھڑا ہوگا یا بیٹھا ہوگا، جب کہ سواء میں دونوں ہوں گے، تضاد ہو رہا ہے اس وجہ سے صحیح نہیں۔

سوال: کل ملا کر أو کتنے معنی پر دلالت کرتا ہے؟

جواب: چار معنی پر، اگر طلب کے بعد ہوگا تو (۱) تخییر اور (۲) اباحت پر دلالت کرے گا، اور اگر خبر کے بعد ہوگا تو (۳) شک اور (۴) تشکیک پر۔

سوال: تخییر کی مثال؟

جواب: تزوج هنداً أو اختها۔

سوال: اباحت کی مثال؟

جواب: جالس الحسن أو ابن سيرين۔

سوال: تخییر اور اباحت میں کیا فرق ہے؟

جواب: دونوں میں فرق یہ ہے کہ أو کے ذریعہ جو تخییر ہوتی ہے اس میں اُو کا ماقبل اور بعد دونوں کو جمع نہیں کیا جا سکتا، اسی وجہ سے ہند اور اس کی بہن دونوں سے ایک ساتھ شادی کرنا جائز نہیں، لیکن اباحت میں دونوں کو جمع کیا جا سکتا ہے، چنانچہ حسن اور ابن سیرین دونوں کی صحبت اختیار کر سکتا ہے۔

سوال: شک کی مثال؟

جواب: جاء زيد أو عمرو۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب یہ نہ معلوم ہو کہ کون آیا۔

سوال: تشکیک کی مثال؟

جواب: جاء زيد أو عمرو، جب آپ کو معلوم تو ہو کہ کون آیا؛ لیکن اپنے مخاطب پر معاملے کو مبہم کرنے کے لئے آپ یہ جملہ کہیں، تا کہ اسے شک میں ڈال دیں۔

سوال: تخییر کی مثال قرآن سے دیجیے؟

جواب: فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبه "؛ کیوں کہ سب کو ایک ساتھ جمع کرنا کہ یہ سب ہی ایک ہی جرم کا کفارہ ہیں مراد نہیں ہے؛ بلکہ مراد یہ ہے کہ ان میں سے جو چاہو وہ کفارہ ادا کردو۔

سوال: اباحت کی مثال قرآن سے دیجیے؟

جواب: ليس عليكم جناح أن تأكلوا من بيوتكم أو بيوت آبائكم.......الآية۔

سوال: شک کی مثال قرآن سے دیجئے؟

جواب: لبثنا يوماً أو بعض يوم۔

سوال: تشکیک کی مثال قرآن سے دیجیے؟

جواب: وإنا أو إياكم لعلى هدىً أو فی ضلال مبین۔

سوال: أم کس معنی میں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: أم تعیین چاہتا ہے، جب کہ ایسے ہمزہ کے بعد ہو جو دو برابر کی چیزوں میں سے ایک پر داخل ہو، جیسے أزید عندك أم عمرو؟ جب یہ تو معلوم ہو کہ اس کے پاس دونوں میں سے ایک تو ہے؛ لیکن یہ نہ معلوم ہو کہ کون ہے، زید ہے یا عمرو، اسی وجہ سے اس کا جواب تعیین کے ساتھ ہوتا ہے، نعم اور لا کے ساتھ نہیں ہوتا۔

سوال: اس أم کو کیا کہا جاتا ہے؟

جواب: معادلہ بھی کہا جاتا ہے اور متصلہ بھی۔

سوال: معادلہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: کیوں کہ استفہام کے معنی پر دلالت کرنے میں یہ ہمزہ کے برابر ہے، دو ایسے اسم جو حکم میں برابر ہوتے ہیں ان میں سے ایک پر ہمزہ داخل کیا جاتا ہے اور دوسرے پر أم۔

سوال: متصلہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: کیوں کہ اس کا ماقبل اور مابعد دونوں ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے، أم دونوں کو جوڑتا ہے۔

سوال: لا، لکن اور بل کس معنی کے لئے آتے ہیں؟

جواب: تینوں حروف حکم میں غلطی کو دور کرنے کے لئے آتے ہیں، البتہ ''لا'' مثبت کے بعد آتا ہے اور بل اور لکن نفی کے بعد آتے ہیں، اور بل مثبت کے بعد بھی آجاتا ہے اس حکم کو مابعد کی طرف پھیرنے کے لئے۔

سوال: لا، لکن اور بل کتنی چیزوں میں مشترک ہیں اور کتنی میں مختلف؟

جواب: دو میں مشترک ہیں اور دو میں مختلف۔

سوال: پہلی چیز کیا ہے جس میں یہ تینوں مشترک ہیں؟

جواب: تینوں حرف عطف ہیں۔

سوال: دوسری چیز کیا ہے جس میں یہ تینوں مشترک ہیں؟

جواب: تینوں حروف سامع کو غلط ثابت شدہ حکم سے صحیح کی طرف لے جاتے ہیں۔

سوال: پہلی چیز کیا ہے جس میں یہ تینوں مختلف ہیں؟

جواب: لا قصر قلب اور قصر افراد دونوں کے لئے آتا ہے اور لکن اور بل صرف قصر قلب کے لئے آتے ہیں۔

سوال: قصر قلب اور قصر افراد کسے کہتے ہیں؟

جواب: قصر کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو کسی چیز سے خاص کرنا، اصطلاح میں اس کی تین قسمیں ہیں: قصر قلب، قصر افراد اور قصر تعیین، اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً آپ نے ایک جملہ کہا ''جاء نی زید لا عمرو'' تو اس میں تین طرح کے احتمال کا جواب ہے: (۱) سامع یہ سمجھ رہا تھا کہ عمرو آیا ہے، تو آپ نے اس کی غلط فہمی دور کردی، اور بتادیا کہ زید آیا ہے، عمرو نہیں، اس کو قصر قلب کہتے ہیں، (۲) یا وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ دونوں آئے ہیں تو آپ نے اس میں سے ایک کو خاص کردیا کہ دونوں نہیں، ایک آیا ہے، اس کو قصر افراد کہتے ہیں، (۳) یا اس کو یہ معلوم ہے کہ دو میں سے کوئی ایک آیا ہے؛ لیکن کون آیا ہے اس کی تعیین نہیں کر پارہا ہے تو آپ نے متعین کرکے بتادیا، اس کو قصر تعیین کہتے ہیں۔

سوال: تینوں میں دوسرا فرق کیا ہے؟

جواب: لا کے ذریعہ سے عطف صرف مثبت کے بعد ہوتا ہے، لکن کے ذریعہ صرف نفی کے بعد اور بل کے ذریعہ سے کبھی مثبت کے بعد ہوتا ہے اور کبھی منفی کے بعد۔

سوال: بل سے عطف جب مثبت کے بعد ہوتا ہے تو اس کے کیا معنی ہوتے ہیں؟

جواب: اس وقت ماقبل کے لئے ثابت شدہ حکم کو مابعد کی طرف منتقل کرکے اس کے لئے ثابت کرتا ہے، اور ماقبل کو ایسے کردیتا ہے جیسے اس پر کوئی حکم لگا ہی نہ ہو، جیسے جاء نی زید بل عمرو۔

سوال: کیا ''أمّا'' بھی حرف عطف ہے؟

جواب: صحیح بات یہ ہے کہ أما حرف عطف نہیں ہے، یہی بات فارسی نے کہی ہے، اور جرجانی نے کہا ہے کہ اسے حروف عطف میں شمار کرنا کھلی ہوئی غلطی ہے۔

پانچویں قسم: بدل

سوال: بدل کے لغوی معنی کیا ہیں؟

جواب: عوض، جیسے قرآن میں ہے ''عسی ربنا أن یبدلنا خیراً منها''۔

سوال: اصطلاح میں بدل کسے کہتے ہیں؟

جواب: بدل ایسے تابع کو کہتے ہیں جو حکم میں اصلاً مقصود ہو اور متبوع اور اس کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو۔

سوال: بدل کی تعریف میں ''مقصود بالحکم'' کہہ کر کیا فائدہ ہوا؟

جواب: اس سے نعت، تاکید اور عطف بیان بدل کی تعریف سے خارج ہو گئے؛ کیوں کہ یہ تینوں مقصود بالحکم نہیں ہوتے۔

سوال: بلا واسطہ کہہ کر کیا فائدہ ہوا؟

جواب: عطف نسق خارج ہو گیا؛ کیوں کہ وہ مقصود بالحکم تو ہوتا ہے؛ لیکن حرف عطف کے واسطہ سے ہوتا ہے۔

سوال: بدل کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: چھ۔

سول: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: بدل کل من کل۔

سوال: بدل کل کسے کہتے ہیں؟

جواب: بدل کل ایسے کلمہ کو کہتے ہیں جس میں دوسرا بالکل پہلا ہی ہو، یعنی دونوں سے ایک ہی ذات اور ایک ہی چیز مراد ہو، جیسے جاء نی ابو محمد عبد اللہ، قرآن میں ہے: مفازاً حدائق وأعناباً، اس میں حدائق بدل کل ہے ''مفازاً'' کا۔

سوال: دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: بدل بعض۔

سوال: بدل بعض کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس میں دوسرا پہلے کا جزء ہو، جیسے أکلت الرغیف ثلثه، قرآن میں ''وللہ علی الناس حج البیت من استطاع إلیه سبیلاً'' من استطاع "الناس'' سے بدل بعض ہے۔

سوال: آیت میں من استطاع کے بارے میں اور کیا اقوال ہیں؟

جواب: مشہور تو یہی ہے کہ بدل بعض ہے، دوسرا قول یہ بھی ہے کہ حج کا فاعل ہے یعنی وللہ علی الناس أن یحج مستطیعهم، تیسرا قول یہ ہے کہ کسائی نے کہا ہے کہ من شرطیہ ہے اور مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے من استطاع فلیحج۔

سوال: دوسرے اور تیسرے قول کو کس طرح رد کیا گیا ہے؟

جواب: دوسرے قول کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ تمام لوگوں پر فرض ہے کہ مستطیع لوگ حج کریں، اور یہ معنی سب کے نزدیک ہی غلط ہیں، کیوں کہ فرض بھی انہی پر ہے جو مستطیع ہیں، اور دوسرا قول اس وجہ سے غلط بتایا گیا ہے کہ جب کسی کلمہ کو محذوف مانے بغیر بات مکمل ہو رہی ہو تو حذف کا دعوی درست نہیں۔

سوال: بدل کی تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: بدل اشتمال۔

سوال: بدل اشتمال کسے کہتے ہیں؟

جواب: بدل اشتمال کا مطلب ہے کہ پہلے اور دوسرے کے درمیان جزئیت کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو یعنی تابع متبوع کا جزء نہ ہو، بلکہ متعلق ہو، جیسے أعجبني زيد علمه ،قرآن میں ہے ''يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه"۔

سوال: بدل اور مبدل منہ کے معرفہ اور نکرہ ہونے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: دونوں نکرہ بھی ہو سکتے ہیں، جیسے مفازاً حدائق، دونوں معرفہ بھی ہو سکتے ہیں، جیسے ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلاً، مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ بھی ہو سکتا ہے، جیسے يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه ..میں الشهر الحرام معرفہ اور قتال نکرہ ہے۔(اسی طرح مبدل منہ نکرہ اور بدل معرفہ بھی ہو سکتا ہے جیسے إنك لتهدي إلى صراط مستقيم صراط الله.. پہلا صراط جو مبدل منہ ہے نکرہ اور دوسرا صراط جو بدل ہے مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ ہے ۔)

بدل اضراب، بدل غلط اور بدل نسیان کا بیان

سوال: بدل کی چوتھی، پانچویں، چھٹی قسم کیا ہے؟

جواب: بدل اضراب، بدل غلط اور بدل نسیان۔

سوال: ان تینوں کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مثلاً آپ نے کہا "تصدقت بدرهم دينار" تو اس میں تین احتمال ہو سکتے ہیں، (۱) آپ نے یہ بتانا چاہا کہ میں نے درہم صدقہ کیا ہے (اور آپ نے دینار بھی صدقہ کیا تھا) پھر آپ نے چاہا کہ یہ بتادوں کہ میں نے دینار صدقہ کیا ہے، اسے بدل اضراب کہتے

ہیں، (۲) آپ نے بتانا چاہا کہ میں نے دینار صدقہ کیا ہے لیکن زبان سے درہم نکل گیا، اسے بدل غلط کہتے ہیں، (۳) آپ نے بتانا چاہا کہ میں نے درہم صدقہ کیا ہے، جب کہ آپ نے صدقہ دینار کیا تھا لیکن آپ بھول گئے کہ کیا صدقہ کیا ہے، پھر جب درہم کہہ دیا تو ایک دم یاد آیا کہ دینار صدقہ کیا تھا، اسے بدل نسیان کہتے ہیں۔

سوال: بدل اضراب اور بدل غلط ونسیان میں کیا فرق ہے؟

جواب: بدل اضراب میں دونوں کام کئے ہوتے ہیں، پہلے سوچا کہ یہ والا کام بتادوں پھر سوچا کہ دوسرا والا بتاؤں، بدل غلط میں زبان سے غلطی ہوجاتی ہے کہ کہنا کچھ چاہا تھا اور نکل کچھ گیا، اور بدل نسیان میں بھول ہوتی ہے کہ یاد نہیں رہتا کہ کیا کام کیا تھا، پھر بعد میں یاد آتا ہے۔

سوال: بدل غلط اور بدل نسیان میں کیا فرق ہے؟

جواب: بدل غلط کا تعلق زبان سے ہوتا ہے اور بدل نسیان کا دل سے۔

عدد کا بیان

سوال: الفاظ عدد کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: ایسے الفاظ جو تذکیر وتانیث میں ہمیشہ قیاس کے مطابق ہوتے ہیں، مذکر کے لئے مذکر اور مؤنث کے لئے مؤنث، جیسے واحد اور اثنان، اور وہ صیغے جو فاعل کے وزن پر ہوں، جیسے مذکر کے لیے واحد، اثنان، ثانٍ، ثالث، رابع، ....عاشر تک، اور مؤنث کے لئے واحدة، ثانية، ثالثة، رابعة....عاشرة تک۔

سوال: دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: وہ الفاظ جو ہمیشہ قیاس کے خلاف ہوتے ہیں، مذکر کے لئے مؤنث اور مؤنث کے لئے مذکر۔

سوال: خلاف قیاس الفاظ کون سے ہیں؟

جواب: ثلثة سے تسعة تک، کہا جائے گا ثلثة رجالٍ اور ثلث نسوةٍ، قرآن میں ہے "سخرها عليهم سبع ليالٍ وثمانية أيام۔

سوال: تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: جو کبھی قیاس کے مطابق استعمال ہوں اور کبھی مخالف، وہ صرف عشرة ہے۔

سوال: عشرة قیاس کے مطابق کب استعمال ہوتا ہے؟

جواب: جب مرکب استعمال ہو، جیسے ثلثة عشر عبداً، ثلاث عشرة أمة۔

سوال: قیاس کے مخالف کب استعمال ہوتا ہے؟

جواب: جب غیر مرکب استعمال ہو، جیسے عشرة رجالٍ اور عشر إماءٍ۔

سوال: جو اسماءِ عدد فاعل کے وزن پر آتے ہیں ان کی کتنی حالتیں ہیں؟

جواب: چار۔

سوال: پہلی حالت کیا ہے؟

جواب: مفرد ہوں، جیسے ثانٍ، ثالث، رابع، خامس، اس کے معنی ایک کے ہوتے ہیں جو اس صفت سے متصف ہو، مثلاً خامس کے معنی ہیں پانچواں: پانچواں ایک ہی ہے نہ کہ پانچ، اور یہ پانچویں ہونے کی صفت سے متصف ہے۔

سوال: دوسری حالت کیا ہے؟

جواب: وہ اسم جس سے یہ مشتق ہیں اس کی طرف یہ مضاف ہوں، جیسے ثانی اثنین، ثالث ثلثة، رابع أربعة، اس کے معنی ہوتے ہیں دو میں کا ایک، تین میں کا ایک، چار میں کا ایک، قرآن میں ہے ''إذ أخرجه الذین کفروا ثانی اثنین'' اور لقد کفر الذین قالوا إن الله ثالث ثلثة''۔

سوال: تیسری حالت کیا ہے؟

جواب: یہ اسماء اپنے اس مشتق منہ کی طرف مضاف ہوں جو عدد میں ان سے کم ہوں، جیسے ثالث اثنین، رابع ثلثة، خامس أربعة، اس کا مطلب ہوتا ہے دو کو اپنے ذریعہ سے تین کرنے والا، تین کو اپنے ذریعہ سے چار کرنے والا، قرآن میں ہے ''ما یکون من نجوی ثلثة إلا هو رابعهم ولا خمسة إلا هو سادسهم۔

سوال: چوتھی حالت کیا ہے؟

جواب: یہ اسماء اپنے سے کم عدد کو نصب دیں، جیسے رابعٌ ثلثةً، رابع پر دو پیش اور ثلثة پر دو زبر، جیسا کہ جاعل الثلاثة أربعةً میں دو زبر آتے ہیں۔

سوال: کیا یہ اسماء اپنے مشتق منہ کو نصب دے سکتے ہیں یعنی کیا ثالثٌ ثلثةً وغیرہ کہنا صحیح ہے؟

جواب: نہیں، جس سے یہ مشتق ہیں اس کی طرف تو مضاف ہوکر اسے کسرہ ہی دیں گے، نصب نہیں دے سکتے، البتہ اخفش اور ثعلب کا اس میں اختلاف ہے۔

غیر منصرف کا بیان

سوال: غیر منصرف کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس کلمہ میں نو علتوں میں سے دو علتیں پائی جائیں یا ایک ایسی علت پائی جائے جو دو کے قائم مقام ہو۔

سوال: وہ نو علتیں کیا ہیں؟

جواب: یہ سب علتیں شاعر نے اس شعر میں جمع کردی ہیں۔

اجمع، وزن، عادلاً، أنث، بمعرفةٍ رکّبْ، وزد عجمة، فالوصف، قد کملا

سوال: وزن فعل کا کیا قاعدہ ہے؟

جواب: اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اسم ایسے وزن پر ہو جو فعل کے ساتھ خاص ہے، جیسے کسی شخص کا نام قُتّل، ضُرِب، اور انطلق، وغیرہ رکھ دیا جائے کہ یہ سب اوزان فعل کے ساتھ خاص ہیں، یا اس کے شروع میں ایسی زیادتی ہو جو فعل کے شروع میں ہوتی ہے اور وہ اسم وزن میں فعل کے مساوی ہو جیسے: أحمد، یزید، یشکر، تغلب، نرجس، جب کہ یہ علم ہوں۔

سوال: کیا ترکیب سے مراد ترکیب اضافی ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ ترکیب اضافی تو جر کا تقاضہ کرتی ہے جیسے امرؤ القیس، جب یہ جر کا تقاضہ کرتی ہے تو فتحہ کا تقاضہ نہیں کرسکتی اور غیر منصرف کسرہ کی جگہ فتحہ کا تقاضہ کرتا ہے۔

سوال: کیا ترکیب سے مراد ترکیب اسنادی ہے جیسے شاب قرناها، تأبط شراً؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس کا تعلق تو اعراب محکی سے ہے، یعنی جس طرح سنا گیا ہے اسی طرح پڑھا جائے گا۔

سوال: کیا ترکیب سے مراد وہ ترکیب مزجی ہے جس کے آخر میں ویہ ہو، جیسے سیبویہ، عمرویہ؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ اس کا تعلق مبنیات سے ہے۔

سوال: پھر ترکیب سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ایسی ترکیب مزجی ہے جس کے آخر میں ویــــــــہ نہ ہو، جیسے بعلبك، حضرموت، معديكرب۔

سوال: عجمہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہ کہ کلمہ عجمی اوزان پر ہو، جیسے إبراهيم، إسماعيل، إسحاق، يعقوب۔

سوال: انبیاء کے نام عربی ہیں یا عجمی؟

جواب: تمام انبیاء کے نام عجمی ہیں صرف چار نام عربی ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، صالحؑ، شعیبؑ اور هود عليهم السلام۔

سوال: غیر منصرف کے اعراب میں عجمہ کا اعتبار کب ہوتا ہے؟

جواب: جب اس میں دو شرطیں پائی جائیں۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: وہ کلمہ عجمی اوزان میں علم ہو، جیسے: إبراهيم وغیرہ۔

سوال: اگر کوئی کلمہ عجمی زبان میں اسم جنس ہو پھر عربی میں اس کو علم بنالیا گیا ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اسے منصرف پڑھنا ضروری ہے، جیسے اگر کسی شخص کا نام لجام یا دیباج رکھ دیا جائے تو منصرف ہی پڑھا جائے گا کہ یہ دونوں عجمی زبان میں علم نہیں ہیں۔

سوال: دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: وہ کلمہ تین حرف سے زیادہ ہو، اسی وجہ سے نوح اور لوط منصرف ہیں، کہ یہ تین حرف سے زیادہ نہیں، قرآن میں ہے "إلا آل لوطٍ نجيناهم" اور "إنا أرسلنا نوحاً إلى قومه"۔

سوال: بعض نحویین نے کہا ہے کہ اس طرح کے اعلام یعنی ثلاثی ساکن الأوسط عجمی کو منصرف اور غیر منصرف دونوں پڑھنا جائز ہے، یہ رائے کیسی ہے؟

جواب: یہ رائے غلط ہے۔

سوال: چوتھی علت کیا ہے؟

جواب: معرفہ۔ اور معرفہ سے مراد علم ہے۔

سوال: ضمیر، اسم اشارہ اور اسم موصول کے معرفہ ہونے کا غیر منصرف میں کیوں اعتبار نہیں؟

جواب: کیوں کہ یہ سب مبنی ہیں۔

سوال: ال اور مضاف الی المعرفہ کا غیر منصرف میں کیوں اعتبار نہیں؟

جواب: کیوں کہ غیر منصرف پر بھی الف لام آجائے یا اس کی اضافت کردی جائے تو اس پر بھی کسرہ آجاتا ہے، جس کی وجہ سے حالت جر میں فتحہ آنا ممکن نہ رہا۔

سوال: پانچویں علت کیا ہے؟

جواب: عدل۔

سوال: عدل سے کیا مراد ہے؟

جواب: اسم کو ایک حالت سے دوسری حالت میں اس طرح بدلنا کہ اصلی معنی باقی رہیں۔

سوال: عدل کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو: (۱) عدل علم میں واقع ہوا ہو۔ (۲) عدل صفت میں ہوا ہو۔

سوال: علم میں ہونے والا عدل کتنے اوزان پر آتا ہے؟

جواب: دو وزن پر: ایک وزن مذکر کے لئے ہے اور دوسرا مؤنث کے لئے۔

سوال: جو عدل مذکر علم میں ہوتا ہے اس کا کیا وزن ہے؟

جواب: فُعَلُ: یہ فاعل سے معدول ہوتا ہے، جیسے عُمَرُ، زُحَلُ، جُمَحُ۔

سوال: جو عدل مؤنث علم میں ہوتا ہے اس کا کیا وزن ہے؟

جواب: فعالِ، یہ فاعلة سے معدول ہوتا ہے، جیسے حذامِ، قطامِ، رقاشِ۔

سوال: فعال کے وزن پر آنے والے غیر منصرف اعلام سب کے نزدیک غیر منصرف ہوتے ہیں یا اس میں اختلاف ہے؟

جواب: اس میں بنو تمیم اور اہل حجاز کا اختلاف ہے۔

سوال: بنو تمیم کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ اس طرح کے اعلام کو غیر منصرف مانتے ہیں۔

سوال: اہل حجاز کیا کہتے ہیں؟

جواب: مبنی علی الکسر پڑھتے ہیں، جیسے شاعر کا شعر ہے ؎

(۱۴۲) أتاركة تدللها قطامِ؟ رضينا بالتحية والسلام

اور ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے ؎

إذا قالت حذام فصدقوها فإن القول ما قالت حذام

سوال: اگر فعال کے وزن پر آنے والے اعلام کے آخر میں ''ر'' ہو، جیسے: سفارِ، حضارِ، وبار تو

بنو تمیم کیا پڑھتے ہیں؟

جواب: اس صورت میں اکثر بنو تمیم اہل حجاز کی طرح مبنی علی الکسر پڑھتے ہیں، جب کہ کچھ اس صورت میں بھی غیر منصرف کا اعراب دیتے ہیں۔

سوال: أمس (گذشتہ کل کے معنی میں) کے بارے میں کیا اختلاف ہے؟

جواب: اہل حجاز مبنی علی الکسر پڑھتے ہیں اور بنو تمیم میں دو گروہ ہیں۔

سوال: دونوں گروہ کیا کہتے ہیں؟

جواب: اکثر بنو تمیم حالت رفعی میں غیر منصرف پڑھتے ہیں یعنی تنوین نہیں دیتے، الأمسُ سے معدول مان کر، جیسے مضى أمسُ بما فيه، اور حالت نصبی و جری میں مبنی علی الکسر پڑھتے ہیں اس بنیاد پر کہ الف لام کے معنی کو شامل ہے، جیسے اعتكفت أمس، ما رأيته مذ أمسِ، اور بعض مطلقاً غیر منصرف کا اعراب دیتے ہیں۔

سوال: سحَرُ کے بارے میں اہل عرب کی کیا رائے ہے؟

جواب: دو شرطوں کے ساتھ تمام اہل عرب اسے غیر منصرف پڑھتے ہیں: (۱) وہ ظرف ہو۔ (۲) اس سے خاص دن کی سحر مراد ہو، جیسے جئتك يوم الجمعة سحَر۔

سوال: سحر کو غیر منصرف پڑھنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اہل عرب اسے "السحر" سے معدول مانتے ہیں، جیسے بنو تمیم نے أمس کو الأمس سے معدول مانا ہے۔

سوال: اگر سحر کسی متعین دن کی نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: منصرف پڑھا جائے گا جیسے قرآن میں ہے "نجيناهم بسحر۔

سوال: صفت میں جو عدل ہوتا ہے اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: اس کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) عدل عدد میں ہو۔ (۲) عدد کے علاوہ میں ہو۔

سوال: عدد میں جو عدل ہوتا ہے، وہ کتنے اوزان پر آتا ہے؟

جواب: اس کے دو وزن ہیں، فُعالُ اور مفعَلُ۔

سوال: عدد کے کن الفاظ میں یہ عدل ہوتا ہے؟

جواب: واحد سے أربعة تک، جیسے أُحادُ، مَوحَدُ، ثُناءُ، مثنىٰ، ثلاثُ، مَثْلَثُ، رُباعُ، مَرْبَعُ۔

سوال: یہ الفاظ کس سے معدول ہیں؟

جواب: یہ آٹھوں الفاظ چاروں عدد کے الفاظ کی تکرار سے معدول ہیں، أحـاد کے معنی ہیں واحـد واحد، ثُنـاء کے معنی ہیں اثـنـان اثنان، اسی طرح باقی میں، قرآن میں ہے ''أولی أجنحة مثنی وثلث ورباع'' تو مثنی، ثلث اور رباع '' أجنحة'' کی صفت ہیں۔

سوال: حدیث میں ''صلـوۃ الـلیل مثنی مثنی'' مکرر کیوں ہے، جب کہ خود مثنی کے اندر تکرار موجود ہے؟

جواب: دوسرا مثنی تکرار کے لئے ہے ہی نہیں؛ بلکہ محض تاکید کے لئے ہے۔

سوال: کیا أربعة سے آگے بھی اہل عرب (عدد میں) عدل کرتے ہیں؟

جواب: نہیں، نجاریؒ کہتے ہیں کہ اہل عرب چار سے زیادہ عدد میں عدل نہیں مانتے ہیں۔

سوال: عدد کے علاوہ میں کہاں عدل ہوتا ہے؟

جواب: عدد کے علاوہ میں صرف لفظ ''أُخَرُ'' میں عدل ہوا ہے۔

سوال: ''أخر'' کس سے معدول ہے؟

جواب: ''الأخر'' سے۔

سوال: اس میں عدل ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب: قاعدہ یہ ہے کہ فُـعلی مؤنث (أفـعل کی مؤنث) اور اس کی جمع دونوں یا تو الف لام کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں یا اضافت کے ساتھ، کیوں کہ اسم تفضیل جب اضافت اور الف لام سے خالی ہو تو مفرد ہی استعمال ہوتا ہے جمع استعمال نہیں ہوتا ہے، جیسے الـکـبـریٰ، الـصغریٰ، الکُبَرُ، الصُغر، قرآن میں ہے ''إنها لإحدی الكبر''، اس میں صغری، کبـری، اور صـغـر، کبـر بغیر الف لام کے کہنا جائز نہیں ہے، اس قاعدے کے مطابق الأخری کی جمع الأخر الف لام کے ساتھ استعمال ہونی چاہیے تھی، لیکن اس میں عدل کرکے ''أخر'' استعمال کیا گیا جیسا کہ بنو تمیم نے الأمس کو أمس اور تمام اہل عرب نے السحر کو سحر (عدل کرکے) استعمال کیا ہے، قرآن میں ہے ''فعدة من أيام أخر''۔

سوال: فعلیٰ اور اس کی جمع جب بغیر الف لام اور اضافت کے استعمال نہیں ہوتیں تو پھر علم عروض کے علماء کی یہ اصطلاح ''فاصلة صغری اور فاصلة کبریٰ'' کیوں بغیر الف لام کے ہے؟

جواب: نحوبین نے اسے غلط بتایا ہے۔

سوال: لیکن شاعر ابو نواس نے تو اس شعر میں بغیر الف لام اور اضافت کے استعمال کیا ہے، اس نے

کہا ہے ۔

(۱۴۳) كأن صغرى وكبرى من فقاقعها   حصباء درٍ على أرض من الذهب

جواب: نحویین نے اسے بھی غلط بتایا ہے۔

سوال: چھٹی علت کیا ہے؟

جواب: وصف، جیسے أحمد، أفضل، سكران، غضبان۔

سوال: وصف کن شرطوں کے ساتھ اسباب منع صرف میں شمار ہوگا؟

جواب: دو شرطوں کے ساتھ۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: پہلی شرط یہ ہے کہ کلمہ اصلاً صفت ہی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

سوال: اگر کوئی کلمہ پہلے اسم تھا پھر صفت کے لئے استعمال ہونے لگا جیسے صفوان (چکنا پتھر) أرنب (خرگوش) دونوں اسم ہیں، اب اگر صفوان کو سخت اور أرنب کو ذلیل کے معنی میں استعمال کریں تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس صورت میں منصرف پڑھیں گے، چنانچہ هذا قلبٌ صفوانٌ اور هذا رجلٌ أرنبٌ کہیں گے۔

سوال: دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: اس کلمہ سے (جب وہ مؤنث کے لئے ہو) تائے تانیث نہ لاحق ہوتی ہو؛ بلکہ اس کا مؤنث بغیر تاء کے کسی اور وزن پر آتا ہو۔

سوال: ''عريان'' اور ''أرمل'' کو منصرف استعمال کریں گے یا غیر منصرف؟

جواب: منصرف، کیوں کہ ان کی مؤنث تاء کے ساتھ آتی ہے، کہتے ہیں عريانة اور أرملة، اسی وجہ سے انہیں منصرف پڑھا جائے گا، جیسے: مررت برجلٍ عريانٍ، اور مررت برجلٍ أرملٍ۔

سوال: سكران اور أحمر منصرف استعمال ہوں گے یا غیر منصرف؟

جواب: غیر منصرف؛ کیوں کہ ان کی مؤنث پر تا نہیں آتی ہے؛ بلکہ حمراء اور سكرى استعمال ہوتی ہے۔

سوال: ساتویں علت کیا ہے؟

جواب: جمع۔

سوال: جمع کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: اس کی شرط یہ ہے کہ ایسے وزن پر ہو جس وزن پر واحد نہ آتا ہو۔

سوال: جمع کے کتنے اوزان ہیں؟

جواب: دو: مفاعل جیسے مساجد، دراھم، اور مفاعیل جیسے مصابیح، طواویس، مفاتیح۔

سوال: آٹھویں علت کیا ہے؟

جواب: الف نون زائدتان۔

سوال: نویں علت کیا ہے؟

جواب: تانیث۔

سوال: تانیث کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین: (۱) تانیث بالالف جیسے حبلی اور صحراء۔ (۲) تانیث بالتاء جیسے طلحة اور حمزة۔ (۳) تانیث معنوی جیسے زینب اور سعاد۔

سوال: تانیث بالالف کو غیر منصرف پڑھنے کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: بلا کسی شرط کے ہی اسے غیر منصرف پڑھا جائے گا۔

سوال: تانیث بالتاء کو غیر منصرف پڑھنے کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: یہ کہ وہ علم ہو۔

سوال: تانیث معنوی کو غیر منصرف پڑھنے کے لئے کیا شرط ہے؟

جواب: اس کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ علم ہو، مگر اس کی دو قسمیں ہیں۔

سوال: وہ دو قسمیں کیا ہیں؟

جواب: کبھی تو اس کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہوتا ہے اور کبھی جائز۔

سوال: غیر منصرف پڑھنا کب واجب ہوتا ہے؟

جواب: جب تین شرطوں میں سے کوئی ایک پائی جائے۔

سوال: وہ تین شرطیں کیا ہیں؟

جواب: یا تو وہ تین حرف سے زائد ہو جیسے سعاد اور زینب (۲) یا اگر تین حرفی ہو تو درمیان والا حرف متحرک ہو جیسے سقر اور لظی (۳) یا عجمہ ہو جیسے ماہ، جور، حمص، بلخ۔

سوال: تانیث معنوی جو علم ہو اسے منصرف اور غیر منصرف دونوں پڑھنا کب جائز ہوتا ہے؟

جواب: جب ان تین شرطوں میں سے کوئی نہ پائی جائے، جیسے دَعْدٌ اور جُمْلٌ۔ شاعر نے اس شعر

ے(۱۴۴)لم تتلفع بفضل مئزرها دعدٌ ولم تسبق دعدُ فی العلب
میں دعد کو ایک جگہ منصرف استعمال کیا ہے اور دوسری جگہ غیر منصرف۔

سوال: غیر منصرف میں مؤثر ہونے کے لئے ان اسباب کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: ایسے اسباب جو اکیلے ہی مؤثر ہوتے ہیں، کسی دوسرے سبب کے محتاج نہیں ہوتے۔

سوال: ایسے اسباب کتنے ہیں؟

جواب: دو، جمع منتہی الجموع اور تانیث بالالف یعنی الف ممدودہ اور الف مقصورہ۔

سوال: دوسری قسم کیا ہے؟

جواب: ایسے اسباب جن کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ علم ہوں۔

سوال: ایسے اسباب کتنے ہیں؟

جواب: تین:(۱) تانیث بغیر الالف، جیسے فاطمة، زینب، (۲) ترکیب جیسے معدی کرب، (۳) عجمہ جیسے ابراھیم.

سوال: صنجة عجمہ ہے اور مؤنث ہے، اور صولجان عجمہ اور الف نون زائدتان ہے اور مسلمة مؤنث ہے اور صفت ہے؛ لیکن پھر بھی یہ غیر منصرف کیوں نہیں؟

جواب: اس لئے کہ یہ تینوں علم نہیں۔

سوال: تیسری قسم کیا ہے؟

جواب: ایسے اسباب جو اس شرط کے ساتھ مؤثر ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ دوسرا سبب یا تو علم ہو یا صفت۔

سوال: ایسے اسباب کتنے ہیں؟

جواب: یہ بھی تین ہیں۔

سوال: وہ کیا کیا ہیں؟

جواب: عدل، وزن فعل اور الف نون زائدتان۔

سوال: عدل ہو اور علم ہو اس کی مثال؟

جواب: عمر۔

سوال: عدل ہواور صفت ہواس کی مثال؟

جواب: ثُلَاثُ۔

سوال: وزن فعل ہواور علم ہواس کی مثال؟

جواب: أحمد۔

سوال: وزن فعل ہواور صفت ہواس کی مثال؟

جواب: أحمر۔

سوال: الف نون زائدتان ہواور علم ہواس کی مثال؟

جواب: سکران۔

فعل تعجب کا بیان

سوال: تعجب کے معنی کو ادا کرنے کے لئے عربی میں کتنے الفاظ ہیں؟

جواب: تعجب کے معنی کو ادا کرنے کے لئے الفاظ تو بہت ہیں لیکن ان کے لئے کوئی باب نہیں قائم کیا گیا ہے جس سے معلوم ہو کہ یہ کلمہ تعجب کے معنی پر دلالت کر رہا ہے اور تعجب کے معنی کو ادا کرنے کے لئے کسی کلمہ کو اس کے وزن پر لایا جا سکے، کیف بھی کبھی تعجب کے معنی دیتا ہے جیسے 'کیف تکفرون بالله '' اور بھی بہت سے الفاظ ہیں جیسے حدیث میں ہے "سبحان الله، إن المؤمن لاینجس حیاً ولا میتاً، اس میں سبحان الله سے تعجب کا مفہوم ادا ہو رہا ہے، اہل عرب کا قول ہے 'لله دره فارساً' اس میں بھی تعجب کا مفہوم ہے، شاعر نے کہا ہے۔

(۱۴۵) یا سیدا ما أنت من سید موطأ الأکناف رحب الزراع

اس میں بھی تعجب کے معنی ہیں۔

سوال: کیا ایک بھی ایسا باب نہیں جو تعجب کے معنی کو ادا کرنے کے لئے خاص ہو؟

جواب: صرف دو صیغے ہیں: ما أفعل زیداً اور أفعل به۔

سوال: پہلے صیغے (ما أفعل زیداً) کی ترکیب کیا ہوگی؟

جواب: ما اسم ہے اور مبتدا ہے۔

سوال: ما کے معنی کیا ہیں؟

جواب: اس سلسلے میں دو رائیں ہیں۔

سوال: پہلی رائے کیا ہے؟

جواب: یہ نکرہ تامہ ہے، شیء کے معنی میں۔

سوال: اگر ما کو نکرہ تامہ مانیں تو بعد کا جملہ أفعل زيداً کیا ہوگا؟

جواب: ''ما'' کی خبر۔

سوال: لیکن اشکال یہ ہے کہ ''ما'' جب نکرہ تامہ ہے تو مبتدا کیسے بن سکتا ہے؟

جواب: اس کے مبتدا بننے کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔

سوال: پہلی وجہ کیا ہے؟

جواب: پہلی وجہ یہ ہے کہ ''ما'' میں تعجب کے معنی ہیں، اس وجہ سے نکرہ کو بھی مبتدا بنایا جا سکتا ہے جیسا کہ اس شعر میں لفظ ''عجب'' کو مبتدا بنا دیا گیا ہے حالانکہ یہ نکرہ ہے:

(۱۴۶) عجبٌ لتلك قضية، وإقامتي فيكم على تلك القضية أعجب

سوال: دوسری وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ موصوف کی قوت میں ہے یعنی صفت پوشیدہ ہے، کیوں کہ ''ما'' کے معنی شئی عظیم کے ہیں، (اور جب نکرہ کی صفت ہوتی ہے تو وہ مبتدا بن جاتا ہے) یعنی شئی عظیم حسّن زيداً، جیسا کہ شرٌ أهر ذاناب میں شرٌ کو مبتدا بنایا ہے حالانکہ یہ نکرہ ہے، وجہ یہی ہے کہ یہ بھی شرٌ عظیم کے معنی میں ہے۔

سوال: ما کے معنی کے بارے میں دوسری رائے کیا ہے؟

جواب: دوسری رائے یہ ہے کہ ما کی تین توجیہیں کی جا سکتی ہیں۔

سوال: پہلی توجیہ کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: کہ یہ نکرہ تامہ ہو جیسا کہ سیبویہ نے کہا ہے۔

سوال: اس رائے اور پہلی رائے میں کیا فرق ہے؟

جواب: پہلی رائے یہ تھی کہ ما صرف نکرہ تامہ ہی ہے اور دوسری رائے میں تین توجیہیں کی جا سکتی ہیں، کوئی سی بھی مانی جا سکتی ہے، اور ان تین میں پہلی توجیہ وہی ہے جو کہ پہلی رائے میں گذری۔

سوال: دوسری توجیہ کیا ہے؟

جواب: یہ کہ ما نکرہ ہو اور موصوف ہو اور بعد والا جملہ یعنی أفعل زيداً اس کی صفت ہو۔

سوال: اس صورت میں اس کی خبر کہاں ہوگی؟

جواب: محذوف ہوگی، عظیم، یعنی شئی حسّن زیداً عظیم۔

سوال: تیسری توجیہ کیا ہوسکتی ہے؟

جواب: ما معرفہ اور موصولہ ہو اور أفعل زیداً صلہ ہو۔

سوال: اس صورت میں خبر کیا ہوگی؟

جواب: محذوف ہوگی، الذی حسن زیداً شئی عظیم۔

سوال: یہ تیسری توجیہ کس نے بیان کی ہے؟

جواب: اخفش نے۔

سوال: یہ بحث تو ما کے بارے میں ہوگئی، یہ بتائیے کہ أفعل کیا ہے؟

جواب: اس میں کوفیین اور بصریین کا اختلاف ہے۔

سوال: کوفیین کیا کہتے ہیں؟

جواب: کوفیین کہتے ہیں کہ أفعل اسم ہے۔

سوال: ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: دلیل یہ ہے کہ اس کی تصغیر آتی ہے، اہل عرب کہتے ہیں، ما أحیسنه، ما أمیلحه، اور تصغیر صرف اسم کی آتی ہے۔

سوال: بصریین کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ کہتے ہیں کہ فعل ماضی ہے، اور ان کی بات ہی زیادہ صحیح ہے۔

سوال: ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب: بصریین کی دو دلیلیں ہیں۔

سوال: پہلی دلیل کیا ہے؟

جواب: یہ مبنی علی الفتح ہے، اگر اسم ہوتا تو خبر کی بنیاد پر مرفوع ہوتا۔

سوال: دوسری دلیل کیا ہے؟

جواب: جب اس کی اضافت یائے متکلم کی طرف کردی جاتی ہے تو اس کے ساتھ نون وقایہ آتا ہے اور نون وقایہ فعل کے ساتھ ہی خاص ہے، کہا جاتا ہے: ما أفقرنی إلی عفو الله، ما أفقری نہیں کہا جاتا۔

سوال: بصریین نے کوفیین کی اس دلیل کا کیا جواب دیا ہے کہ اس کی تصغیر آتی ہے؟

جواب: کہتے ہیں کہ تصغیر آنا شاذ ہے۔

سوال: شاذ ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب: شاذ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تصغیر عام طور سے اسماء کے مشابہ ہوتی ہے، اور اس کا کوئی مصدر نہیں ہوتا، اور فعل تعجب خاص طور سے اسم تفضیل کے مشابہ ہوتا ہے، اور چونکہ اسم تفضیل کی تصغیر آتی ہے تو اسم تفضیل سے مشابہت کی وجہ سے شاذ طور سے فعل تعجب کی بھی تصغیر آجاتی ہے۔

سوال: فعل تعجب اور اسم تفضیل میں مشابہت کی وجہ کیا ہے؟

جواب: تین وجہیں ہیں: (۱) فعل تعجب اسم تفضیل کے وزن پر ہوتا ہے، (۲) فعل تعجب بھی زیادتی کے معنی پر دلالت کرتا ہے، (۳) دونوں ایک ہی جیسی شرطوں کے ساتھ بنتے ہیں۔

سوال: أفعل کا فاعل کون ہوتا ہے؟

جواب: بالاتفاق اس میں ضمیر پوشیدہ ہوتی ہے جو فاعلیت کی بنیاد پر مرفوع ہوتی ہے۔

سوال: اس ضمیر کا مرجع کیا ہوتا ہے؟

جواب: اس کا مرجع 'ما' ہوتا ہے، اور ''ما'' کا مرجع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اسم ہے، کیوں کہ ضمیر صرف اسم ہی کی طرف لوٹتی ہے۔

سوال: زیداً منصوب کیوں ہوتا ہے؟

جواب: جو حضرات أفعل کو فعل مانتے ہیں ان کے مطابق زیداً مفعول بہ ہوتا ہے، اور جو اسے اسم مانتے ہیں ان کے مطابق زیداً مفعول بہ کے مشابہ ہوتا ہے۔

سوال: ''أفعِلْ به'' میں أفعِلْ کیا ہے؟

جواب: بالاتفاق فعل ہے، لفظاً امر ہے لیکن تعجب کے معنی میں ہے۔

سوال: کیا أفعِلْ میں بھی کوئی ضمیر پوشیدہ ہوتی ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: ''أحسِنْ بزید'' کی اصل کیا ہے؟

جواب: اس کی اصل ہے أحْسَنَ زيدٌ یعنی صار ذا حُسْنٍ، جیسا کہ أورق الشجر کے معنی ہیں صار ذاورق، أزهر البستان کے معنی ہیں صار ذازهر، أثرى فلان کے معنی ہیں صار ذاثروة، أترب زيد کے معنی ہیں صار ذا متربة، اور أغد البعير کے معنی ہیں صار ذا غدة۔

سوال: ''أَحْسَنَ زَيْدٌ'' ''أحسن بزيد'' کیسے ہوگیا؟

جواب: أَحْسَنَ زَيْدٌ میں تعجب کے معنی پیدا کرنے کے لیے اسے أَفْعِلْ کے وزن پر لایا گیا تو أَحْسِنْ زَيْدٌ ہوگیا۔

سوال: أَحْسِنْ زَيْدٌ سے أَحْسِنْ بزيد کیسے ہوگیا؟

جواب: امر کے صیغہ کے بعد اسم مرفوع کا لانا ناپسندیدہ سمجھا گیا، اس وجہ سے لفظ کی اصلاح کے لئے ''ب'' کو بڑھا دیا گیا تو أَحْسِنْ بزيدٍ ہوگیا۔

سوال: کیا یہ ''ب'' اس ''ب'' کے مشابہ ہے جو کبھی کبھی فاعل پر آجاتا ہے جیسے كفى بالله شهيداً؟

جواب: ہاں، اسی ''ب'' کے مشابہ ہے؛ لیکن دونوں میں ایک فرق ہے۔

سوال: کیا فرق ہے؟

جواب: فرق یہ ہے کہ فعل تعجب میں ''ب'' کا لگانا واجب ہے اور اسے (فاعل والے کو) حذف کرنا بھی جائز ہے، جیسا کہ شاعر نے اس شعر میں حذف کر دیا ہے ۔

(۱۴۷) عميرة ودع إن تجهزت غازياً كفى الشيب والإسلام للمرء ناهيا

تعجب اور اسم تفضیل بنانے کی شرطیں

سوال: فعل تعجب اور اسم تفضیل بنانے کے لئے کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: پانچ۔

سوال: پہلی شرط کیا ہے؟

جواب: جس کلمہ سے یہ دونوں بنائے جارہے ہیں وہ کلمہ فعل ہو اسم نہ ہو۔

سوال: بعض لوگوں نے ''جلف'' سے ما أجلفه اور ''حمار'' سے ما أحمره فعل تعجب بنایا ہے جب کہ یہ دونوں اسم ہیں، ایسا کیوں؟

جواب: نحویین نے انہیں غلط قرار دیا ہے۔

سوال: لیکن ''لص'' سے فعل تعجب ''ما ألصّه'' اور اسم تفضیل ''هو ألصّ من شظاظ'' (ایک بہت بڑے چور کا نام) تو اہل عرب خوب بولتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یہ شاذ ہے۔

سوال: دوسری شرط کیا ہے؟

جواب: وہ فعل جس سے یہ دونوں بنائے جا رہے ہیں ثلاثی ہوں، لہذا دحرج، استخرج اور انطلق وغیرہ سے نہیں بنایا جاسکتا۔

سوال: اس سلسلہ میں ابوالحسن اور سیبویہ کی کیا رائے ہے؟

جواب: ابوالحسن کی رائے ہے کہ ثلاثی مزید فیہ سے اس شرط کے ساتھ بنا سکتے ہیں کہ اس کے زائد حروف کو حذف کر دیا جائے، اور سیبویہ کی رائے یہ ہے کہ باب اِفعال سے بنا سکتے ہیں۔

سوال: تیسری شرط کیا ہے؟

جواب: وہ فعل ایسا ہو جو تفاوت کے معنی پر دلالت کرتا ہو، اسی وجہ سے مات اور فنی سے نہیں بنائے جائیں گے، کیوں کہ ان کی حقیقت ایک ہی ہے، جب کہ یہ دونوں ان سے بنائے جاتے ہیں جن میں زیادتی اور تفاوت ہو۔

سوال: چوتھی شرط کیا ہے؟

جواب: وہ فعل مجہول نہ ہو، لہذا ضُرِب اور قُتِل سے نہیں بنایا جاسکتا۔

سوال: پانچویں شرط کیا ہے؟

جواب: اس فعل سے اسم فاعل (یا صفت مشبہ) کا صیغہ أفعل کے وزن پر نہ آتا ہو، اسی وجہ سے عمی، عرج اور ان جیسے افعال جو ظاہری عیوب پر دلالت کرتے ہیں ان سے فعل تعجب اور اسم تفضیل نہیں بنائے جاتے، کیوں؛ کہ ان سے صفت مشبہ أعمی اور أعرج (أفعل کے وزن پر) آتی ہے۔

سوال: کیا سوِدَ اور حمِرَ اور ان کی طرح رنگ پر دلالت کرنے والے دوسرے افعال سے بنا سکتے ہیں؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ ان سے بھی اسم فاعل أحمر اور أسود آتا ہے۔

سوال: کیا لَمِیَ اور دعج وغیرہ حلیہ پر دلالت کرنے والے افعال سے بنا سکتے ہیں؟

جواب: نہیں، کیوں کہ ان سے بھی صفت مشبہ ألمی اور أدعج آتی ہے۔

وقف کا بیان

سوال: اگر تاء تانیث ساکنہ پر وقف کیا جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: تاء تانیث ساکنہ پر وقف کرنے کی صورت میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی، جیسے قامتْ، قعدتْ۔

سوال: اگر تاء تانیث متحرک ہو تو کیا تبدیلی ہوگی؟

جواب: اگر متحرک ہے تو یا مفرد ہوگی یا جمع بالالف والتاء (مؤنث سالم)، دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔

سوال: اگر تاء تانیث متحرک مفرد ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مفرد ہے تو "ۃ" کو ھاء سے بدل کر وقف کرنا فصیح ہے، جیسے ھذہ رحمۃ، ھذہ شجرہ، لیکن بعض لوگ تاء کے ساتھ بھی وقف کرنے کی اجازت دیتے ہیں، جیسے ھذہ رحمتُ، ھذہ شجرتُ۔ قراء سبعہ میں سے بھی بعض نے "إن رحمة الله قريب من المحسنين" اور "إن شجرة الزقوم" میں رحمتُ اور شجرتُ پر تاء سے وقف کیا ہے۔ بعض اہل عرب کو کہتے ہوئے سنا گیا ہے "يا أهل سورة البقرتُ"، کسی سننے والے نے اس کے جواب میں کہا "والله ما أحفظ منها آيتُ"، شاعر نے بھی ان اشعار میں۔

(۱۴۸) والله أنجاك بكفى مسلمتُ   من بعد ما وبعد ماوبعد متُ

كانت نفوس القوم عند الغلصمتُ   وكادت الحرة أن تدعىٰ أمتُ

میں مسلمت، غلصمت اور أمت پر تاء کے ساتھ ہی وقف کیا ہے۔

سوال: اگر جمع مؤنث سالم ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: جمع مؤنث سالم پر تاء کے ساتھ وقف کرنا ہی صحیح ہے، جیسے مسلمات، لیکن بعض لوگ ھاء کے ساتھ بھی وقف کرتے ہیں، اہل عرب کے کلام میں سنا گیا ہے "كيف الإخوة والأخواہ"، اور اہل عرب کا قول ہے "دفن البنات من المكرماہ"۔

سوال: اسم منقوص پر وقف کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اسم منقوص کے آخر میں یا تو تنوین ہوگی یا نہیں ہوگی، دونوں کا حکم الگ الگ ہوگا۔

سوال: اگر اسم منقوص کے آخر میں تنوین ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اسم منقوص کے آخر میں تنوین ہے تو بہتر یہ ہے کہ حالت رفعی اور جری میں "ی" کو حذف کر کے وقف کیا جائے، جیسے ھذا قاض، مررت بقاض، لیکن یہ بھی جائز ہے کہ "ی" کے ساتھ وقف کیا جائے، ابن کثیر نے ان آیات میں ھاد، وال اور واق پر "ی" کے ساتھ ہی وقف کیا ہے، ولكل قوم هادی، مالهم من دونه من والی، ومالهم من الله من واقی۔

سوال: اگر اسم منقوص غیر منون ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں فصیح یہ ہے کہ حالت رفعی اور جری میں "ی" کو باقی رکھ کر وقف کیا جائے جیسے

جاء القاضیُ، مررت بالقاضیُ، لیکن ''ی'' کو حذف کر کے بھی وقف کرنا جائز ہے، اور المتعال اور التلاق پر جمہور نے ''ی'' کو حذف کر کے ہی وقف کیا ہے وھو الکبیر المتعال، لینذر یوم التلاق۔ اور ابن کثیر نے فصیح صورت کے مطابق ''ی'' کو باقی رکھ کر وقف کیا ہے المتعالیُ، التلاقیُ۔

سوال: اسم منقوص منصوب ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اسم منقوص منصوب ہے تو یا تو منون ہوگا یا غیر منون۔

سوال: اگر اسم منقوص حالت نصبی میں ہے اور منون ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں اس کی تنوین کو الف سے بدل کر وقف کرنا واجب ہے، جیسے ربنا إننا سمعنا منادیاً میں منادیاً۔

سوال: اگر غیر منون ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اسم منقوص منصوب ہے اور غیر منون ہے تو ''ی'' پر وقف کیا جائے گا جیسے کلا إذا بلغت التراقیُ۔

سوال: کتنے مسئلوں میں نون ساکنہ کو وقف کرتے وقت الف سے بدلنا واجب ہے؟

جواب: تین مسائل میں۔

سوال: پہلا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: إذا جوابیہ میں وقف کرتے وقت اس کے نون ساکن کو الف سے بدل دیں گے، یہی بات صحیح ہے۔

سوال: إذاً پر وقف کرنے کے سلسلے میں ابن عصفور کی کیا رائے ہے؟

جواب: اب عصفور نے شرح الجمل میں إذاً پر نون کے ساتھ وقف کرنے کو لازم قرار دیا ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ نون کے ساتھ إذن لکھا جاتا ہے۔

سوال: کیا ابن عصفور کی بات صحیح ہے؟

جواب: نہیں؛ کیوں کہ ہمیشہ ہی إذاً کو نون کے ساتھ نہیں لکھا جاتا، اسی وجہ سے ''ولن تفلحوا إذاً أبداً'' جیسی آیتوں میں کسی بھی قاری کا ''أبداً'' میں الف پر وقف کرنے میں اختلاف نہیں ہے، اور إذاً بھی أبداً کی طرح ہے لہذا اس پر بھی الف کے ساتھ وقف کیا جائے گا۔

سوال: دوسرا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: وہ نون تاکید خفیفہ جو فتحہ کے بعد ہو اس پر بھی الف کے ساتھ وقف کیا جائے گا، جیسے لنسفعاً اور ولیکوناً میں سب نے الف کے ساتھ وقف کیا ہے، اسی طرح شعر میں بھی اعبدن پر وقف کرتے وقت اعبدا الف کے ساتھ پڑھا ہے

(۱۴۹) وإياك والميتات لاتقربنها ولاتعبد الشيطان ،والله فاعبدا

سوال: تیسرا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: اسم منصوب کی تنوین کو وقف میں الف سے بدل دیا جاتا ہے جیسے رأیت زیداً میں زیدا ہو جائے گا، تمام اہل عرب سوائے قبیلۂ ربیعہ کے اسی طرح وقف کرتے ہیں۔

سوال: قبیلۂ ربیعہ والے اسم منصوب پر کس طرح وقف کرتے ہیں؟

جواب: تنوین کو حذف کر کے جیسے رأیت زیدْ، شاعر نے

(۱۵۰) ألا حبذا غنم وحسن حديثها لقد تركت قلبى بها هائماً دنفْ

میں دنفاً پر تنوین کو حذف کر کے وقف کیا ہے۔

سوال: نون ساکنہ کو لکھا کس طرح جائے گا؟

جواب: جس طرح وقف کرتے وقت الف سے بدل جاتا ہے اسی طرح لکھا بھی الف سے جائے گا۔

سوال: کوفیین کی کیا رائے ہے؟

جواب: إذا اور اسم منصوب کے لکھنے میں تو کوفیین کا کوئی اختلاف نہیں؛ لیکن نون تاکید ساکنہ جو فتحہ کے بعد ہو ان کے نزدیک نون ہی کی شکل میں لکھا جائے گا۔

سوال: إذاً کو لکھنے میں امام فراء کی کیا رائے ہے؟

جواب: امام فراء کہتے ہیں کہ اگر إذا ناصبہ ہے تو الف کے ساتھ لکھا جائے گا، اور اگر ناصبہ نہیں ہے تو نون کے ساتھ لکھا جائے گا تاکہ إذا ناصبہ میں اور إذا شرطیہ وفجائیہ میں فرق ہو جائے۔

سوال: کل ملا کر إذا کو لکھنے میں کتنے مذاہب ہیں؟

جواب: تین: (۱) مطلق طور پر الف کے ساتھ، جیسا کہ جمہور کا قول ہے۔ (۲) مطلق طور پر نون کے ساتھ، جیسا کہ ابن عصفور کے نزدیک نون کے ساتھ وقف کیا جائے گا (۳) اگر ناصبہ ہے تو الف کے ساتھ ورنہ نون کے ساتھ، جیسا کہ امام فراء کی رائے اوپر گذری۔

سوال: واؤ کے بعد الف کب لکھا جاتا ہے اور کب نہیں؟

جواب: اگر واؤ اصلی ہے یعنی واحد کا صیغہ ہے تب تو الف نہیں لکھا جائے گا جیسے زید یدعو ،اور اگر

واؤ جمع کا ہے تو الف لکھا جائے گا جیسے القوم لم یدعوا۔

سوال: جو الف کلمہ کے آخر میں آتا ہے اسے لکھنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: کبھی تو الف کی شکل میں لکھا جاتا ہے اور کبھی ''ی'' کی شکل میں۔

سوال: ''ی'' کی شکل میں کب لکھا جائے گا؟

جواب: جب الف تین حرف کے بعد آئے جیسے استدعی، مصطفی، یا الف ''ی'' سے بدلا ہوا ہو خواہ تین حرف کے بعد آئے یا تیسری جگہ ہو جیسے رمی، ھَدیٰ، الفتیٰ اور الھدی، ان دونوں صورتوں میں الف ''ی'' کی شکل میں لکھا جائے گا۔

سوال: الف کی شکل میں کب لکھا جائے گا؟

جواب: جب الف تیسری جگہ پر ہو اور واؤ سے بدلا ہوا ہو، جیسے دعا، عصا، العصا اور القفا۔

سوال: یہ کیسے پتہ چلے گا کہ الف یاء سے بدلا ہوا ہے یا واؤ سے؟

جواب: فعل میں تو اس کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اس فعل سے واحد متکلم یا مخاطب کا صیغہ بنالو، تو جو چیز ظاہر ہو وہی اس کی اصل ہے، جیسے ھدی اور رمی سے جب مخاطب کا صیغہ بنایا تو ھدیت اور رمیت بنا، پتہ چلا کہ ھدی اور رمی میں الف ''ی'' سے بدلا ہوا ہے، اور دعا اور عفا سے جب مخاطب کا صیغہ بنایا تو دعوت اور عفوت بنا تو پتہ چلا کہ ان دونوں میں الف واؤ سے بدلا ہوا ہے۔

سوال: اسم میں اس کی پہچان کیسے چلے گی؟

جواب: اس لفظ سے تثنیہ کا صیغہ بناؤ، تو جو چیز ظاہر ہو وہی اس کی اصل ہوگی، جیسے الفتیٰ اور الھدیٰ کی تثنیہ بنائی تو الھدیان اور الفتیان بنی، پتہ چلا کہ یہاں الف یاء سے بدلا ہوا ہے، اور العصا اور القفا کی تثنیہ بنائی تو العصوان اور القفوان بنی، پتہ چلا کہ یہاں الف واؤ سے بدلا ہو ہے۔

سوال: الف کو پہچاننے کے طریقہ کے بارے میں امام شاطبی کا ایک بہترین قول ہے وہ کیا ہے؟

جواب: وہ یہ کہ ''اسم کی تثنیہ بنانے سے اس کی اصل کا پتہ چل جاتا ہے، اور اگر فعل کی نسبت اپنی طرف کرلو گے تو اس کی اصل تک پہنچ جاؤ گے۔

سوال: اس سلسلہ میں علامہ حریری کا بھی قول ہے وہ کیا ہے؟

جواب: وہ یہ ہے کہ ''جب کبھی فعل کی ہجی آپ پر مشتبہ ہو جائے تو اس کے ساتھ تاء خطاب لگا دو، اور

اسی پر بس مت کرو، بلکہ اگر اس کو یاء کے ساتھ دیکھو تو یاء کے ساتھ لکھدو، ورنہ وہ الف کے ساتھ لکھا جائے گا۔

ہمزۂ وصلی وقطعی کا بیان

سوال: ہمزۂ وصل کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو شروع کلام میں باقی رہے اور وصل کی صورت میں حذف ہو جائے۔

سوال: اسماء کے ہمزے کہاں قطعی ہوتے ہیں اور کہاں وصلی؟

جواب: صرف دو قسموں میں وصلی ہوتے ہیں، بقیہ جگہ اسم کا ہمزہ قطعی ہوتا ہے۔

سوال: پہلی قسم کیا ہے؟

جواب: کچھ ایسے اسماء ہیں جو مصادر نہیں ہیں، اور یہ متعین ہیں، ان کی تعداد دس ہے، وہ یہ ہیں، اسم، است، ابن، ابنة، ابنم، امرؤ، امرأة، اثنان، اثنتان، ابنان، ابنمان، امرآن، امرأتان، قرآن میں ہے " فرجل وامرأتان"۔

سوال: یہ جو الفاظ اوپر آئے ان کی جمع کے ہمزے قطعی ہیں یا وصلی؟

جواب: ان الفاظ کی جمع کے ہمزے قطعی ہیں، قرآن میں ہے ''إن هی إلا أسماء سمیتموها'' اور ''فقل تعالوا ندع أبناء نا وأبناء کم.

سوال: اسم کی دوسری قسم کیا ہے جس کے ہمزے وصلی ہوتے ہیں؟

جواب: خماسی افعال کے مصادر، جیسے انطلاق، اقتداء، اور سداسی افعال کے مصادر جیسے استخراج۔

سوال: فعل کے ہمزے کہاں قطعی ہوتے ہیں اور کہاں وصلی؟

جواب: اگر فعل مضارع ہے تو اس کے سب ہمزے قطعی ہوتے ہیں، جیسے أعوذ بالله، أستغفر الله، أحمد الله۔

سوال: فعل ماضی کے ہمزے قطعی ہوتے ہیں یا وصلی؟

جواب: اگر ماضی ثلاثی یا رباعی ہے تو اس کے سب ہمزے قطعی ہوتے ہیں، جیسے أخذ، أكل، أخرج، أعطى، اور اگر ماضی خماسی یا سداسی ہے تو اس کے ہمزے وصلی ہوتے

ہیں، جیسے انطلق اور استخرج۔

سوال: امر کے ہمزے کہاں قطعی ہوتے ہیں اور کہاں وصلی؟

جواب: اگر فعل رباعی کا امر ہے تو اس کے ہمزے قطعی ہوتے ہیں، جیسے أکرِمْ، أجِبْ، اور اگر رباعی کے علاوہ دوسرے افعال کا امر ہے تو اس کے ہمزے وصلی ہوتے ہیں۔

سوال: حرف کے ہمزے کہاں وصلی ہوتے ہیں اور کہاں قطعی؟

جواب: حروف میں صرف ''اَل'' کا ہمزہ وصلی ہے جیسے الغلام، الفرس، ورنہ تمام حروف کے ہمزے قطعی ہیں، جیسے أن، أم، أو۔

سوال: ''اَل'' کے ہمزے کے بارے میں خلیل کی کیا رائے ہے؟

جواب: خلیل کہتے ہیں کہ أل کا ہمزہ بھی قطعی تھا، مگر درمیان کلام میں کثرت سے استعمال ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ ہمزۂ وصلی جیسا معاملہ کیا گیا، جیسا کہ خیر اور شر کے ہمزے کو شروع اور درمیان دونوں حالتوں میں تخفیفاً حذف کر دیا گیا ہے۔

ہمزۂ وصلی کی حرکات کا بیان

سوال: لفظ ''اسم'' کے ہمزہ پر کیا حرکت آتی ہے؟

جواب: لفظ ''اسم'' کا ہمزہ اکثر مکسور پڑھا جاتا ہے، ضعیف لغت کے مطابق مضموم بھی ہوتا ہے۔

سوال: اَل کے ہمزہ پر کیا حرکت آتی ہے؟

جواب: ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے۔

سوال: ''أیمن'' جو قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کے ہمزہ پر کیا حرکت آتی ہے؟

جواب: فصیح لغت کے مطابق فتحہ آتا ہے اور ایک ضعیف لغت کے مطابق کسرہ بھی دیا جاتا ہے۔

سوال: یہ أیمن یمنٌ بمعنی برکت کی جمع ہے یا یمین بمعنی قسم کی؟

جواب: یمنٌ کی جمع ہے، امام فراء کے نزدیک یمین کی جمع ہے۔

سوال: فعل ثلاثی کے امر کے ہمزہ پر کیا حرکت آتی ہے؟

جواب: فعل ثلاثی کے امر میں مضارع کے تیسرے حرف کی حرکت کا اعتبار ہوتا ہے، چنانچہ جس کا مضارع میں تیسرا حرف مضموم ہوتا ہے اس کا ہمزۂ وصل بھی ہمیشہ مضموم ہوتا ہے، جیسے اقتل، اکتب، ادخل۔

سوال: اغزی یا ھند کے ہمزہ پر کیا حرکت آئے گی؟

جواب: اس پر ضمہ ہی آئے گا، کیوں کہ اس کی اصل اغزوی "ز" کے ضمہ کے ساتھ ہے، یعنی اس کے مضارع کا تیسرا حرف مضموم ہے۔

سوال: امشوا کے ہمزہ پر کیا حرکت آئے گی؟

جواب: اس پر کسرہ آئے گا، کیوں کہ اس کی اصل امشیوا "ش" کے کسرہ کے ساتھ ہے یعنی اس کے مضارع کا تیسرا حرف مکسور ہے نہ کہ مضموم، اور ہمزہ کی حرکت میں تیسرے حرف کا اعتبار ہوتا ہے۔

سوال: اذھب کے مضارع کا تیسرا حرف مفتوح ہے تو کیا اس کے ہمزہ پر فتحہ آئے گا؟

جواب: اس پر کسرہ ہی آئے گا، اس میں تیسرے حرف کی حرکت کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے، کیوں کہ اگر اسے مفتوح پڑھا جائے

تو وقف کی حالت میں امر اور مضارع کے واحد متکلم کے صیغہ میں فرق نہیں رہتا، دونوں ہی میں اَذھبُ ہوتا۔

سوال: ہمزۂ وصل مکسور کب ہوتا ہے؟

جواب: مذکورہ تمام صورتوں کے علاوہ میں ہمزۂ وصل مکسور ہی ہوتا ہے، یعنی اسماء میں سے صرف اسم کا ہمزہ مکسور اور أیمن کا مفتوح ہوتا ہے، اور حرف میں صرف "الَ" کا ہمزہ مفتوح ہوتا ہے اور فعل میں صرف ثلاثی جس کے مضارع کا تیسراف مضموم ہو اس کا ہمزہ مضموم ہوتا ہے، باقی تمام ہمزات وصل مکسور ہوتے ہیں۔

☆☆☆

ترجمۂ اشعار

۱۔ اگر رات کی پریشانیاں نہ ہوتیں تو قطا پرندہ نیند کی لذت نہ چھوڑتا، جب حذام کوئی بات کہے تو اس کی تصدیق کرو، کیوں کہ بات حقیقت میں وہی ہوتی ہے جو حذام کہتی ہے۔

۲۔ سورج کی گردش نے بقاء اور دوام کو روک دیا ہے۔ وہ ایسی جگہ سے طلوع ہوتا ہے جہاں شام نہیں کرتا۔ وہ طلوع کے وقت سرخ اور صاف حالت میں ہوتا ہے اور غروب کے وقت زعفران کی طرح زرد ہوتا ہے۔ آج کا دن زیادہ جانتا ہے کہ وہ کیا لائے گا (کیا گل کھلائے گا) اور گزشتہ کل تو اپنا فیصلہ سنا کر رخصت پذیر ہوگیا۔

۳۔ میں نے گذشتہ کل ایک عجیب چیز دیکھی، پانچ بُھوتنیوں کی طرح پانچ بڑھیوں کو دیکھا، جو اپنے کجاوے سے چپکے چپکے کھا رہی تھیں، اللہ تعالی ان کی کوئی داڑھ نہ چھوڑے، اور وہ زندگی بھر مصیبت کے علاوہ کچھ نہ پائیں۔

۴۔ اس واقعہ کے وقوع سے پہلے ہر رشتہ دار نے اپنے رشتہ دار کو (مدد کے لئے) پکارا تو اس کی پکار کی طرف کسی بھی رشتہ دار کی توجہ نہیں ہوئی۔

۵۔ میرے لئے اب پینا خوش گوار ہوگیا، حالانکہ (بدلہ لینے سے) پہلے میٹھے پانی سے بھی مجھے پھندا لگ جاتا تھا۔

۶۔ تیری عمر کی قسم! مجھے نہیں معلوم، حالانکہ میں ڈرتا ہوں کہ ہم میں سے نہ جانے کس کی موت پہلے آجائے۔

۷۔ جب میں تمہارے نزدیک قابل اطمینان نہ رہا اور تمہاری ملاقات بھی پیچھے پیچھے (دور دور) سے ہونے لگی۔

۸۔ اللہ کی قسم میری رات ایسی نہیں ہوئی جس کا ساتھی سویا ہو اور نہ نرم بستر سے میرا پہلو لگا۔

۹۔ آؤ، غموں کو بانٹ لو، آؤ۔ یعنی

اے عندلیب! آؤ مل کے کریں آہ وزاریاں
تو ہائے گل پکارے، میں چلاؤں ہائے دل

۱۰۔ جب جب کسی آدمی کے پاس کوئی ایسی خصلت ہوتی ہے تو گرچہ وہ سمجھتا ہے کہ لوگوں سے مخفی ہے؛ لیکن وہ معلوم ہو جاتی ہے۔

۱۱۔ راتوں کے گذرنے سے انسان خوش ہوتا ہے، حالانکہ راتوں کا گذرنا خود اس کا گذرنا ہے۔

۱۲۔ میں نے ولید بن یزید کو مبارک اور خلافت کے بوجھ کو اٹھانے کے لئے اس کے کندھوں کو مضبوط پایا۔

۱۳۔ تب تو خدا کی قسم! ہم ان کے ساتھ ایسی جنگ کریں گے جو بچوں کو بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کردے گی۔

۱۴۔ میں ان سے گھاٹی میں کہہ رہا تھا جب کہ وہ مجھے قید کررہے تھے، کیا تمہیں معلوم نہیں؟ کہ میں مشہور شہسوار زہدم کا فرزند ہوں۔

۱۵۔ چوغہ پہننا اور (اس کو پہن کر) میری آنکھوں کا ٹھنڈا ہونا (راحت وآرام ملنا) مجھے باریک کپڑے پہننے سے زیادہ پسند ہے۔

۱۶۔ میں دشواری کو آسان سمجھتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے موت آجائے، تمنائیں صبر کرنے والوں کی ہی برآتی ہیں۔

۱۷۔ جب میں کسی قوم کے نیزے کو آزماتا ہوں، تو اس کی کجی کو توڑ دیتا ہوں، الا یہ کہ وہ درست ہوجائے۔

۱۸۔ اے اونٹنی! سلیمان بن عبدالملک کی طرف تیز چل، (وہاں پہنچ کر) تو ہم آرام پائیں گے۔

۱۹۔ اے میرے رب! مجھے توفیق دیجئے کہ میں بہتر (سیدھے) راستے میں کوشش کرنے والوں کے طریقے سے نہ ہٹوں۔

۲۰۔ کیا تم میری ضرورتوں کو جانتے ہو کہ میں امید رکھوں کہ وہ پوری ہوجائیں گی، تو مجھے کچھ سکون ملے گا۔ (جان میں جان آئے گی)۔

۲۱۔ اے شریف زادے! تم خود میرے پاس آؤ، تاکہ دیکھ لو جو تم سے لوگوں نے بیان کیا ہے، اس لئے کہ دیکھنے والا سننے والے کی طرح نہیں ہوتا۔ (شنیدہ کے بود مانند دیدہ)۔

۲۲۔ کیا میں تمہارا پڑوسی نہیں تھا اور میرے اور تمہارے درمیان بھائی چارگی نہیں تھی؟

۲۳۔ ایسے برے اخلاق سے دوسروں کو مت روکو جو اخلاق تمہارے اندر بھی ہوں، تمہارے لئے بڑے شرم کی بات ہے اگر ایسا کرو۔

۲۴۔ اے میرے دونوں دوستو! ٹھہرو، ہم رولیں، محبوب اور ان کے دیار کی یاد میں جو دخول اور حومل کے درمیان ریت سے گھرا ہوا ہے۔

۲۵۔ کیا تم کو میری طرف سے اس بات نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے کہ تیری محبت میرے لیے جان لیوا ہے اور یہ کہ تم جب جب بھی دل کو حکم دو گی وہ کر گذرے گا۔

۲۶۔ جب میں عمامہ رکھوں گا تو تم مجھے پہچان لو گے۔

۲۷۔ جب بھی آندھی اس کو موڑتی ہے وہ اتر جاتی ہے۔ گویا ۔ چلو تم ادھر کو، ہوا ہو جدھر کی

۲۸۔ جب بھی تم ثابت قدم رہو گے تو اللہ تعالیٰ آئندہ زمانہ میں تمہارے لئے کامیابی مقدر کر دے گا۔

۲۹۔ اور بے شک جب تم خود وہ کام کرو گے جس کا (دوسروں کو) کرنے کا حکم دے رہے ہو تو تم جس کو حکم دے رہے ہو وہ بھی وہ کام کرے گا۔

۳۰۔ تمہاری حالت یہ ہو گئی ہے کہ تم جب بھی جنگ میں آؤ گے تو تم اس میں پھنس جاؤ گے اور الجھ جاؤ گے۔

۳۱۔ بے شک پانی میرے باپ دادا کا ہے، اور میرا کنواں ہے، جس کو میں نے کھودا ہے اور جس کی منڈیر میں نے بنائی ہے۔

۳۲۔ اور بہت سے میرے کہے ہوئے انوکھے قصیدے بادشاہوں کے پاس پہنچتے ہیں تا کہ (بادشاہوں کے ہم نشیں اس سے مرعوب ہو کر) پوچھیں کہ اس قصیدے کا کہنے والا کون ہے۔

۳۳۔ اے گھوڑے! چل، اب عباد کی تیرے اوپر حکومت نہیں ہے، تو مامون ہو گئی ہے اور جو تیرے اوپر سوار ہے وہ بھی آزاد ہے۔

۳۴۔ آنے والے دن تمہارے سامنے وہ چیزیں ظاہر کر دیں گے جن سے تم ناواقف ہو، اور تمہارے پاس ایسی خبریں لائیں گے جو تمہارے وہم وگمان میں بھی نہ ہوں گی۔

۳۵۔ ہم اس کے لئے نماز پڑھتے ہیں جس کے لئے قریش پڑھتے ہیں، اور ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں گرچہ عام لوگ اس کا انکار کریں۔

۳۶۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ ساری دنیا کی صفات کسی ایک میں جمع کر دے۔

۳۷۔ وہ میرا دوست ہے، اور مجھ سے صلہ رحمی کرتا ہے اور میرے پیچھے تیر و کمان مارتا ہے۔ (یعنی میری طرف سے دفاع کرتا ہے)۔

۳۸۔ اے میرے دونوں دوستو! تم میرے عہد کو پورا کرنے والے نہیں ہو جب تک کہ تم اس شخص سے قطع تعلق نہ کرو جس سے کہ میں قطع تعلق کروں۔

۳۹۔ کیا سلمیٰ کی قوم قیام کرے گی یا انہوں نے سفر کا ارادہ کر لیا ہے، اگر وہ کوچ کر لیں تو اس کی

زندگی اجیرن ہو جائے گی جو یہاں رہے گا (یعنی خود شاعر)۔

۴۰۔ اے دوست! موت کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ، اور اس کو خوب یاد کرو، کیوں کہ اس کو بھلانا کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

۴۱۔ اے دیارِ میّہ تو حوادث زمانہ سے محفوظ رہ، اور مسلسل تیرے آنگن میں بارش کے قطرے گرتے رہیں۔

۴۲۔ اگر تجھے نہیں معلوم تو میرے اور ان کے متعلق تم لوگوں سے معلوم کرلو، کیوں کہ جاننے والے اور ناواقف برابر نہیں ہیں۔

۴۳۔ زندگی میں اس وقت تک کوئی مزہ نہیں جب تک کہ اس کی لذت موت اور بڑھاپے کی یاد سے مکدر (بدمزہ) ہوتی رہے۔

۴۴۔ وہ (یعنی شاعر کی محبوبہ کا دیار) خالی ہو گیا اور اس کے رہنے والے سفر کر گئے، اس نے اسی کو برباد کیا جس نے لبد (پرندہ) کو برباد کیا۔ (لبد لقمان علیہ السلام کے گدھوں میں سے ایک گدھ کا نام ہے)

۴۵۔ وہ میرے کپڑے پھاڑنے لگا اور مجھے مارنے لگا، میرے بوڑھے ہونے کے بعد وہ مجھ سے ادب چاہتا ہے۔

۴۶۔ مقام اثمد میں تیری رات (بے خوابی کی وجہ سے) لمبی ہوگئی، (سوزشِ عشق سے) خالی شخص سو گیا؛ لیکن تجھے نیند نہیں آئی، اور اس نے رات گذاری اور اس کے لیے رات نے رات گذاری، اور اس کی رات گذر گئی آشوب چشم میں مبتلا شخص کی طرح، اور یہ (بے چینی) اس وجہ سے ہوئی جو مجھے بنو الأسود کے متعلق بتایا گیا تھا۔

۴۷۔ ابو خراشہ! اگر تم کر و فر اور نفر والے ہو تو بے شک میری قوم کو بھی قحط سالی نے نہیں کھایا ہے۔ (میں تم سے کم نہیں ہوں)۔

۴۸۔ تم زمانہ بھر آل مطرّف کے قریب نہ جانا، چاہے تم ظالم ہو یا مظلوم۔ (کیوں کہ وہ بہت طاقتور ہیں)

۴۹۔ ظالم زمانے سے مامون نہیں رہتا اگرچہ ایسا بادشاہ ہی ہو، جس کی فوج کی کثرت سے پہاڑ اور وادیاں تنگ ہوں۔

۵۰۔ اے بنو غدانہ! تم نہ تو سونا ہو اور نہ چاندی، تم تو خزف ریزے ہو، (تمہاری کوئی حیثیت نہیں)۔

۵۱۔ صبر کرو! روئے زمین پر کوئی چیز ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی جائے پناہ ہے جو کہ

اللہ کے فیصلہ سے بچائے۔

۵۲۔ جب سخاوت تکلیف سے خالی نہ ہو تو نہ تعریف حاصل ہوگی اور نہ مال باقی رہے گا۔

۵۳۔ کاش جوانی کسی دن واپس آجاتی۔ ۔ دو دن کو اے جوانی دے دے ادھار بچپن

۵۴۔ خدا کی قسم میں نے تمھیں نفرت کی وجہ سے نہیں چھوڑا ہے؛ لیکن اللہ کا جو فیصلہ ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ (اللہ کے فیصلہ میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہوتا، تعلق ختم ہونا تقدیر میں تھا، اس لئے ختم ہو گیا، پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔)

۵۵۔ اے عبد قیس! دوسری مرتبہ دیکھ، شاید کہ آگ تیرے لئے بندھے ہوئے گدھے کو روشن کردے۔

۵۶۔ اس نے کہا: کاش یہ کبوتر ہم کو مل جاتے یا اس کا آدھا حصہ ہمارے کبوتروں سے مل جاتا تو (سو کی تعداد کے لیے) کافی ہو جاتا۔

۵۷۔ ان کو معلوم ہے کہ ان سے امیدیں وابستہ کی جاتی ہیں تو وہ سخاوت کرتے ہیں کسی بڑی فرمائش سے پہلے ہی۔

۵۸۔ آپ تو موسم بہار ہیں، اور موسلا دھار بارش ہیں، (یعنی بہت سخی ہیں) اور آپ تو مصیبت کے قت فریادرس ہوتے ہیں۔

۵۹۔ اور کسی دن جب (محبوبہ) میرے پاس آتی ہے اپنے حسین چہرے کے ساتھ، تو ایسی لگتی ہے کہ وہ کوئی ہرنی ہے جو سلم کے پتے کھانے کے لئے اپنی گردن دراز کر رہی ہے۔ (شاعر اپنی محبوبہ کی خوبصورتی اور گردن کی درازی بتانا چاہتا ہے)۔

۶۰۔ گویا کہ اس کے دونوں پستان خوشبودان (سڈول) ہیں۔

۶۱۔ گویا کہ حجون سے صفا کے درمیان کوئی یار نہ رہا اور نہ مکے میں کوئی قصہ گو رہا۔

۶۲۔ کوچ کا وقت قریب آگیا ہے؛ لیکن ہماری سواریاں اپنے کجاوے کے ساتھ ہٹی نہیں ہیں اور گویا کہ ہٹ گئی ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ قافلہ کوچ کرنے کو بالکل تیار ہے)۔

۶۳۔ گویا کہ میں اِنّ کی خبر ہوں، نحو میں کسی نے بھی اس کے مقدم ہونے کی اجازت نہیں دی ہے۔

۶۴۔ میں مالکی خاندان کے اس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہوں جو اپنے اوپر ظلم کو پسند نہیں کرتے ہیں، اور بے شک مالکی شریف زادے ہیں۔

۶۵۔ نہ بڑی بڑی زرہیں موت سے بچا سکتی ہیں اور نہ جاں باز فوج، جب کہ وقت پورا ہو جائے۔

۶۶۔ کوئی باپ اور بیٹا مروان اور اس کے بیٹے کی طرح نہیں ہے۔

۶۷۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ قوت وطاقت کے اعتبار سے سب سے بڑا اور لشکر کے اعتبار سے سب سے زیادہ ہے۔

۶۸۔ اے عروہ! لوگوں کو یقین ہے کہ آپ باوفا ہیں، تو آپ خوش ہو جاؤ، کیوں کہ باوفا ہونا قابل تعریف ہے۔

۶۹۔ بار برداری کے جانوروں کا چرانے والا پرندہ معلوم ہوتا ہے۔ (شاعر اپنے گھر کی بلندی بتا رہا ہے کہ میرا گھر دشمنوں کی پہنچ سے دور ہے اس لئے کہ بہت بلندی پر ہے)۔

۷۰۔ اس نے مجھے بوڑھا سمجھ لیا، حالانکہ میں بوڑھا نہیں ہوں، بوڑھا تو وہ ہے جو گھسٹ گھسٹ کر چلے۔

۷۱۔ اے کمینے! کیا تو مجھے رجزیہ قصائد سے دھمکی دیتا ہے، میں تو رجزیہ قصائد میں کمینگی اور ضعف محسوس کرتا ہوں۔

۷۲۔ میں سمجھا کہ قوم میرے نقش قدم پر ہے، اگر ایسا ہی ہے جیسا میں سمجھا ہوں، تو میں کامیاب ہو گیا اور وہ ناکام ہوئے۔

۷۳۔ مجھے یقین ہے کہ میری موت آکر رہے گی، کیوں کہ موت کا تیر خطا نہیں کرتا۔

۷۴۔ عزّہ کی محبت سے پہلے میں نہیں جانتا تھا کہ رونا کیا چیز ہے، اور نہ دردِ دل سے آشنا تھا، یہاں تک کہ وہ میرے دل وجان میں بس گئی۔ (یا پیٹھ پھیر کر چلی گئی)۔

۷۵۔ وہ بر سر اقتدار ہوئے اور خلافت ان کے لئے تقدیری بات تھی، جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے پاس فیصلہ خداوندی کے مطابق آئے۔

۷۶۔ اگر توشہ کی طرف ہاتھ بڑھائے جاتے ہیں تو میں جلد بازی کرنے والوں میں سے نہیں ہوتا ہوں، جب کہ قوم کے لالچی لوگ جلدی کرتے ہیں۔

۷۷۔ یقیناً توبہ کرنے والا اپنے رب کو راضی کر لیتا ہے جب تک اس کا دل ذکر میں لگا رہتا ہے۔

۷۸۔ وہ سب بچے میری خواہش پر سبقت کر گئے اور اپنی خواہشات کو گلے لگا لیا تو موت نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا، اور ہر انسان کو ایک دن مرنا ہے۔

۷۹۔ (جب تک میں زندہ رہوں) تم میرے بہت زیادہ مال خرچ کرنے سے مت گھبراؤ، جب میرا انتقال ہو جائے تب تم میرے انتقال پر غم کرنا۔

۸۰۔ ان لوگوں نے میرے ساتھ بے رخی برتی اور میں نے دوستوں کے ساتھ بے رخی نہیں برتی۔

۸۱۔ اگر میں معمولی زندگی کے لئے کوشش کرتا تو تھوڑا مال میرے لئے کافی ہوتا اور میں (ملک) طلب نہ کرتا۔

۸۲۔ اللہ کے بندو! سن لو، میں اس شخص کا گرویدہ ہوں جو نماز پڑھنے والوں میں سب سے حسین ہے، اور شوہر ہونے کے اعتبار سے سب سے برا ہے۔

۸۳۔ اے عروض (مکہ اور مدینہ اور اس کے آس پاس کے علاقے) کو جانے والا کوئی مسافر! میرے دونوں نجرانی دوستوں کو یہ پیغام پہنچا دینا کہ ہماری ملاقات مشکل ہے۔

۸۴۔ اور جو چیز مجھ سے چھوٹ گئی ہے، اس کو میں (ہائے، کاش، اگر میں ہوتا) ان کلمات کے ذریعہ لوٹا نہیں سکتا ہوں۔

۸۵۔ اے میرے بھائی اور میرے دل کے ٹکڑے! تو نے مجھے ایک سخت زمانہ کے لئے چھوڑ دیا۔

۸۶۔ اے میرے چچا کی بیٹی! مجھے لعنت ملامت مت کرو، اطمینان رکھ۔ (چپ چاپ سو جا)۔

۸۷۔ اے حکم عبد الملک کے وارث۔

۸۸۔ اے سخی عمر! کعب بن مامہ اور ابن عروہ تم سے زیادہ سخی نہیں ہیں۔

۸۹۔ سنو اے زید اور ضحاک! تم دونوں چلتے رہو، کیوں کہ تم نے پر خطر راستے کو پار کر لیا ہے۔

۹۰۔ اے میرے ساتھی! اور اے طاقتور اونٹنی کو بہت زیادہ سفر کرنے کی وجہ سے کمزور کرنے والے۔ (یعنی بہت زیادہ سفر کرنے والے)

۹۱۔ اے مروان! میری سواری دروازے پر عطیہ کی امید میں (بہت دیر سے) کھڑی ہے، اور اس کا مالک نا امید نہیں ہے۔

۹۲۔ ٹھہرو اے اسماء! دیکھو کیا تم اس کو پہچانتی ہو؟

۹۳۔ شناسائی کے بعد اے لمیس تو بیگانہ ہو گئی۔

۹۴۔ اے میری قوم اور اے میری قوم کی طرح دوسروں کی مدد کرنے والو! میری مدد کرو، ان لوگوں کے خلاف جن کی سرکشی بڑھتی جا رہی ہے۔

۹۵۔ تجھ پر ایسا شخص رو رہا ہے جو اجنبی ہے، اپنے گھر سے دور ہے، اے بوڑھو اور جوانو! اس حالت پر تعجب کرو۔

۹۶۔ اے یزید! فقر و فاقہ اور رسوائی جھیلنے کے بعد عزت و مالداری پانے کی امید کرنے والے کی مدد کرو۔

۹۷۔ اے میری قوم کے لوگو! سنو: بڑا تعجب ہے عقلمند اور انجام سے باخبر لوگوں کی غفلت پر۔

۹۸۔ آپ کو ایک بڑے معاملہ کی ذمہ داری دی گئی تو آپ نے اس کو برداشت کر لیا اور اللہ کے حکم کے مطابق اس کو انجام دیا، ہائے عمر!۔

۹۹۔ ہائے میرا سوزِ دل! اس شخص پر جس کا دل ٹھنڈا ہے (بے غم ہے) اور جس کے نزدیک میرا جسم اور میری حالت بیمار ہے۔

۱۰۰۔ ابن اوس نے قسم کھائی ہے تاکہ وہ مجھے ضرور خشک مزاج اور کالی عورتوں کی طرف لوٹا دے۔

۱۰۱۔ میں آیا اس حال میں کہ وہ اپنے کپڑے پردے کے پاس سونے کے لئے اتار چکی تھی، اس کے بدن پر صرف شب باشی کا لباس (نائٹ سوٹ) تھا۔

۱۰۲۔ تیری یاد سے مجھ پر جھرجھری طاری ہو جاتی ہے، جیسے گوریّا پرندہ بارش سے بھیگ جانے کے بعد اپنے پَر پھڑپھڑاتا ہے۔

۱۰۳۔ تم سب اپنے بھائیوں کے ساتھ متحد ہو جاؤ، جیسے کہ دونوں گردے آپس میں تلی سے ملے ہوئے ہیں۔

۱۰۴۔ مردہ وہ نہیں ہے جو مر کر آرام حاصل کر لے، مردہ تو وہ ہے جو زندہ ہو کر مردہ رہے، مردہ وہ ہے جو غمگین، پریشان حال اور ناامیدی کی حالت میں زندگی گذار رہا ہو۔

۱۰۵۔ میّہ کے ویران کھنڈرات ایسے نظر آتے ہیں گویا کہ وہ چمڑا منڈھے نیام ہوں۔

۱۰۶۔ وہ (جنگلی گائے) تاریکی میں اس طرح روشن ہو کر چمکتی ہے جیسے کہ غوطہ خور کی موتی ہو جس کو لڑی میں پرو دیا گیا ہو۔

۱۰۷۔ مجھے یقین ہے کہ محمد ﷺ کا دین روئے زمین پر تمام ادیان سے بہتر دین ہے۔

۱۰۸۔ اور تغلبی اصل (آباء و اجداد) کے اعتبار سے بہت برے ہیں، اور ان کی مائیں پتلی سرینوں والی اور پتلے پٹکے والی ہیں (فقر و فاقہ کی وجہ سے)۔

۱۰۹۔ میرے لئے صرف آل احمد کی جماعت اسوہ ہے، اور میرے نزدیک مذہب حق (اسلام) کے علاوہ کوئی مذہب لائق اتباع نہیں۔

۱۱۰۔ سن لو! اللہ کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، اور ہر نعمت یقیناً ختم ہونے والی ہے۔

۱۱۱۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ہم پر اس وجہ سے فضیلت دی ہے کہ تمہاری ماں کی دونوں شرمگاہیں ملی ہوئی ہیں۔

۱۱۲۔ وہ بادل سمندر کے پانی سے سیراب ہوئے، پھر بلند ہوئے، سبز گہرے سمندر سے پانی لے کر اس حال میں کہ ان کی آوازیں بلند اور گڑگڑاہٹ والی تھیں۔

۱۱۳۔ اس نے ہودج سے اپنی آنکھوں کے ذریعہ اشارہ کیا کہ اگر تو اس سال نہ ہوتا تو میں حج نہ کرتی۔

۱۱۴۔ دور ہو گیا مقام عقیق، دور ہو گیا، اور اس میں رہنے والے دور ہو گئے، اور عقیق میں رہنے والے وہ دوست بھی دور ہو گئے جن سے میں ملتا تھا۔

۱۱۵۔ مجھے تعجب ہو رہا ہے، تجھ پر اور تیرے چمکدار دانتوں والے منہ پر، میرے ماں باپ قربان ہوں، تیرا چہرہ ایسا لگ رہا ہے گویا اس پر زعفران کا چھڑکاؤ ہوا ہے۔

۱۱۶۔ مجھے سلمی پر تعجب ہو رہا ہے، مسلسل تعجب ہو رہا ہے، کاش اس کی نگاہیں اور منہ میرے لئے ہو جاتا۔

۱۱۷۔ جب بھی میرا دل گھبرایا اور بے چین ہوا تو میرا کہنا کہ اپنی جگہ پر جمے رہو تمہاری تعریف کی جائے گی یا تمہیں سکون ملے گا (اس سے میری ہمت بڑھی)۔

۱۱۸۔ تو نے وعدہ کیا اور وعدہ خلافی تیری عادت ہے، جیسے کہ عرقوب نے اپنے بھائی کے ساتھ یثرب میں وعدہ خلافی کی۔

۱۱۹۔ جنگ تو وہی ہے جس کے نتائج اور انجام سے تم واقف ہو، اور جس کا **مزہ تم چکھ چکے ہو**، اور غیر یقینی خبر کے ذریعہ سے آپ جنگ کا صحیح علم حاصل نہیں کر سکتے۔

۱۲۰۔ باہمت دور اندیش شخص اس (پانی) کے ذریعہ سے سوار کی جان بچاتا ہے، اپنی ہتھیلیوں کو مٹی پر مار کر۔

۱۲۱۔ میری تجھ سے سخت محبت کی وجہ سے وہ لوگ جو مجھے تیری محبت کے سلسلہ میں لعنت ملامت کیا کرتے تھے اب وہ میرے لئے عذر تلاش کر رہے ہیں۔

۱۲۲۔ کیا تم سب کو دیرین کی طرف جانا یاد ہے، اور وہاں پر صلیب کو رحمٰن کا تقرب حاصل کرنے کے لئے چھونا یاد ہے۔

۱۲۳۔ سن لو! انسان کا اپنے اوپر ظلم کرنا واضح ہے، جب کہ وہ اپنے نفس کی عقل پر غالب آنے والی خواہشات سے حفاظت نہ کرے۔

۱۲۴۔ یہ اونٹنی سخت دوپہر میں اپنے ہاتھوں سے زمین سے کنکریاں دور کرتے ہوئے تیز چلتی

ہے، جیسے دراہم کو پرکھنے والا سنار کھوٹے درہم کو الگ کرتا ہے۔

۱۲۵۔ گنہگار آدمی کو اس کے معبود کے رزق دینے اور بعض صالحین کو فقر میں چھوڑ دینے پر مجھے تعجب ہے۔

۱۲۶۔ جو اس بہادر بادشاہ (مراد امرؤالقیس کے والد ہیں) کو قتل کرنے والے ہیں جو کہ قبیلۂ معد کا سخی اور شریف آدمی تھا۔

۱۲۷۔ میں نے ان لوگوں کی قسم کھائی ہے جو حطیم اور بئر زمزم کے درمیان اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کر رہے تھے۔

۱۲۸۔ بنو لہب کہانت اور فال نکالنے میں ماہر ہیں، لہذا اس سلسلہ میں ان کی بات کو مت ٹھکراؤ، جب ان میں سے کسی کو اس کے متعلق بات کرتے سنو۔

۱۲۹۔ وہ جنگ کا خوگر ہے، زرہیں پہن کر جنگوں میں جانے والا ہے، عورتوں کی طرح گھر میں گھسنے والا اور ڈرپوک نہیں ہے۔

۱۳۰۔ وہ تلوار سے موٹی اونٹنیوں کو بہت ذبح کرنے والا ہے۔

۱۳۱۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ میری بہت برائی کرتے ہیں (مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے بلکہ) میرے نزدیک وہ کرملین (پہاڑ پر پانی) کے پاس آنے والے چیختے گدھوں کی طرح ہیں۔

۱۳۲۔ اے ابن سنان! میں نے کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جس کو خرچ کرنا اتنا زیادہ پسند ہو جتنا کہ تجھ کو پسند ہے۔

۱۳۳۔ کبھی کبھی پڑوسی کے جرم میں پڑوسی پکڑ لیا جاتا ہے۔

۱۳۴۔ اپنے بھائی کو لازم پکڑو! (یعنی قطع تعلق نہ کرو) کیوں کہ جس شخص کا بھائی نہیں ہوتا ہے وہ جنگ کی طرف بغیر ہتھیار کے جانے والے کی طرح ہے۔

۱۳۵۔ میں کہاں جاؤں! اور اپنے خچر کے ساتھ کہاں پناہ لوں، پیچھا کرنے والے دشمن قریب آگئے، لہذا اب جم جاؤ، ڈٹ جاؤ، (جو ہونا ہوگا ہوگا)۔

۱۳۶۔ نہیں نہیں، میں بثنہ کی محبت کے رازوں کو فاش نہیں کروں گا، اس نے اس سلسلے میں مجھ سے عہد و پیمان لیا ہے۔

۱۳۷۔ بہادر اور بہادر زادے کے نام، اور بہادر شہسواروں سے بھرے میدان میں جاں بازی دکھانے والے کے نام۔

۱۳۸۔ لیکن محبوب کی ملاقات نے اس کو ہشاش بشاش کر دیا، اور خاص طور سے اس وقت جب کہ اس

کو بتایا گیا کہ یہ رجب کا مہینہ ہے، اے کاش! پورا سال رجب ہی ہوتا۔

۱۳۹۔ میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس نے قبیلہ بکر سے منسوب بشر کو قتل کر کے اس حال میں چھوڑ دیا ہے کہ پرندے اس پر ٹوٹ پڑنے کے انتظار میں ہیں۔

۱۴۰۔ اے میرے دونوں بھائیو! عبدشمس اور نوفل! میں تم سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں (اللہ کا واسطہ دیتا ہوں) کہ تم کوئی جنگ برپا کرو۔

۱۴۱۔ سواری کو ہلکی کرنے کے لئے اس نے خط اور زادراہ کو پھینک دیا، یہاں تک کہ اپنا جورا بھی ڈال دیا (تا کہ سواری تیز چلے اور جان بچ جائے)۔

۱۴۲۔ کیا قطام اپنے نازونخرے ترک کر رہی ہے؟ اگر ایسا ہے تو ہم بھی اس کی مبارکبادی اور سلام پر اکتفا کرلیں گے۔

۱۴۳۔ اس کے چھوٹے اور بڑے بلبلے ایسے لگتے ہیں گویا کہ سونے کے طباق پر موتی کی کنکریاں ہوں۔

۱۴۴۔ دعد نے نہ تو اپنی چادر کے زائد حصے سے گھونگھٹ ہٹایا اور نہ ہی دعد کو کپوں میں پلایا گیا۔

۱۴۵۔ اے میرے سردار! آپ کیا ہی بلند مقام کے حامل ہیں، لوگوں کے ملجا وماوی ہیں اور بڑے فیاض ہیں۔

۱۴۶۔ بعض لوگوں کی طرف سے میرے ساتھ جو مسائل پیش آئے اس پر تعجب ہے، اور ان مسائل کے باوجود میرا تمہارے درمیان رہنا اس سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے۔

۱۴۷۔ عمیرہ سے الفت ومحبت کو ترک کردو، اگر تم نے نفس کے مجاہدے اور اللہ کی طرف متوجہ ہونے کی تیاری کرلی ہے، انسان کو برائیوں سے روکنے کے لئے بڑھاپا اور اسلام ہی کافی ہیں۔

۱۴۸۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو مسلمہ سے اس وقت نجات دی جب کہ جانیں حلقوم تک پہنچ گئی تھیں، اور قریب تھا کہ آزاد عورت باندی ہو جائے، (دشمنوں کے قید کرلینے کی وجہ سے)۔

۱۴۹۔ تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ ہرگز ہرگز مردار کے (کھانے کے) قریب نہ جانا اور شیطان کی کبھی عبادت نہ کرنا، ہاں صرف اللہ کی عبات کرنا۔

۱۵۰۔ سنو! غنم اور اس کی باتیں کتنی عمدہ ہیں، اس نے تو میرے دل کو اپنا گرویدہ اور لبِ دم سخت بیمار بنا دیا ہے۔

☆☆☆

کچھ کتاب کے بارے میں

عربی قواعد میں مہارت پیدا کرنے کے لیے بہت سی کتابیں ہیں۔ان میں ایک بہت اہم کتاب ''قطر الندی'' ہے۔ ...... ہمارے فاضل دوست جناب مولانا فرید حبیب ندوی صاحب نے اس کتاب کے تمام مسائل کو سوالات وجوابات کی شکل میں مرتب کردیا ہے۔اس کتاب کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے اس طرح کے کام کی بہت سخت ضرورت تھی۔نحو کے مسائل کو قطر الندی میں پڑھنے کے بعد جب طلبہ ان کو سوال وجواب کی شکل میں پڑھ لیں گے تو مسائل ذہن میں محفوظ ہوجائیں گے۔اور کسی نحوی مسئلے کا کوئی پہلو اگر اچھی طرح سمجھ میں نہ آیا ہوگا تو وہ سمجھ میں آجائے گا۔

نحو کے مسائل طلبہ کے ذہن میں بٹھانے کے لئے مولانا فرید صاحب کی یہ کوشش لائق تحسین ہے۔خود طلبہ بھی اس سے نحو میں مہارت پیدا کرسکتے ہیں اور اساتذہ بھی ان سوالات کے ذریعے بچوں کے ذہنوں میں نحو کے قواعد بٹھا سکتے ہیں۔

(از مقدمہ: مولانا محمد غزالی ندوی)

ڈائریکٹر: امام بخاری ریسرچ اکیڈمی، علی گڑھ

مصنف کی دیگر کتابیں

(۱)۔ جو تم کچھ بننا چاہو (مدارس کے طلبہ کے لیے ایک رہنما کتاب)

(۲)۔ پیام سیرت (واقعات سیرت ایک نئے اسلوب میں)

(۳)۔ فقہی مسالک اور حدیث نبوی (تلخیص وترجمانی)

(۴)۔ بدلتا ہندوستان (ترتیب)

(۵)۔ السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی کی اردو تلخیص وترجمانی (زیر طبع)

برائے رابطہ:

محمد فرید حبیب ندوی (9012621589)
ای میل: 12fareedamu@gmail.com

مولانا محمد غزالی ندوی (ڈائریکٹر اکیڈمی)
موبائل: 7895074457

Imam Bukhari Research Academy
Ameer Nisha, Hathi Dooba, Aligarh, (U.P.)

Designed & Composed by Abdur Rehman Naeem Mob. 9546692993